اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

کی تابناک سیرت کے درخشندہ پہلو؛ اخلاق و عادات اور

ان کی دینی و علمی خدمات کا شاندار تذکرہ

تالیف

محمد ادریس فاروقی

عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا

کتاب .... عفیفہ کائنات رضی اللہ عنہا
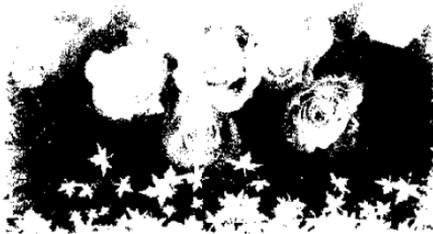
مؤلف .... مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی

تعداد 1100

اشاعت اول .... مئی 2007ء

ناشر .... مسلم پبلیکیشنز

سوہدرہ (گوجرانوالہ)

0322-4044013 055-6408834

ڈسٹری بیوٹر

❶ 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7110081-7111023-7232400-7240024 0092 42 فیکس: 7354072

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

❷ غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

❸ موں مارکیٹ اقبال ٹاؤن، لاہور فون: 7846714

کراچی شوروم Z-110,111 (D.C.H.S) مین طارق روڈ (اتحاد ایئر پورٹ شاپنگ مال) کراچی

فون: 0092-21-4393936 فیکس: 4393937

Email: darussalamkhi@darussalampk.com

اسلام آباد شوروم F-8 مرکز، اسلام آباد فون: 051-2500237

انتساب

گو میں رہا رہین ستم ہائے روزگار
لیکن تیرے خیال سے غافل نہیں رہا

مولانا عبدالمالک مجاہد حفظہ اللہ

بانی ادارہ دارالسلام

کے نام

جو عالمی سطح پر کثیر معیاری کتب شائع کرکے اسلام کی اشاعت وخدمت کے گرانقدر اعزاز سے سرفراز ہوئے۔

(شکر اللہ مساعیہ)

محمد ادریس فاروقی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
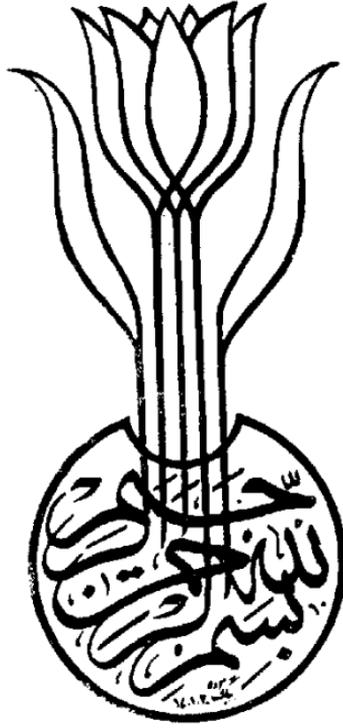
اکابرین امت کی آراء وفتاویٰ

۱ حضرت علی رضی اللہ عنہ

فروعی اختلافات کے باوجود میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ادب واحترام میں کوئی وجہ امتناع نہیں سمجھتا۔ آپ سب مسلمانوں کی واجب التعظیم ماں ہیں۔

۲ حضرت حسن رضی اللہ عنہ

ام المومنین حضرت عائشہ کے علوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا' آپ کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذہانت بخشی ہے۔

۳ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ

میں نے دین ودنیا کے امور میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کسی کو نہیں پایا۔

۴ امام زہری علیہ الرحمۃ

اگر تمام لوگوں کا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جملہ ازواج کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سے زیادہ ہوگا۔

۵ امام عطاء علیہ الرحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لوگوں میں سب سے زیادہ فقیہ' سب سے زیادہ عالمہ اور سب سے زیادہ صاحب الرائے تھیں۔

٦ امام غزالی علیہ الرحمۃ

جو شخص حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم نہیں کرتا اور ان کے بارے میں دل میں بغض رکھتا ہے وہ منافق ہے۔

٧ امام ترمذی علیہ الرحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں۔

٨ امام ابن کثیر علیہ الرحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والا شخص واجب القتل ہے۔

٩ امام ابن القیم علیہ الرحمۃ

امت کا اتفاق ہے کہ جو شخص سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگاتا ہے وہ کافر ہے۔

١٠ مولانا سید مودودی علیہ الرحمۃ

یہ بات بلا مبالغہ کہی جاسکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی اپنے شوہر کے کام میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگار ثابت ہوئیں ...... اسی بنا پر اپنے رسول کی معیت کے لیے ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔ (سیرت سرور عالم ج ٢ ص ٦٢٨)

فہرست

③ عام حالات

④ اخلاق و عادات

۵ علم و فضل

۶ فضائل ومناقب

۷ اربعین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

۸ کتابیات

عرض ناشر

حضرت المحترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے اپنے جدامجد حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ کی اسلامی وطبی کتب کی اشاعت کا بیڑا اٹھا رکھا ہے' چنانچہ آپ نے حضرت موصوف کی تقریباً چالیس کتب شائع کر کے انہیں مارکیٹ میں لانے کی ایک عمدہ کاوش کی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ نے خود بھی چند کتب مثلاً سیرت حسین رضی اللہ عنہ' سیرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا' مقام رسالت' نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم' مسئلہ تقلید' انوار حدیث وغیرہ کتب شائع کر کے داد تحسین حاصل کی ہے۔ حضرۃ العلام مولانا عبدالمجید سوہدروی علیہ الرحمہ کی تصانیف شائع کرنے کا اعزاز ''ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ'' اور ''مسلمان کمپنی'' کو حاصل ہوا ہے۔ اب ادارہ مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ / لاہور نے حضرت مولانا محمد ادریس فاروقی مدظلہ کی نئی کتاب ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' شائع کی ہے اور اسی طرح شائع کی ہے جس طرح اس کو شائع کرنے کا حق تھا۔ امید ہے ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' کو بھی مؤلف کی دیگر کتب کی طرح پزیرائی حاصل ہوگی۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' اپنے موضوع پر ایسی جامع کتاب ہے جو اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتب کی جامع کہا جا سکتا ہے۔

یہ کتاب معلومات افزاء ہونے کے ساتھ ساتھ دلچسپ اور سبق آموز بھی ہے۔ کتاب ایک دفعہ پڑھنا شروع کر دیں تو ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد بفضلہٖ تعالیٰ مؤلف کی چند ایک اور کتب مثلاً ''انوار حدیث''۔

''مسلم شعراء کا نعتیہ کلام''، ''انتخاب القرآن'' اور ''انتخاب الحدیث''، ''اربعین نبوی'' اور آپ کے ''مقالات'' اور ''خطبات'' وغیرہ شائع ہوں گے۔ انشاء اللہ

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ''عفیفۂ کائنات ﷞'' کو سب مسلمانوں کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع و مقبول بنائے۔ آمین یارب العالمین۔

حافظ محمد نعمان فاروقی
منیجر مسلم پبلی کیشنز، سوہدرہ/ لاہور

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے۔ عالمِ نسواں کے بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کی تعلیم و تلقین کے لیے ایک خاتون ہی مناسب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقصد کے لیے اپنی رفیقہ حیات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب فرمایا' جو ان کے گہرے دوست اور ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں ۔ چنانچہ کتب ہائے حدیث اور کتب سیر و سوانح شاہد ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس فرض منصبی کو باحسن وجوہ سرانجام دیا۔ بلکہ آپ نے بعد میں آنے والی خواتین کے لیے بڑے خوبصورت نقوش پا چھوڑے۔ اور بتا دیا کہ ایک خاتون اپنے گھر کو کس طرح سنوارتی ہے اور اپنے شوہر کے دل میں کس طرح گھر کر سکتی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حیات طیبہ پر بہت زیادہ کتابیں نہیں لکھی گئیں۔ تاہم جو لکھی گئی ہیں وہ اچھی لکھی گئی ہیں اور ان کی تھوڑی تفصیل یہ ہے:۔

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۷۵ھ) نے سیرۃ نبوی پر ایک، کتاب بنام ''شمامتہ العنبر یہ من ملود خیر البریہ'' (اردو) تصنیف کی۔ اس کا آخری باب امہات المومنین رضی اللہ عنہم پر ہے اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات مختصراً بیان کئے

ہیں۔

مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے ۲۴ صفحات پر مشتمل ایک مختصر رسالہ تحریر فرمایا۔ اس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حالات مختصراً تحقیق سے قلم بند کیے ہیں۔ ❶

''ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نام سے ایک رسالہ مولوی سردار محمد امرتسری نے مرتب فرمایا۔ جس میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے حالات اور فضائل و مناقب بیان کیے۔ یہ رسالہ ۱۹۲۵ء میں امرتسر سے شائع ہوا۔ امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر حکیم محمود احمد ظفر صاحب کی کتاب جو ادارہ تخلیقات لاہور نے شائع کی ہے وہ بھی بڑی عمدہ کتاب ہے۔ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اچھی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

محترم مولانا محمد اسحاق بھٹی صاحب کی امہات المومنین رضی اللہ عنہن پر ضخیم اور شاندار کتاب طبع ہوئی ہے وہ بھی بڑی پر از معلومات اور دلچسپ کتاب ہے۔ ہم نے تقریباً ان سب کتب کا کسی نہ کسی حد تک مطالعہ کیا ہے۔ سب کتب اچھی ہیں۔ اور پڑھنے کے لائق ہیں۔ ہر سوانح نگار کا اپنا اپنا انداز ہے جس کا جدھر ذوق ہے اس میں وہ زیادہ آگے چلا گیا ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں یہ ایک فطری بات ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جس نے جو بھی کاوش کی ہے اچھی اور قابل قدر ہے۔

ان میں ایک کتاب حاجی امیر بخش عاربی کی ''سیرت امہات المومنین رضی اللہ عنہن'' ہے۔ یہ کتاب پانچ مرتبہ طبع ہوئی۔ پہلا ایڈیشن ۱۹۸۳ء میں اور آخری ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں چھپا۔ اس میں صفحہ ۳۰ تا ۹۴ حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ کتاب اپنی جگہ ایک اچھی کاوش اور تاریخ و سیر کے باب میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ اس وقت مارکیٹ میں امہات المومنین رضی اللہ عنہن یا ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتب ملتی ہیں جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کچھ نہ کچھ مواد ملتا ہے۔

---

❶ یہ مدلل و نایاب رسالہ ہے۔ یہ عنقریب ''مسلمان کمپنی سوہدرہ'' کی طرف سے شائع ہو رہا ہے۔ (فاروقی)

''سیرت صدیقہ رضی اللہ عنہا'' کے نام سے ایک کتاب مولانا عبداللطیف رحمانی دہلوی نے بھی لکھی ہے۔ جو مطبوع ہے۔

ان کتب کے علاوہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مختصر حالات سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض کتابوں میں بھی شائع ہوئے۔ مثلاً:

''سیرۃ النبی'' صلی اللہ علیہ وسلم جلد دوم از مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ

''رہبر کامل'' از مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

''سیرۃ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم'' از مولانا طالب ہاشمی

''رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم'' از پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی وغیرہ!

اور ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' پر مستقل کتابیں جو شائع ہوئی ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:۔

''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' از مولانا سید سلیمان ندوی

''سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' از مولانا عبدالمجید سوہدروی

''حیات ام المومنین رضی اللہ عنہا'' از میاں محمد سعید' کراچی

سیرت محسنہ ءامت حضرت عائشہ صدیقہ'' از ابن عبدالشکور بنگلوری

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' از سلام اللہ صدیقی

اگرچہ سب کتب اپنی اپنی جگہ گرانقدر بھی ہیں اور دلچسپ بھی۔ مگر ان میں سب سے زیادہ تحقیقی' علمی اور جامع کتاب مولانا سید سلیمان ندوی کی ''سیرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' ہے۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی اور میاں محمد سعید کی کتب کو بھی بہت پسند کیا گیا ہے۔ یہ مختصر اور جامع ہیں دونوں کا انداز دلکش' استدلال منفرد' زبان سلیس اور حوالہ جات قابل قدر ہیں۔ البتہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کی کتاب ان کی بہ نسبت ضخیم ہے۔ اور اس میں واقعات و استشہادات بھی زیادہ ہیں۔ اور سید صاحب مرحوم

نے اس کتاب میں جہاں تک ہوسکا تحقیق سے کام لیا ہے۔ علامہ اقبال مرحوم نے بھی اس کتاب کی بہت تعریف کی ہے۔ اور سید صاحب کے نام اپنے خط میں لکھا:

''آپ کی کتاب ''سیرۃ عائشہ'' مل گئی ہے۔ یہ ہدیہ سلیمانی نہیں سرمہ سلیمانی ہے''۔

اس میں شک نہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات طیبہ پر پہلے سے کتب موجود ہیں مگر ہمیں ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اس موضوع پر بعض کتب مختصر تھیں اور بعض زیادہ مفصل۔ اور یوں بھی اس موضوع پر جس قدر کتب ہونی چاہئیں تھیں، نہیں ہیں۔ اور ہماری خواہش تھی کہ اس موضوع پر ایک جامع، نادر، معتدل، مستند اور فکر آگیں کتاب لکھی جائے جو اس محسن قوم وملت خاتون کے مبہم پہلوؤں کو واضح، بیجا اعتراضات کو مندفع، حقائق کو آشکارا اور فضائل ومناقب کو مبرہن کرے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ آپ کی مبارک زندگی کے سارے گوشوں پر محیط ہو۔ ہم نے یہ کتاب لکھ کر اس کمی کو پورا کرنے کی کسی حد تک کوشش کی ہے۔ اور اس کوشش میں ہمیں کتنی کامیابی ہوئی ہے یہ قارئین ہی بتا سکتے ہیں۔ لیکن بفضلہٖ ہم نے اپنی طرف سے اس کتاب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی اور ان کی دینی وعلمی خدمات اور ان کے محاسن وفضائل پر بڑی تحقیق و تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ واقعہ افک، واقعہ تحریم، واقعہ ایلاء اور واقعہ تخییر وغیرہ کو کتاب وسنت کی روشنی میں واضح کیا ہے۔ اور نکاح عائشہ رضی اللہ عنہا پر بھی مناسب بحث کی ہے اور قابل اعتماد حوالوں کے ساتھ موضوع کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور جن مآخذ پر انحصار کیا ہے ان کی تعریف آخر میں ''کتابیات'' کے زیر عنوان دے دی ہے۔ تاکہ تحقیق پسند قارئین کو تقابل میں آسانی ہو۔ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ آپ اسے پسندیدہ نظر سے دیکھیں گے۔ ہم اس سے زیادہ اور کچھ کہنا مناسب

نہیں سمجھتے کہ ع

مشک آنست کہ خود بوئید نہ کہ عطار بگوئید

''صحیح خوشبو وہ ہے کہ عطر فروش کو اس کی تعریف نہ کرنی پڑے بلکہ وہ خود بخود مشام جاں کو معطر کر دے۔''

یہ کتاب جذبہ خیر واصلاح کے تحت پیش کی جا رہی ہے غلطی اور کوتاہی سے انکار نہیں کیا جا سکتا اگر کوئی سقم نظر آئے تو از راہ نوازش مطلع فرمائیں تاکہ نقش ثانی میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

اس کتاب کی ترتیب وتخریج اور تزئین میں جن احباب نے تعاون کیا خصوصاً حافظ محمد نعمان فاروقی صاحب' ملک عبدالرشید عراقی صاحب اور حافظ عبدالعظیم اسد صاحب قاری ذکاء اللہ صاحب' ابوبکر صدیق حسینوی صاحب اور کارکنان ادارہ مسلم پبلی کیشنز۔ بندہ ان سب کا شکریہ ادا کرتا ہے۔ راقم عراقی صاحب کا مزید ممنون ہے کہ انہوں نے کتاب ھٰذا پر جامع مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کو عوام الناس کے لیے زیادہ سے زیادہ نافع اور بندہ کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین)

اپریل ۲۰۰۵ء

محمد ادریس فاروقی
سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اس کتاب کے بارے میں کچھ اپنی معروضات پیش کرنے سے پہلے مجھے یہ بات ضروری معلوم ہوتی ہے کہ محترم مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کروں کہ انہوں نے ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' تصنیف کر کے ایک بہت بڑی اہم ضرورت پوری کی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عفیفۂ کائنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی زندگی پر پہلے دو چار کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''سیرتِ عائشہ'' بہت مستند اور جامع کتاب ہے۔ جو پہلی بار ۱۹۲۴ء میں شائع ہوئی۔ اور اب تک یہ کتاب ہندوستان اور پاکستان کے مختلف اداروں کی طرف سے کئی بار شائع ہو چکی ہے۔

لیکن پھر بھی ضرورت تھی کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایسی کتاب شائع ہو جس میں ان کے حالاتِ زندگی' اخلاق و عادات اور ان کی دینی و علمی خدمات کا مختصراً بلکہ مدلل تذکرہ موجود ہو اور جو اسکول کالج اور دینی مدارس کے طلبہ و طالبات کے لیے ضروری معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' لکھ کر ایک بہت بڑی دینی و علمی اور قومی خدمت انجام دی ہے۔ جو طلبہ و طالبات کے لیے بہت کار آمد ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔ ۶ سال کی عمر میں ان کا نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ اور ۹ سال کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ اور جب ان کی عمر ۱۸ سال کی ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی۔ اس لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہا کو ۹ سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں رہنے کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بہت سے محاسن وفضائل بیان فرمائے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں پر اس طرح فضیلت حاصل ہے جس طرح ثرید کو عام کھانوں پر''۔ (ثرید اس وقت مرغوب اور افضل ترین کھانا سمجھا جاتا تھا)[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا علم وفضل کے اعتبار سے بلند مرتبہ ومقام کی حامل تھیں۔ تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، فرائض، احکام، حلال وحرام، اخبار واشعار، طب وحکمت، غرضیکہ بہت سے علوم کی جامع تھیں۔ ان کے علمی تبحر، اصابت رائے اور تمام علوم اسلامیہ میں ان کے صاحب کمال ہونے کا اجل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعتراف کیا ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رضی اللہ عنہم جن کا شمار اکابر صحابہ میں ہوتا تھا ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر احادیث وسنن کے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ جو ایک مشہور تابعی گزرے ہیں انہوں نے تین جملوں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے محاسن وفضائل اور ان کی دینی وعلمی مرتبہ ومقام بیان کیا ہے۔ اور یہ ایسا بیان ہے جو اس قابل ہے کہ اسے سونے کے پانی سے لکھا جائے۔ آپ فرماتے ہیں:

''كَانَتْ عَائِشَةُ رضی اللہ عنہا اَفْقَهَ النَّاسِ، اَحْسَنَ النَّاسِ وَ اَعْلَمَ النَّاسِ''

---

[1] جامع الترمذی، المناقب، باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۷

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سب سے بڑھ کر فقیہ، سب سے بڑھ کر نیکیاں کرنے والی اور سب سے بڑھ کر صاحب علم تھیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ساری زندگی تعلیم، افتاء اور ارشاد میں بسر ہوئی۔ اور ان سے ایک کثیر جماعت مستفیض ہوئی۔

ہماری تاریخ کی جو محترم شخصیتیں ہمارے دلوں کو جوڑنے کا سبب بنی تھیں، جن کی تربیت خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی انہی کو ہم نے نفاق کا باعث بنا لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بالکل یہی معاملہ ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ غلط فہمیوں کی ان تاریکیوں کو دور کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جہاں ایک بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں، وہاں آپ بہت زیادہ فیاضہ، بلند حوصلہ اور عبادت گزار بھی تھیں۔

۳ ھجری میں غزوہ احد پیش آیا۔ اس میں ایک اتفاقی غلطی سے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر مشہور ہوئی تو مدینہ سے حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب، حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دوسری خواتین اسلام دیوانہ وار میدان جنگ کی طرف لپکیں۔ وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلامت دیکھا تو سجدۂ شکر بجالائیں۔

آپ رضی اللہ عنہا غزوہ خندق میں شریک ہوئی تھیں اور قلعہ سے باہر نکل کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتی تھیں۔ اور صحیح بخاری کی ایک روایت کے مطابق راتوں کو اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا فطری طور پر نہایت جرأت منداور نڈر تھیں۔

مولانا حکیم محمد ادریس فاروقی صاحب نے اس کتاب کو ہر لحاظ سے مکمل بنانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اور دیانت کے تقاضوں کو بھی نگاہ میں رکھا ہے۔ اور جس

حد تک ممکن ہو سکتا تھا اسے مفید و مستفاد بنایا ہے۔ آپ نے بحمد اللہ تمام واقعات قرآن و حدیث اور سیر کی مسلّمہ کتب سے لیے ہیں۔

میرے نزدیک مولانا فاروقی حفظہ اللہ کی یہ کتاب' کتب ہائے ''سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا'' میں ایک خوشگوار اور عمدہ اضافہ ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر لکھی گئی ہر کتاب کا انداز الگ ہے' امید کی جا سکتی ہے کہ کتاب ھٰذا کا اندازِ تحریر اور طریقِ استدلال احباب کو پسند آئے گا۔ علاوہ ازیں توقع کی جاتی ہے کہ ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' قارئین کے لیے بڑی مفید ثابت ہوگی۔ اور اس کے مطالعہ سے گم کردہ راہ لوگ راہ راست کی طرف لوٹیں گے۔ وَ مَا ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِیْزٍ۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو مقبولیت کا درجہ دے اور اس سے بہتر نتائج حاصل ہوں۔ اور مصنف و ناشر اور معاونین ادارہ کو مزید دینی و علمی خدمت کا موقع دے۔

عبدالرشید عراقی
سوہدرہ' گوجرانوالہ
اگست ۲۰۰۴ء

۱ نام ونسب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

نام ونسب

عائشہ نام' ام المومنین خطاب' صِدّیقہ لقب' ام عبداللہ کنیت ہے۔

والد کی طرف سے شجرۂ نسب یہ ہے:

عائشہ بنت ابی بکر صدیق بن ابی قحافہ عثمان بن عامر۔

والدہ کی طرف سے شجرہ نسب یہ ہے:

ام رومان بنت عامر بن عویمر بن شمس بن عتاب۔ آپ کا اصل نام زینب اور ام رومان کنیت تھی۔ الکامل فی التاریخ ج ۲ طبع بیروت میں ابن اثیر نے ان کا نام دعدا (DAADA) لکھا ہے۔ ان کا حسب نسب بھی اچھا شمار ہوتا ہے' ام رومان رضی اللہ عنہا پہلے عبداللہ ازدی کے نکاح میں تھیں۔ پہلے خاوند سے طفیل نامی ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے نکاح کے بعد عبدالرحمٰن اور حضرت عائشہ پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خاندان ننھیال وددھیال دونوں اطراف سے اعلیٰ ہے۔

ابوقحافہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دادا ابوقحافہ رضی اللہ عنہ عثمان بن عامر شرفائے مکہ میں سے تھے اور فتح مکہ تک نہایت استقلال کے ساتھ اپنے آبائی مذہب پر قائم رہے۔ اور فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ ان کو لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ضعف پیری کو دیکھ کر فرمایا: انہیں کیوں

تکلیف دی؟ میں خود ان کی خدمت میں پہنچ جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوقحافہ کے سینے پر دست مبارک پھیرا اور فرمایا:

"اسلام قبول کر لیجیے"......... چنانچہ ابوقحافہ نے اسلام قبول کر لیا۔

حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے بڑی طویل عمر پائی۔ محرم ۱۴ھ میں عہد فاروقی میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے چھ ماہ بعد مکہ معظمہ میں وفات پائی اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ امام جلال الدین سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ آپ تجارت کے سوا کسی اور مقصد کے لیے مکے سے باہر نہیں گئے۔ ❶

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق ہے۔ صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کلب کی ایک عورت ام بکر سے نکاح کیا تھا اسی نسبت سے آپ "ابوبکر" کہلائے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام سے پہلے ایک متموّل تاجر تھے۔ ان کی دیانت داری، راستبازی اور امانت داری کا بہت شہرہ تھا۔ آپ شروع ہی سے پاکیزہ اخلاق کے حامل تھے۔ ایام جاہلیت میں بھی شراب نہیں پی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں بچپن ہی سے خاص انس تھا۔ اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص دوستوں میں سے تھے۔ اکثر تجارت کے سفروں میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی کا شرف حاصل ہوتا تھا۔ ❷

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خلعت نبوت عطا ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے

❶ تاریخ الخلفاء مطبوعہ ۱۹۵۲ء ص ۳۱ ❷ کنز العمال ج ۶ ص ۲۱۳

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا۔ اور مسلمان ہونے کے ساتھ ہی دین حنیف کی نشر و اشاعت کے لیے جدوجہد شروع کر دی۔ آپ ہی کی دعوت اور تحریک سے حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن عوام، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمان بن عوف اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اور آسمانِ علم و فضل کے روشن ستارے بنے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے بعد کفار کی ایذا رسانی کے باوجود ۱۳ سال تک مکہ مکرمہ میں تبلیغ و دعوت کا سلسلہ جاری رکھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس بے بسی کی زندگی میں جان و مال، رائے و مشورہ ہر حیثیت سے آپ کے دست و بازو بنے اور رنج و راحت میں شریک رہے۔ [1]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ کی ایذا رسانیوں سے تنگ آ کر مدینہ منورہ ہجرت کی۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت کے ساتھی تھے۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار مکہ سے فتح مکہ تک خون ریز جنگوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان سب لڑائیوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایک مشیر و وزیر باتدبیر کی طرح ہمیشہ شرف ہمرکابی سے مشرف ہوئے۔ اور ہمیشہ عملی طور پر جہاد میں حصہ لیا، گویا عسر و یسر، رنج و راحت، تنگی و خوشحالی ہر موقع پر آپ رضی اللہ عنہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو بہ پہلو رہے اسے کہتے ہیں رفیق باوفا اور حبیب صاحب صدق وصفا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا شمار متموّل (خوشحال) لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام دولت اللہ کی راہ میں خرچ کر دی۔ جنگ تبوک میں آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال لا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ابوبکر گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟'' تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کہ میں

[1] کنز العمال ص ۳۱۹

اپنے گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو چھوڑا ہے"۔ علامہ اقبال نے اسی کا ترجمہ کرتے ہوئے کہا۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدّیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آنحضرت ﷺ نے رحلت فرمائی۔ تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پہلے خلیفہ منتخب ہوئے۔ آپ کی خلافت کی مدت سوا دو سال ہے۔ اس قلیل مدت میں آپ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تاریخ اسلام میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

- مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا۔
- مرتدین کی سرکوبی کی۔
- منکرین زکوٰۃ کو تنبیہ و توبیخ کی۔
- جمع و ترتیب قرآن مجید کا عظیم کارنامہ سرانجام دیا۔ عراق و شام کو فتح کر کے اسلامی قلمرو میں شامل کیا۔

آپ نے اواخر جمادی الثانیہ ۱۳ھ کو ۶۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں دفن ہوئے۔ [1]

اقبال مرحوم آپ کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت پیش کرتے ہوئے کیا خوب کہتے ہیں۔

من شبے صدّیق را دیدم بخواب
گل ز خاک پائے او چیدم بخواب
آں امنّ الناس بر مولائے ما
آں کلیم اوّل سینائے ما
ہمت او کشت ملت را چوں ابر
ثانی اسلام و غار و بدر

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶

''یعنی میں نے ایک شب خواب میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زیارت کی...... (پھر آگے چل کر ان کی عظمت و بزرگی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں۔) وہ ہمارے آقا فداہُ ابی و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر سب سے بڑھ کر احسان کرنے والے ہیں۔ وہ ہماری وادی سینا کے پہلے کلیم ہیں مطلب یہ کہ آپ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اول ایمان لانے والے ہیں۔ آپ کی اسلام کی راہ میں محنت و کاوش ملت اسلامیہ کے لیے یوں مفید ثابت ہوئی جس طرح بنجر و ویران کھیتی کے لئے ابر باراں نفع بخش ہوتا ہے۔ وہ پیغمبر دوراں صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ کے ساتھی تھے اگر پیغمبر اٰمَنَ الرَّسُوْل تھے تو ابوبکر وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ تھے' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت میں غار ثور کے مکین تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ ثانی اثنین کی شان کے حامل تھے۔ اگر آپ میدان بدر میں تلواروں کی جھنکار میں دشمن سے نبرد آزما تھے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق باوفا' آپ کے سنگ سنگ تھے' حاصل کلام یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ محبوب دوست۔ عقیدہ ہو یا عمل' قول ہو یا فعل' قال ہو یا حال' سخا ہو یا وفا' عبادت ہو یا اطاعت' جلوت ہو یا خلوت' رزم ہو یا بزم ہر محاذ اور ہر موڑ پر آپ کے ساتھ رہا' گویا آپ کا یہ رفیق ''تو من شدی من تو شدم'' کا مظہر تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

ام رومان رضی اللہ عنہا

ام رومان کا نام زینب رضی اللہ عنہا تھا۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبدالرحمان رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ پہلے عبداللہ بن حارث کے نکاح میں تھیں۔ ان کے انتقال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔ انہوں نے ابتداء ہی سے اسلام قبول کر لیا تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئیں۔ واقعہ

افک اور واقعہ تخییر کے وقت زندہ تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ ان کا انتقال خلافت عثمانی میں ہوا۔ [1] لیکن یہ روایت صحیح نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ان کا انتقال ۹ ھ کے بعد ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے۔ اور ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ آپ ہی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ [2]

---

[1] ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' سید سلیمان ندوی ص۲ تہذیب الاسماء واللغات للامام نووی ج ۲ ص ۳۵۱

[2] سیرۃ خلیفۃ الرسول ص ۵۱۸

۲ حالاتِ زندگی

از ولادت تا رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

- ولادت
- شادی
- نکاح عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات
- ہجرت
- رخصتی
- جہیز اور ولیمہ
- خانگی مصروفیات
- معاشرت ازدواجی
- سوکنوں کے ساتھ سلوک
- سوکنوں کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے
- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ
- واقعہ افک
- واقعہ تحریم
- واقعہ ایلاء
- واقعہ تخییر
- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت

حالات زندگی

از ولادت تا رحلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

ولادت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تاریخ کے پانچویں سال، یعنی شوال ۹ ھ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۱۴ء میں مکہ معظّمہ میں پیدا ہوئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان خوش نصیب لوگوں میں ہیں جن کے کانوں نے کبھی کفر وشرک کی آواز نہیں سنی۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب سے میں نے اپنے والدین کو پہچانا ان کو مسلمان پایا۔ ❶

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے والد کا اسم گرامی عبداللہ، کنیت ابوبکر اور لقب صدیق تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کلب کی ایک عورت ''ام بکر'' سے نکاح کیا تھا۔ اسی نسبت سے آپ ابوبکر کہلائے۔ آپ کی والدہ کا نام زینب اور کنیت ام رومان تھی۔ ابن اثیر نے اس کا نام دَعْد الکھا ہے۔

شادی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا سے ہوئی۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۴۰ سال تھی۔ اس کے بعد وہ ۲۵ برس تک صحبت ورفاقت کے شرف سے ممتاز رہیں۔ ہجرت سے

❶ صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب ھجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینۃ، حدیث: ۳۹۰۵

تین سال پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مکہ معظّمہ میں انتقال ہوا۔ اور جنت المعلیٰ میں دفن ہوئیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۵۰ سال تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے منسوب تھیں۔ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شدید غمگین رہا کرتے تھے۔ بلکہ اس تنہائی کے غم سے زندگی بھی دشوار ہوگئی تھی۔ [۱]

ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!، کیا آپ شادی کریں گے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کس سے؟

خولہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنواری چاہیں تو وہ بھی موجود ہے۔ بیوہ چاہیں تو وہ بھی حاضر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا:

کنواری کون؟

خولہ نے کہا: آپ کے محبوب دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی عائشہ رضی اللہ عنہا۔

اور بیوہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا جو مسلمان ہوچکی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں سے میرا ذکر کریں۔

چنانچہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا سے بات چیت کی۔ اور کہا: کیسی خیر و برکت سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نوازا ہے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا: وہ کیسے؟

---

[۱] طبقات ابن سعد ص ۴۱

خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ ام رومان رضی اللہ عنہا نے کہا: اچھی بات ہے، مگر میری خواہش ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آنے دو۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ تو خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا نے ان سے ذکر کیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: عائشہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھتیجی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اس بات کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ابوبکر سے کہو کہ وہ میرے اور میں ان کا حقیقی بھائی نہیں دینی بھائی ہوں۔ اور ان کی بیٹی کا نکاح شرعاً میرے لیے جائز ہے''۔ صحیح البخاری ۵۰۸۱

اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت مطعم رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ ان کے پاس ان کی بیوی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس رشتے کے بارے میں تمہارا کیا فیصلہ ہے۔ مطعم رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے رائے پوچھی۔ مطعم رضی اللہ عنہ کی بیوی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا: اگر ہم اپنے بیٹے کی شادی آپ کے ہاں کر دیں۔ تو کیا آپ انہیں اس کے آبائی دین سے منحرف کر کے اپنے دین میں داخل کر لیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم رضی اللہ عنہ سے دوبارہ سوال کیا کہ تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے کہا کہ جو کچھ وہ کہہ رہی ہے آپ سن ہی رہے ہیں۔

اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس اپنے گھر تشریف لائے۔ اب وعدے کا کوئی مسئلہ باقی نہیں رہا تھا، کیونکہ جبیر اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں۔ چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر دیا۔ چار سو درہم مہر مقرر ہوا۔ اور خطبہ نکاح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۵۲ سال تھی۔

اس کے بعد حضرت خولہ بنت ثعلبہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئیں۔ اوران سے کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کہ اس سلسلہ میں میرے والد سے بات کریں۔ چنانچہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد کے پاس آئیں اور وہ بہت بوڑھا آدمی تھا۔ اس سے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہاری بیٹی سودہ کے لیے پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اس نے کہا جوڑ تو اچھا ہے۔ اور کیا تمہاری سہیلی بھی راضی ہے؟ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا۔ کہ وہ اس رشتے کو پسند کرتی ہے۔ چنانچہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلا کر حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرادیا۔ [1]

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری بیوی ہیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں تو ۶ برس کی تھیں جب رخصتی ہوئی تو ۹ برس عمر تھی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر ۱۸ برس تھی۔ اس طرح آپ ۹ برس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت میں رہیں۔ اس قلیل مدت میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو اکتساب فیضان فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ آپ کی آمد کے کوئی ساڑھے سات ماہ بعد سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔

مسجد نبوی کی جب تعمیر ہوئی تو اس وقت دو ہی حجرے تعمیر ہوئے۔ کیونکہ اس وقت آپ کے نکاح میں سودہ رضی اللہ عنہا اور عائشہ رضی اللہ عنہا دو ہی ازواج تھیں۔

نکاح عائشہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب نکاح ہوا۔ اس وقت روایات

[1] سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۶۲۶

کے مطابق آنحضرت ﷺ کی عمر ۵۲ سال تھی۔ ❶ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ۶ سال تھی۔ نکاح کے تین سال بعد رخصتی ہوئی اس وقت ان کی عمر ۹ سال تھی۔

مخالفین اسلام کا اعتراض ہے کہ آنحضرت ﷺ کا اتنی بڑی عمر میں اس قدر کمسن لڑکی سے نکاح کرنا نامناسب ہے۔ کہ ۶ سال کی عمر میں نکاح اور ۹ سال کی عمر میں رخصتی کی جائے۔ اور ۱۸ سال کی عمر میں بیوہ ہو جائے۔ اور اس کے بعد قرآن مجید کی رو سے وہ نکاح ثانی بھی نہیں کر سکتی۔ کیا یہ (معاذ اللہ) ظلم نہیں ہے؟ اور کیا اتنے سن رسیدہ آدمی کے لیے اتنی کمسن لڑکی کا نکاح (خاکم بدہن) نفس پرستی کی تعریف میں نہیں آتا؟ اور کیا ۹ سال کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ اس میں کسی لڑکی پر ازدواجی زندگی کا بار ڈال دیا جائے؟ وغیرہ وغیرہ

حدیث کی تمام معتبر کتابوں میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح آنحضرت ﷺ سے ہوا تو ان کی عمر ۶ سال تھی۔ اور رخصتی ۹ سال کی عمر میں ہوئی۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَزَوَّجَهَا وَهِيَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ وَاُدْخِلَتْ عَلَيْهِ وَهِيَ بِنْتُ تِسْعٍ وَ مَكَثَتْ عِنْدَهٗ تِسْعًا۔ ❷

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے جب ان کا نکاح ہوا تو وہ ۶ برس کی تھیں اور جب آپ ﷺ کی خدمت میں لائی گئیں تو ۹ برس کی تھیں اور ۹ برس ہی آپ ﷺ کی رفاقت میں رہیں"۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں، امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں، امام ابوداؤد نے اپنی کتاب سنن ابی داؤد میں، اور امام دارمیؒ نے سنن دارمی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زبان سے ان کی رخصتی کی تفصیل کا ذکر کیا جو درج ذیل ہے:

---

❶ النبی الخاتم ص ۱۳۲

❷ صحیح البخاری، النکاح، باب النکاح الرجل ولده الصغار، حدیث: ۵۱۳۳

"مجھ سے رسول اللہ ﷺ نے جب نکاح کیا تو میں ۶ برس کی تھی (اس کے ۳ برس بعد رخصتی ہوئی۔ اور آگے بتاتی ہیں) ہم مدینہ آئے تو بنی حارث کے محلہ میں اترے، پھر میں بیمار پڑ گئی۔ تو میرے سر کے بال گر گئے۔ ایک چوٹی سی رہ گئی۔ تو میری ماں ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں اور میں جھولے پر تھی اور میرے ساتھ میری سہیلیاں تھیں۔ تو میری ماں نے مجھے پکار کر بلایا، میں آئی اور مجھے خبر نہیں وہ کیا کہنا چاہتی ہیں۔ تو میرا ہاتھ پکڑا اور دروازہ پر کھڑا کیا اور میری سانس پھول رہی تھی۔ (شاید کھیل کی دوڑ دھوپ سے) یہاں تک کہ کچھ سانس درست ہوئی۔ پھر تھوڑا پانی لے کر میرا منہ اور سر دھویا۔ پھر کمرہ کے اندر لے گئیں۔ تو وہاں دیکھا کہ کمرہ میں انصار کی چند عورتیں ہیں۔ انہوں نے مبارک باد دی۔ میری ماں نے مجھے ان کے سپرد کر دیا انہوں نے کچھ میری حالت درست کی۔ تو رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے حیرت ہوئی۔ تو انہوں نے مجھے آپ (ﷺ) کے سپرد کر دیا۔ اور میں اس وقت ۹ برس کی تھی۔ [1]

علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ۹ برس کے سن میں رخصتی ہونا یقینی ہے کہ وہ ۹ برس کے سن کو ایک عرب لڑکی کے بلوغ کا زمانہ متعین کر دیتی ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر فرماتے ہیں:

اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِيَةُ تِسْعَ سِنِيْنَ فَهِيَ امْرَأَةٌ۔

"جب لڑکی ۹ برس کو پہنچ گئی تو وہ عورت ہے"۔ [2]

---

[1] سنن ابی داود، النکاح، باب تزویج الصغار حدیث (۲۱۲۱) وصحیح البخاری، مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ عائشۃ، حدیث ۳۸۹۴ و صحیح مسلم، النکاح، باب تزویج الأب...... حدیث : ۱۴۲۲

[2] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر تحقیقی نظر ص ۶۲

مخالفین اسلام نے اس نکاح پر جو اعتراضات کئے ہیں وہ محض اسلام دشمنی اور مخالفت برائے مخالفت کے پیش نظر کئے ہیں۔ ورنہ ان میں ایسی کوئی بات نہیں۔

مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

''دراصل اس قسم کے اعتراضات صرف اس صورت میں پیدا ہوتے ہیں جب کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کو ایک عام مرد اور عام لڑکی کا نکاح سمجھ لیا جائے۔ حالانکہ حضور ﷺ اللہ کے رسول تھے۔ جن کے سپرد ان کی زندگی میں ایک ہمہ گیر انقلاب برپا کرنا اور معاشرت کو اس انقلاب کے لیے تیار کرنا تھا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک غیر معمولی قسم کی لڑکی تھیں، جنہیں اپنی عظیم ذہنی صلاحیتوں کی بنا پر اس انقلابی معاشرے کی تعمیر میں حضور ﷺ کے ساتھ مل کر اتنا بڑا کام کرنا تھا' جتنا دوسری تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سمیت اس وقت کی کسی عورت نے نہیں کیا۔ بلکہ یہ بات بلا مبالغہ کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے کسی رہنما کی بیوی بھی اپنے شوہر کے کام کی تکمیل میں ایسی زبردست مددگار نہیں بنی جیسی حضرت عائشہ حضور ﷺ کی مددگار ثابت ہوئیں۔ ان کے بچپن میں ان کی صلاحیتوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہ تھا۔ اسی بنا پر اپنے رسول کی معیت کے لئے ان کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا۔

''بخاری باب تزویج عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ مجھے خواب میں تم کو دو دفعہ دکھایا گیا اور کہا گیا کہ یہ آپ ﷺ کی بیوی ہے۔

ترمذی ابواب المناقب میں ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تصویر سبز ریشم میں لائے۔ اور آپ ﷺ سے کہا کہ یہ دنیا اور آخرت میں آپ ﷺ کی بیوی ہیں۔

پس یہ انتخاب حضور ﷺ کا اپنا نہ تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کا تھا۔ اور اللہ ہی کو معلوم تھا

کہ ۹ سال کی اس کم سن لڑکی کو اس کے رسول پاک ﷺ کے فیض تعلیم و تربیت سے سیراب ہو کر اسلامی معاشرے کی تعمیر میں کس قدر عظیم خدمت انجام دینی ہے۔

جو لوگ اس معاملے میں حضور ﷺ پر نفس پرستی کا الزام لگاتے ہیں' وہ خود اپنے ضمیر سے پوچھ کر بتائیں کہ کیا ایسا شخص نفس پرست ہو سکتا ہے؟ جو ۲۵ سال کی عمر سے ۵۰ سال کی عمر تک صرف ایک بیوی پر قانع رہے' جو عمر میں اس سے ۱۵ برس بڑی ہو۔ جو پہلی بیوی کی وفات کے بعد ایک سن رسیدہ بیوہ سے نکاح کرے۔ اور چار پانچ برس اسی پر قناعت کیے رہے۔ جو اگر نفس پرستی کی خاطر شادیاں کرنے والا ہوتا تو معاشرے میں اسے اتنی محبوبیت حاصل تھی کہ وہ جتنی اور جیسی خوبصورت باکرہ لڑکیوں سے بیاہ کرنا چاہتا ان کے والدین اپنے لیے فخر و عزت سمجھ کر اس کے حضور پیش کرنے کے لیے تیار ہو جاتے۔ جو اس کے باوجود صرف ایک باکرہ لڑکی کے سوا بعد میں جتنی شادیاں بھی کرے' بیوہ یا شوہر دیدہ (ثیبہ) عورتوں ہی سے کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس نوعیت کے اعتراضات کرنے والے اپنے ذہن میں ازدواجی زندگی کا صرف شہوانی تصور ہی رکھتے ہیں۔ ان کے پست ذہن اتنی بلندی پر جا ہی نہیں سکتے کہ اس عظیم انسان کے مقاصد ازدواج کو سمجھ سکیں۔ جو ایک اعلیٰ و ارفع کام کی مصلحتیں مدنظر رکھ کر کچھ خواتین کو اپنی شریک زندگی اور شریک کار بنائے۔ (1)

ہجرت

جب کفار مکہ کی طرف سے ایذا رسانیوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کے بعد خود بھی آنحضرت ﷺ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئے۔

---

(1) سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۲۳۰-۲۳۱

مدینہ میں جب ذرا اطمینان ہوا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال کو لانے کے لیے ابورافع اور اپنے غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اہل و عیال کو لانے لیے اپنا آدمی مکہ بھیجا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اپنی ماں ام رومان رضی اللہ عنہا اور دونوں بہنوں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو لے کر مکہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حمل سے تھیں۔ مدینہ پہنچ کر ۲ھ میں ان کے بطن سے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ گویا ہجرت کے بعد وہ مسلمانوں کے نومولود اول تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انہی بھانجے کے نام پر اپنی کنیت 'ام عبداللہ' رکھی تھی۔ [1]

رخصتی

مدینہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بنی حارث کے محلہ میں قیام کیا۔ اور سات آٹھ ماہ بعد شوال ۱ھ میں آپ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہوئی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۹ سال تھی۔

جہیز اور ولیمہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کوئی جہیز نہ دیا۔ اور ان کو خالی ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔ اور اسلام کی انتہائی سادگی کی ایک مثال پیش کر کے فضول خرچی کی رسم کو ختم کیا۔

ولیمہ کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میری رخصتی و عروسی کے ولیمہ میں نہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا اور نہ بھیڑ بکری۔ ولیمہ کی کل کائنات دودھ کا ایک پیالہ تھا۔ جو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے گھر سے آیا تھا۔ [2]

---

[1] سیرۃ خلیفۃ الرسول ص ۵۴۴

[2] سیرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مولانا عبدالمجید سوہدروی ص ۲۶،۲۵

خانگی مصروفیات

جس گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر آئیں وہ کوئی عالیشان عمارت نہ تھی بلکہ ایک معمولی حجرہ تھا۔ یہ حجرہ مسجد نبوی کے مشرقی جانب تھا۔ اور اس کا ایک دروازہ مغربی جانب کھلتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی دروازہ سے مسجد میں داخل ہوتے تھے۔

گھر کی کل کائنات ایک چارپائی' ایک بستر' ایک تکیہ ایک دو مٹکے اور چند برتن تھے۔ گھر میں صرف دو افراد تھے' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ' کچھ دن بعد بریرہ نامی ایک لونڈی کا اضافہ ہو گیا تھا۔

گھر میں کھانے پینے کا زیادہ اہتمام نہ کرنا پڑتا تھا۔ کھانے پکانے کی بہت کم نوبت آتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی تین دن مسلسل ایسے نہیں گزرے کہ خاندان نبوت نے سیر ہو کر کھانا کھایا ہو۔ گھر میں مہینہ مہینہ چولہا نہیں جلتا تھا۔ صرف کھجور اور پانی پر گزارہ ہوتا تھا۔ [1]

ازدواجی معاشرت

عورت سے متعلق مشرق و مغرب کا مذاق باہم مختلف ہے۔ یونان' روم اور ایران نے تہذیب و تمدن اور علوم و فنون میں بہت ترقی کی۔ لیکن ان کے ہاں عورت کی حیثیت بے بس غلام کی ہے۔

یہودی مذہب میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ عورت کو مکار' بدطینت اور نسل انسانی کی دشمن قرار دیا گیا ہے۔

عیسائی مذہب میں عورت شیطان کا دروازہ ہے اور شجر ممنوعہ کی طرف جانے

---

[1] صحیح البخاری' الرقاق' باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحابہ وتخلیھم عن الدنیا' حدیث: (۶۴۵۴ و ۶۴۵۸) بحوالہ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سید سلیمان ندوی ص ۴۳

والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے اور اللہ تعالیٰ کی تصویر (یعنی مرد) کو ضائع کرنے والی ہے۔

ہندومت میں بھی عورت کی کوئی حیثیت نہیں۔ اس نے بھی عورت کو پستی کے گڑھے میں دھکیلا ہے۔

یورپ جو اس وقت مساوات مرد وزن کا بہت بڑا دعویدار ہے۔ لیکن اس کے ہاں بھی عورت کا کوئی قابل ذکر مرتبہ نہ تھا۔ اور آئے دن اس پر ظلم وستم روا رکھا جاتا تھا۔ نان ونفقہ کا کوئی قانون نہیں تھا۔ عورت کو یہ اختیار نہیں تھا کہ مرد کے خلاف کوئی مقدمہ یا دعویٰ دائر کر سکے۔

قبل از اسلام' اہل عرب عورتوں سے جو سلوک کرتے تھے اس کو کتابوں میں پڑھ کر دل دہل جاتا ہے۔ اہل عرب عورت کو کوئی درجہ نہیں دیتے تھے۔ لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا ان کا دن رات کا مشغلہ تھا۔ قرآن مجید نے اس کی شہادت دی ہے:

﴿وَإِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ ○ بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ○﴾ (التکویر: ۸-۹)

''اور جب زندہ درگور لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی وجہ سے قتل کی گئی''۔

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کتاب الطلاق میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے:

''اللہ کی قسم! ہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات نازل کیں۔ اور ان کے لیے جو حصہ مقرر کرنا تھا' مقرر کیا''۔

اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے ہیں' وہ کسی دوسرے مذہب نے نہیں دیئے۔ اسلام نے اس کی وضاحت فرمائی ہے کہ عورت مختلف حیثیتیں رکھتی ہے۔

عورت ماں ہے، بیٹی ہے، بہو، بہن اور بیوی ہے۔ [1] اور ہر ایک کا الگ الگ درجہ بتا کر اسے مقام عزت وناز پر کھڑا کیا۔

اسلام کا صراط مستقیم افراط وتفریط کی وسط سے نکلا ہے۔ وہ نہ عورت کو معصوم جانتا ہے اور نہ اس کو زندگی کی راہ کا کانٹا سمجھتا ہے۔ اس نے عورت کی بہترین تعریف کی ہے۔ کہ عورت مرد کے لیے اس کشاکش عالم میں تسکین روح کی باعث ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید نے عورت کی تخلیق کا باعث بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ (الروم : ۲۱)

"اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے تمہاری جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کیں کہ تم ان کے پاس پہنچ کر تسلی پاؤ۔ اور اسی نے تم دونوں کے درمیان لطف ومحبت پیدا کی"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي. [2]

"تم میں اچھا وہ ہے جو اپنی بیوی کے لیے اچھا ہے۔ اور میں اپنی بیویوں کے لیے تم سب سے اچھا ہوں"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ اور اس کا علم تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تھا۔

مسند احمد میں ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور بیوی کے لحاف میں مجھ پر وحی نازل نہیں

---

[1] ملخص "عورت اسلامی معاشرہ میں" از جلال الدین عمری

[2] ابن ماجه، النكاح، باب حسن معاشرة النساء، حديث نمبر ۱۹۷۷، جامع الترمذي، المناقب، باب فضل ازواج النبي، حديث: ۳۸۹۵

ہوئی۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رحلت فرمائی۔ [2]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اکثر ایک ہی برتن میں کھانا کھاتے تھے۔ [3]

گھر میں خادمہ موجود تھی' لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام خود اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی تھیں۔ آٹا خود پیستی تھیں۔ خود گوندھتی تھیں۔ کھانا خود پکاتی تھیں۔ بستر اپنے ہاتھوں سے بچھاتی تھیں۔ وضو کا پانی خود لا کر رکھتی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کیلئے جو اونٹ بھیجتے اس کیلئے خود قلادہ بٹتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں اپنے ہاتھ سے کنگھی کرتی تھیں۔ جسم مبارک پر عطر مل دیتی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے اپنے ہاتھوں سے دھوتی تھیں۔ سوتے وقت مسواک اور پانی سرہانے رکھتی تھی۔ مسواک کو صفائی کی غرض سے دھویا کرتی تھیں۔ [4]

سوکنوں کے ساتھ سلوک

عورت کے لیے دنیا کی سب سے تلخ چیز ایک سوکن کا وجود ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سے لے کر آٹھ آٹھ سوکنوں تک ایک ساتھ رہیں۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرف صحبت اور نورانی پرتو کی برکت سے ان کے دل کے آئینے ہر قسم کے زنگ سے پاک تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے باہم تعلقات بہت اچھے

---

[1] جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا حدیث : ۳۸۷۹ ومسند احمد :۶/ ۲۹۳

[2] صحیح البخاری' مغازی۔ باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاته۔ حدیث : (۴۴۵۰)

[3] مسند احمد :۶/ ۶۴ و سنن نسائی' الطهارة' باب مواکلة الحائض ۴۱ (حدیث : ۲۸۰ و ۲۶۶)

[4] سیرة عائشه رضی اللہ عنہا سید سلیمان ندوی ص ۵۹-۶۰

تھے۔ وہ ایک دوسری کے ساتھ حسن سلوک اور محبت و مروت سے پیش آتی تھیں اور یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور پاک تربیت کا نتیجہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد مختلف اوقات میں دس نکاح کیے۔ ان میں ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن سے ۳ ھجری میں نکاح ہوا تھا صرف دو تین مہینے زندہ رہیں۔ باقی ۹ بیویاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک زندہ تھیں۔ یہ بیویاں حسب ذیل سنین میں شرف نکاح سے ممتاز ہوئیں۔ جس سے معلوم ہوگا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس سال تک کتنی سوکنوں سے سابقہ رہا۔ جدول ملاحظہ ہو:

نمبر شمار	اسمائے امہات المومنین رضی اللہ عنہا	سن نکاح	عمر ام المومنین رضی اللہ عنہا بوقت نکاح	عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم بوقت نکاح	مدت سعادت معیت
۱	حضرت سودہ رضی اللہ عنہا	۱۰ نبوی	۵۰ سال	۵۰ سال	۱۴ سال
۲	حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا	۳ ھجری	۲۲ سال	۵۵ سال	۸ سال
۳	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا	۴ھ	۲۴ سال	۵۶ سال	۷ سال
۴	حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا	۵ھ	۲۰ سال	۵۷ سال	۶ سال
۵	حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا	۵ھ	۳۶ سال	۵۷ سال	۶ سال
۶	حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	۶ھ	۳۶ سال	۵۷ سال	۶ سال
۷	حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا	۷ھ	۳۶ سال	۵۹ سال	۳۱/۴ سال
۸	حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا	۷ھ	۱۷ سال	۵۹ سال	۴ ماہ ۳۳/ سال [1]

---

[1] النبی الخاتم ص ۱۳۲

سوکنوں کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رائے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنی سوکنوں کے بارے میں نیک جذبات رکھتی تھیں۔

- حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"سودہ رضی اللہ عنہا کے مزاج میں ذرا تیزی تھی۔ ورنہ سودہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی عورت کو دیکھ کر مجھے یہ خیال نہیں ہوا کہ اس کے قالب میں میری روح ہوتی"۔

- حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں:

"مجھے صفیہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر اچھا کھانا پکانے والی کوئی عورت نظر نہیں آئی"۔

- حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں:

"مجھے کوئی عورت دینی معاملات میں زینب رضی اللہ عنہا سے بہتر دکھائی نہیں دی۔ وہ اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والی، بے حد سچ بولنے والی، اقرباء سے بہت نیک برتاؤ کرنے والی اور بہت خیرات کرنے والی تھیں"۔

- ام المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے متعلق فرماتی ہیں:

"مجھے کسی ایسی عورت کا علم نہیں جو جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے باعث برکت ہو"۔

- حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرماتی ہیں:

اللہ تعالیٰ سے بہت ڈرنے والی اور بے حد صلہ رحمی کرنے والی تھیں۔

- حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ۳ھ میں ازواج النبی میں داخل ہوئیں۔ اور تقریباً ۸ سال حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رہیں۔ دونوں میں بہت زیادہ محبت تھی۔ تمام خانگی امور میں دونوں کی ایک رائے ہوتی اور برابر کی شریک رہتی تھیں۔ [1]

---

[1] "سیرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا" از مولانا عبدالمجید سوہدروی "سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا" از سید سلیمان ندوی، سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا از ابن عبدالشکور

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سوتیلی اولاد کے ساتھ برتاؤ

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چار سوتیلی بیٹیاں تھیں' حضرت زینب رضی اللہ عنہا' حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا' حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے پہلے حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے سوا باقی سب اپنے اپنے سسرال جا چکی تھی۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال جنگ بدر کے موقع پر ۲ ھ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی سے ایک سال پہلے ہو گیا تھا۔ البتہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ۸ ھجری میں اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے ۹ ھجری میں انتقال کیا۔ اور سات آٹھ برس ان کے سامنے زندہ رہیں۔ تاہم کوئی باہمی آزردگی کا واقعہ حدیث یا تاریخ کی کتابوں میں مذکور نہیں ہے۔

حضرت فاطمہ الزھرا رضی اللہ عنہا کا نکاح ۲ ھجری میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے ہوا۔ اور نکاح کے دس گیارہ ماہ بعد رخصتی ہوئی۔ جب تک حضرت فاطمۃ الزھراء رضی اللہ عنہا کی شادی نہیں ہوئی تھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کوئی ایسا واقعہ حدیث یا تاریخ کی کتابوں میں نہیں ملتا کہ ان دونوں میں کسی قسم شکر رنجی پیدا ہوئی ہو۔

واقعہ افک

مدینہ منورہ میں آ کر مسلمانوں کو جن مشکلات اور پیچیدہ حالات کا سامنا کرنا پڑا وہ مکہ معظمہ سے بالکل مختلف تھے۔ مدینہ میں منافقین کا ایک گروہ پیدا ہو گیا تھا جو ہمیشہ اسلام کے خلاف سازشوں میں شریک رہتا تھا۔ انسان کے لیے سب سے بڑی چیز آبرو ہے۔ آبرو پر حملہ کرنا بڑے کمینے دشمن کا کام ہے' منافقین اس ذلیل حرکت کے مرتکب ہوئے' اور انہوں نے خواہ مخواہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگا دی۔

قرآن مجید نے اس واقعہ کو ''افک'' کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ شعبان ۵ ھ میں آنحضرت ﷺ بنو مصطلق کے شر پسندوں کی سرکوبی کے لیے مدینہ منورہ سے سو میل دور جنوب مغرب کی جانب روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی اس لشکر میں موجود تھے۔ آنحضرت ﷺ جب کسی مہم پر روانہ ہوتے تھے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپ کی بیویوں میں کون آپ کے ساتھ جائے گی۔ غزوہ بنو مصطلق کے موقع پر قرعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نام نکلا۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تشریف لے گئیں۔

شر پسندوں کی سرکوبی کے بعد اسلامی لشکر نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ اس کے بعد جو حالات درپیش آئے ان کو حضرت عائشہ کی زبانی سنیئے۔ جو کتب حدیث اور تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کا قاعدہ تھا۔ کہ جب آپ سفر پر جانے لگتے تو قرعہ ڈال کر فیصلہ فرماتے کہ آپ کی بیویوں میں سے کون آپ کے ساتھ جائے۔ غزوہ بنی مصطلق کے موقع پر قرعہ میرے نام نکلا' اور میں آپ کے ساتھ گئی۔ واپسی پر جب ہم مدینے کے قریب تھے۔ ایک منزل پر رات کے وقت رسول اللہ ﷺ نے پڑاؤ کیا اور ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ کوچ کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ میں اٹھ کر رفع حاجت کے لیے گئی اور جب پلٹنے لگی تو قیام گاہ کے قریب پہنچ کر مجھے محسوس ہوا کہ میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر کہیں گر گیا ہے۔ میں اسے تلاش کرنے میں لگ گئی۔ اور اتنے میں قافلہ روانہ ہو گیا۔ دستور یہ تھا کہ میں کوچ کے وقت اپنے ہودج میں بیٹھ جاتی تھی۔ اور چار آدمی اسے اٹھا کر اونٹ پر رکھ دیتے تھے۔ ہم عورتیں اس زمانے میں غذا کی کمی کے سبب بہت ہلکی پھلکی تھیں۔ (اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر بھی کوئی چودہ

برس تھی) میرا ہودج اٹھاتے وقت لوگوں کو محسوس ہی نہ ہوا کہ میں اس میں نہیں ہوں۔ وہ بے خبری میں خالی ہودج اونٹ پر رکھ کر روانہ ہو گئے۔ میں جب ہار لے کر پلٹی تو وہاں کوئی شخص نہ تھا۔ آخر اپنی چادر اوڑھ کر وہیں لیٹ گئی۔ اور دل میں سوچ لیا کہ آگے جا کر جب یہ لوگ مجھے نہ پائیں گے تو خود ہی ڈھونڈتے ہوئے آ جائیں گے۔ اسی حالت میں مجھے نیند آ گئی۔ صبح کے وقت صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ اس جگہ سے گزرے جہاں میں سو رہی تھی۔ اور مجھے دیکھتے ہی پہچان گئے کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے وہ مجھے بارہا دیکھ چکے تھے۔ (یہ صاحب بدری صحابیوں میں سے تھے۔ ان کو صبح دیر تک سونے کی عادت تھی۔ اس لیے یہ بھی لشکر گاہ میں کہیں پڑے سوتے رہ گئے تھے اور اب اٹھ کر مدینے جا رہے تھے۔ ابن اثیر نے ''الکامل'' میں اور ابن ہشام نے ''سیرت النبویہ'' میں اسی طرح لکھا ہے۔) مجھے دیکھ کر انہوں نے اونٹ روک لیا۔ اور بے ساختہ ان کی زبان سے نکلا:

''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی یہیں رہ گئیں''۔

اس حدیث کی بنا ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں ہے کہ صفوان بن معطل سلمی رضی اللہ عنہ کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور شکایات کے علاوہ ایک یہ شکایت بھی کی تھی کہ وہ صبح کی نماز با جماعت نہیں پڑھتے۔ صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ پر نیند کا غلبہ ہو جاتا ہے جس کی بنا پر میری آنکھ دیر سے کھلتی ہے۔ لیکن بقول سہیلی امام بزار رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔ البتہ سہیلی رحمہ اللہ نے ''روض الانف'' میں حضرت صفوان رضی اللہ عنہ کے لشکر سے پیچھے رہ جانے کا ایک یہ سبب بیان کیا ہے کہ وہ ''ساقۃ العسکر'' پر متعین تھے جو مسلمانوں کی گری پڑی چیزیں اٹھا کر لشکر کے پیچھے آیا کرتے تھے۔ (اس تحقیق پر زیادہ دماغ صرف کرنے کی ضرورت نہیں ہے مذکورہ باتوں میں کوئی بات بھی ہو سکتی ہے اور دونوں باتیں بھی ہو سکتی ہیں)۔

اس آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اٹھ کر فوراً اپنے منہ پر چادر ڈال لی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور اپنا اونٹ میرے پاس بٹھا دیا اور الگ کھڑے ہو گئے۔ میں اونٹ پر سوار ہو گئی اور وہ نکیل پکڑ کر روانہ ہو گئے۔ دوپہر کا وقت تھا، ہم نے لشکر کو جا لیا جب کہ وہ ابھی ایک جگہ ٹھہرا ہی تھا۔ اور لشکر والوں کو ابھی یہ پتہ نہ چلا تھا کہ میں پیچھے رہ گئی ہوں۔ اس پر بہتان اٹھانے والوں نے بہتان اٹھا دیئے اور ان میں سب سے پیش پیش عبداللہ بن اُبَیّ تھا۔ مگر میں اس سے بے خبر تھی کہ مجھ پر کیا باتیں بن رہی ہیں"۔ ❶

جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لشکر گاہ میں پہنچیں تو رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ کو اس کا پتہ چلا۔ تو اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے متعلق مشہور کر دیا کہ اب وہ باعصمت نہیں رہیں۔ اس سفر میں منافقین کی بہت بڑی تعداد شریک ہوئی تھی۔ اور یہ اس لیے کہ انہیں معلوم تھا کہ یہاں کوئی خونریز جنگ نہ ہو گی۔ ابن سعد جزء مغازی میں ہے:

((وَ خَرَجَ مَعَهُ بَشَرٌ كَثِيرٌ مِنَ الْمُنَافِقِينَ لَمْ يَخْرُجُوْا مِنْ غَزَاةٍ قَطُّ))

"یعنی اس کثیر تعداد میں منافقین نکلے کہ کسی اور غزوہ میں اتنے نہ نکلے۔"

بس ان منافقین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ناروا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ مسلمانوں نے یہ خبر سنتے ہی کانوں پر ہاتھ رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میل جول کم کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس کا علم ہوا تو فرط غم سے بیمار ہو گئیں اور اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مرد و خواتین سے اس بہتان کے متعلق دریافت فرمایا۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ سب جھوٹ ہے ہم نے تو

❶ تفہیم القرآن ج ۳ ص ۳۱۱۔ ۳۱۲

عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایسی کوئی برائی نہیں دیکھی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ حضور! عورتوں کی کمی نہیں آپ ان کی جگہ اور بیوی سے نکاح کر سکتے ہیں۔ اگر آپ دریافت احوال چاہتے ہوں تو اپنی لونڈی بریرہ سے دریافت فرمالیں۔ یہ بات علامہ شہاب الدین آلوسی نے ''تفسیر روح المعانی'' میں' شیخ ابوعلی الفضل طبرسی نے ''تفسیر مجمع البیان'' میں اور سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ''تفسیر تفہیم القرآن'' میں تحریر فرمائی ہے۔۔۔۔۔ البتہ صاحب ''خزائن العرفان'' اور اس کی پیروی میں صاحب ''نور العرفان'' نے اور بات کہی ہے' اس کا حوالہ اللہ کے حوالے' لیکن بات بظاہر خوب ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایک جوں کا خون لگ جانے سے پروردگار عالم نے آپ کو نعلین شریفین اتار دینے کا حکم دیا ...... جو پروردگار آپ کی نعلین شریفین کی اتنی سی آلودگی بھی گوارا نہ فرمائے کس طرح ممکن ہے کہ آپ کے اہل کی آلودگی گوارا فرمالے؟

بہر حال جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر پوچھا تو اس نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حق میں کلمہ خیر کہا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ ❶ مَا عَلِمْتُ فِيْهَا إِلَّا خَيْرًا۔ ''کہ میں نے ان میں خیر کے علاوہ اور کوئی بات نہیں دیکھی''۔ حالانکہ ان کی بہن حمنہ (Hamna) اپنی اسی بہن کے سوکناپے کی وجہ سے الزام لگانے والوں میں پیش پیش تھی۔ ویسے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ام رومان رضی اللہ عنہا کو بھی اس بہتان کی صداقت پر یقین نہیں آتا تھا۔ بہر حال اس تحقیق کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ میں فرمایا کہ ''واللہ! میں نے نہ تو اپنی بیوی میں کوئی برائی دیکھی ہے اور نہ صفوان میں۔ وہ تو میری عدم موجودگی میں کبھی میرے گھر بھی نہیں گیا''۔ (سیرۃ النبویہ لابن ہشام ج ۲ ص ۳۰۰ خبر الافک)

---

❶ صحیح مسلم' التوبة' فی حدیث افك وقبول توبة القاذف' حدیث: ۷۰۲۰

ایک مہینے تک یہ افواہیں اڑتی رہیں' مسلمان پریشان اور منافقین پروپیگنڈا کرتے اور بغلیں بجاتے رہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے۔ تو آپ نے دیکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھیں پرنم ہیں۔ اور والدین دائیں بائیں تیمارداری میں مصروف ہیں ایک انصاری عورت بھی بیٹھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب بیٹھ گئے۔ اور فرمایا:

"عائشہ رضی اللہ عنہا! اگر تم مجرم ہو تو توبہ کرو' اللہ تعالیٰ قبول کرے گا۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تمہاری طہارت اور پاکیزگی کی گواہی دے گا۔ [1] حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے والدین کو اشارہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں۔ لیکن ان سے کچھ کہتے نہ سنا۔ یہ دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میرے آنسو خشک ہو گئے۔ اور ایک قطرہ بھی آنکھوں میں نہ تھا۔ دل نے اپنی برأت کے یقین کی بنا پر اطمینان محسوس کیا۔ پھر خود جواب میں اس طرح گویا ہوئیں۔ "کہ اگر میں اقرار کرلوں (حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں بالکل بے گناہ ہوں) تو اس الزام کے صحیح ہونے میں کس کو شک رہ جائے گا۔ اگر انکار کروں تو لوگ کب باور کریں گے۔ میرا حال اس وقت یوسف علیہ السلام کے باپ (کہتی ہیں کہ سوچنے پر بھی مجھے حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہ آیا) کا سا ہے۔ جنہوں نے کہا تھا۔ "فَصَبْرٌ جَمِيلٌ." [2] "

مولانا سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) لکھتے ہیں۔ "کہ منافقوں نے اس فتنہ انگیزی سے جو مقاصد پیش نظر رکھے تھے۔ یعنی:

① نعوذ باللہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق رضی اللہ عنہ کے خاندان کی اہانت اور بدنامی

---

[1] اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب نہیں۔ (حسینوی)

[2] سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا از سید سلیمان ندوی مطبوعہ اعظم گڑھ ص ۸۰

◆ ۲ خاندان نبوی میں تفریق'

◆ ۳ اسلام کے برادرانہ اتحاد اور اجتماعی قوت میں رخنہ اندازی۔ وہ سب ایک ایک کر کے حاصل ہو چکے تھے''۔ ❶

آنحضرت ﷺ ابھی وہیں تشریف فرما تھے کہ آپ ﷺ پر وحی کی کیفیت طاری ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کی برأت میں سورۂ نور کا پورا رکوع نازل کر کے ان کی عظمت و عصمت کا پرچم لہرا دیا۔ اور مسلمانوں کو سرزنش فرمائی ''کہ تم نے اس طرح کیوں چپ سادھ لی اور تم نے کیوں نہ کہہ دیا؟ سبحان اللہ! یہ تو بہتان عظیم ہے''۔ پھر مسکراتے ہوئے سر اٹھایا۔ پیشانی پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلک رہے تھے۔ اور یہ آیات تلاوت فرمائیں:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ لَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَا اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ○ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ○ وَلَوْلَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ○ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ

---

❶ ایضاً

تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَ لَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (النور:۱۱-۱۹)

''جو لوگ یہ بہت بڑا بہتان باندھ لائے ہیں۔ یہ بھی تم میں سے ہی ایک گروہ ہے تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو بلکہ یہ تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ہاں ان میں سے ہر ایک شخص پر اتنا گناہ ہے جتنا اس نے کمایا ہے۔ اور ان میں سے جس نے اس کے بہت بڑے حصے کو سرانجام دیا ہے اس کے لیے عذاب بھی بہت بڑا ہے۔ اسے سنتے ہی مومن مردوں عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی؟ اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے؟

وہ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ اور جب گواہ نہیں لائے تو یہ بہتان باز لوگ یقیناً اللہ کے نزدیک محض جھوٹے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتا جو تم نے اس بات کے چرچے شروع کر رکھے تھے تو اس بارے میں تمہیں بہت بڑا عذاب پہنچتا۔ بلکہ تم اسے اپنی زبانوں سے نقل در نقل کرنے لگے اور اپنے منہ سے وہ بات نکالنے لگے جس کے متعلق تمہیں خبر نہ تھی۔ گو تم اسے ہلکی بات سمجھتے رہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی۔

تم نے ایسی بات سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا؟ کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالنے کے بھی لائق نہیں۔ یا اللہ تو پاک ہے یہ تو بہت بڑا بہتان اور تہمت ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا اگر تم سچے مومن ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے اپنی آیتیں بیان فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ علم و

حکمت والا ہے۔ جو لوگ مسلمانوں میں بے حیائی پھیلانے کی آرزومند رہتے ہیں ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے''۔

''تفسیر ابن کثیر'' میں ہے کہ مسئلہ عام مسلمان خاتون کا ہوتا تو تب بھی یہ بڑی بات تھی اور اب تو معاملہ اس خاتون کا تھا جو اللہ کے آخری رسول ﷺ کی اہلیہ محترمہ اور مسلمانوں کی ماں تھیں۔ ❶

مولانا ابوالکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء) لکھتے ہیں:

''اس واقعہ کی وجہ سے بہت سے لوگوں کا کردار ابھر کر سامنے آ گیا۔ بداندیش لوگوں کی نشاندہی ہوئی۔ معاشرتی اصلاح کے لیے قوانین وضوابط نازل ہوئے۔ اور مسلمانوں کو ایسی ہدایات سے نوازا گیا جن پر عمل کر کے ایک مسلم معاشرہ کو ہمیشہ کے لیے برائیوں کی پیداوار سے محفوظ رکھا اور فحاشی کو روکا جا سکتا ہے۔ اس بنا پر قرآن نے مسلمانوں کو تسلی اور تشفی کے لیے فرمایا کہ گو بظاہر یہ واقعہ بڑا شرمناک ہے' لیکن اس سے نقصان کی بجائے فوائد ہی حاصل ہوں گے''۔ ❷

بیشک بدکاری بڑی برائی ہے' مگر کسی عفیفہ و پاک دامن عورت پر بہتان باندھنا اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ اسی سورۂ مبارکہ میں ارشاد فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ الْمُحْصَنَٰتِ الْغَٰفِلَٰتِ الْمُؤْمِنَٰتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾ (النور: ۲۳-۲۴)

''جو لوگ پاکدامن عورتوں پر جو ایسی باتوں سے محض بے خبر ہیں اور اللہ پر

❶ اشرف الحواشی سورئہ نور آیت ۱۵

❷ ترجمان القرآن ج ۳ ص ۱۱

ایمان رکھتی ہیں' تہمت لگاتے ہیں۔تو (یادرکھو) ایسے لوگوں پر دنیا اور آخرت دونوں میں پھٹکار پڑی۔اور انہیں ایک بڑے سخت عذاب سے دو چار ہونا ہے۔اس دن ان کا کیا حال ہوگا جب کہ ان کے خلاف خود ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اوران کے پاؤں گواہی دیں گے۔ساتھ اس چیز کے کہ تھے کہ وہ عمل کرتے''۔

اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا اٹھو اور اپنے شوہر نامدار کے قدم چوم لو۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: ''میں اپنے مالک کا شکریہ ادا کیوں نہ کروں جس نے میری برأت فرمائی' میں کسی کا شکریہ کیوں ادا کروں؟''

اللہ اللہ! کس قدر اعتماد تھا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مالک حقیقی پر؟ اور کس قدر ممنون احسان تھیں اپنے معبود ومسجود کی؟ چنانچہ آپ اللہ کے حضور سجدۂ شکر بجا لائیں۔

اس سازش میں چند سادہ لوح مسلمان بھی شریک ہو گئے تھے ان میں مسطح رضی اللہ عنہ، حسان رضی اللہ عنہ بن ثابت اور حمنہ رضی اللہ عنہا بنت جحش شامل تھیں۔۔۔۔حسان رضی اللہ عنہ اور حمنہ رضی اللہ عنہا اس سفر میں شریک ہی نہ تھے۔مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ''سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا'' میں لکھتے ہیں کہ: ''حسان رضی اللہ عنہ کو واقعہ کی صحت سے بحث نہ تھی ان کو صفوان کی بدنامی پر مسرت تھی۔انہیں ملال تھا کہ بیرونی لوگ ہمارے گھر آ کر ہم سے زیادہ معزز کیوں بن گئے۔دیکھو سیرت ابن ہشام ذکر افک و دیوان حسان۔اور حمنہ ام المؤمنین زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش کی بہن تھی۔وہ سمجھی کہ اس طرح عائشہ رضی اللہ عنہا کو زک دے کر اپنی بہن کو بڑھنے کا موقع دلائے گی۔البتہ مسطح رضی اللہ عنہ پر تعجب ہے کہ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا قریبی اور نمک خوار ہو کر ایسا کیوں کیا؟ حالانکہ کسی شریف مرد/عورت پر الزام

لگانا معمولی بات نہیں بہت بڑی بات ہے۔

واقعہ افک سے چند باتیں سامنے آتی ہیں اور وہ یہ ہیں:

1. گاہے اچھا بھلا انسان بھی ٹھوکر کھا جاتا۔
2. اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو ذلیل کر کے مریم علیہا السلام اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مرتبہ بلند کرنا تھا۔
3. آئندہ کے لئے بہتان واتہام کا بذریعہ شرعی قانون انسداد کرنا تھا' چنانچہ ان کی ۸۰،۸۰ کوڑے سزا مقرر کر دی۔
4. یہ عقیدہ بھی آشکارا کر دیا کہ پوشیدہ بات اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔
5. اسلامی قانون کی نگاہ میں سب برابر ہیں چنانچہ اس قانون کے بعد ازالہ حیثیت (ہتک عزت) کے مطابق تینوں مجرموں کو ۸۰،۸۰ کوڑے لگائے گئے۔
6. مجرم کو جب سزا مل جائے تو پھر وہ مجرم نہیں رہتا' پھر اسے طعنہ بھی نہیں دینا چاہیے۔

حضرت ابوبکر صدیق مسطح رضی اللہ عنہ اور ام مسطح رضی اللہ عنہا کا خرچ برداشت کرتے تھے۔ ام مسطح رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ اب آپ رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ آئندہ کبھی مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ نہ کریں گے۔ [1]

لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی:

''(ایسا نہ ہو) کہ تم میں سے صاحب کشائش لوگ' مسکینوں کو کچھ نہ دینے کی قسم کھا بیٹھیں۔ چاہیے کہ وہ درگذر سے کام لیں''۔ (النور' آیت:۲۲)

اس آیت کے نزول کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس فیصلے سے رجوع کرلیا۔

---

[1] عین الاصابه فی استدراك عائشة رضی اللہ عنہا علی الصحابه رضی اللہ عنہم صحیح مسلم' التوبة' باب فی حدیث الافك۰۰۰ز یذنب ۷ حدیث: ۲۷۷۰

واقعہ تحریم

کتب حدیث میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول مبارک تھا کہ روزانہ نمازِ عصر کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے آپ عموماً حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ دیر ٹھہرتے اور وہاں شہد نوش کرتے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں نے وہاں معمول سے زیادہ دیر تک ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ اسکیم تیار کی۔ کہ ان میں سے جس کے پاس بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو وہ ان سے کہے کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ (مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جسے شہد کی مکھی چوستی ہے اس میں قدرے ناگوار بو ہوتی ہے) چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تو زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے گھر سے شہد پیا ہے۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُو سے بہت نفرت تھی) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ آئندہ شہد نہیں پیوں گا۔ لیکن یہ بات تم کسی کو مت بتانا۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: [1]

﴿يَآيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ...الخ﴾ (سورہ تحریم: ۱)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! تم اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال قرار دی؟ کیا تم اپنی بیویوں کی خواہشات کا رکھاؤ چاہتے ہو؟ یہ بات تمہارے شایانِ شان نہیں''۔

دوسرا واقعہ یہ ہے جس کو امام نسائی رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ وہ ایک لونڈی تھی جس کو آپ نے اپنے اوپر حرام کرلیا تھا۔ [2]

حدیث کی دوسری کتابوں میں یہ واقعہ اس طرح بیان ہوا ہے:

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب یایها النبی لم تحرم ما احل الله لك، الایة، حدیث: ۴۹۱۲

[2] سنن نسائی، عشرۃ النساء، باب الغیرۃ، حدیث: ۳۴۱۱

یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے بطن سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ تولد ہوئے تھے۔ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر آ گئی تھیں جب کہ حضرت حفصہ گھر پر موجود نہ تھیں۔ اتفاق سے انہی کی موجودگی میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا آ گئیں۔ انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے گھر میں خلوت میں دیکھنا ناگوار گزرا۔ جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی محسوس کیا۔ جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے کے لیے قسم کھا کر ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور حفصہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی کہ وہ یہ بات کسی کو نہ بتائے۔ [1]

اگر یہ عام انسانوں کا واقعہ ہوتا تو ایسی بات نہ تھی۔ لیکن یہ ایک شارع اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا، جس کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے قوانین کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے توبیخ فرمائی، اور یہ آیات نازل فرمائیں:

﴿يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ○﴾ (التحریم: ۱-۲)

''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حلال کر دیا ہے۔ اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں حرام کرتے ہیں؟ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کی رضامندی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے قسموں کو کھول ڈالنا مقرر کر دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہی پورے علم و حکمت والا ہے''۔

اسی زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی راز کی بات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہی

---

[1] احسن البیان ص ۱۵۹۷

انہوں نے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہہ دی۔ قرآن مجید میں اس کے بعد مذکور ہے:

﴿وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝﴾ (التحریم : ۳)

''اور یاد کرو جب نبی نے بعض عورتوں سے ایک پوشیدہ بات کہی یعنی اس نے جب اس بات کی خبر کر دی۔ اور اللہ نے اپنے نبی کو اس پر آگاہ کر دیا۔ تو نبی نے تھوڑی سی بات تو بتا دی۔ اور تھوڑی سی ٹال گئے۔ پھر جب نبی نے اپنی اس بیوی کو یہ بات بتائی تو وہ کہنے لگی۔ اس کی خبر آپ کو کس نے دی؟ کہا سب جاننے والے پوری خبر رکھنے والے اللہ نے مجھے بتلایا ہے''۔

﴿اِنْ تَتُوْبَآ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ۝﴾ (التحریم:۴)

''اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ اور اگر نبی کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی۔ تو جان رکھو کہ اللہ اس کا مولیٰ ہے۔ اور اس کے بعد جبریل اور تمام صالح اہل ایمان اور سب ملائکہ اس کے ساتھی مددگار ہیں''۔

مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

''انسانی معاشرہ میں نبی علیہ السلام کا مقام انتہائی نازک مقام ہے۔ ایک معمولی بات بھی جو کسی دوسرے انسان کی زندگی میں پیش آئے تو چنداں اہمیت نہیں رکھتی۔ نبی کی زندگی میں اگر پیش آجائے تو وہ قانون کی حیثیت اختیار کر جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیائے علیہم السلام کی زندگی

پر ایسی کڑی نگرانی رکھی گئی ہے کہ ان کا کوئی ادنیٰ اقدام بھی منشاء الٰہی سے ہٹا ہوا نہ ہو۔ ایسا کوئی فعل نبی سے صادر ہوا ہو تو اس کی فوراً اصلاح کر دی گئی ہے۔ تاکہ اسلامی قانون اور اس کے اصول اپنی بالکل صحیح صورت میں نہ صرف خدا کی کتاب' بلکہ نبی کے اسوہ حسنہ کی صورت میں بھی خدا کے بندوں تک پہنچ جائیں۔ اور ان میں ذرہ برابر بھی کوئی چیز شامل نہ ہونے پائے جو منشاء الٰہی سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ ❶

یہاں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے:

اللہ کی حلال کردہ چیز کو حرام کرنے کا اختیار کسی کے پاس نہیں ہے حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ اختیار نہیں رکھتے۔ ❷

واقعہ ایلاء

واقعہ ایلاء ۹ ھ میں پیش آیا۔ ۹ ھ میں عرب کے دور دراز علاقے زیر نگین ہو چکے تھے۔ مال غنیمت' فتوحات اور سالانہ محاصل کا بے شمار ذخیرہ مدینہ منورہ آتا تھا۔ تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زاہدانہ اور تمام زخارف دنیوی سے بیگانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ دو دو مہینے چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔ آئے دن فاقے ہوتے رہتے تھے۔ مدۃ العمر دو وقت برابر سیر ہو کر کھانا نصیب نہیں ہوا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے جب دیکھا کہ فتوحات اسلام کا دائرہ بڑھتا جاتا ہے اور مال غنیمت بہت زیادہ آتا ہے۔ کہ اس کا ایک ادنیٰ حصہ ان کی راحت و آرام کے لیے کافی ہو سکتا ہے۔ ان واقعات کی روشنی میں اقتضا یہی تھا کہ ان کے صبر و قناعت کا جام لبریز ہو جاتا جیسا کہ گاہے ہو جاتا تھا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں بڑے بڑے گھرانوں کی خواتین تھیں۔ مثلاً

---

❶ تفہیم القرآن ج ٦ ص ١٠ ❷ احسن البیان ص ١٥٩٨

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا تھیں جو رئیس قریش کی صاحبزادی تھیں۔
حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا تھیں جو قبیلہ بنی مصطلق کی بیٹی تھیں۔
حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کا باپ خیبر کا رئیس تھا۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے متمول اور سربرآوردہ شخص کی صاحبزادی تھیں۔
حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں جن کے والد حضرت فاروق اعظم تھے۔ ❶

چنانچہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن نے اپنے مقرر کردہ گزارہ میں اضافہ کی خواہش کی۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹیوں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سمجھا کر اس مطالبہ سے باز رکھا۔ لیکن دوسری ازواج رضی اللہ عنہن اس مطالبہ پر قائم رہیں۔ اتفاق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی زمانہ میں گھوڑے سے گر پڑے۔ ایک درخت کی جڑ سے خراش آ گئی اور آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ سے متصل ایک بالا خانے میں قیام فرما ہوئے اور عہد کیا کہ ایک مہینہ تک ازواج مطہرات سے نہ ملوں گا۔ منافقین نے مشہور کر دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ افسوسناک خبر سن کر بہت رنجیدہ ہوئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو جب اس کی خبر ہوئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی لیکن اجازت نہ ملی۔ دوسری بار حاضر ہونے کی اجازت چاہی مگر اجازت نہ ملی۔ تیسری بار اجازت چاہی جو مل گئی۔ تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھری چارپائی پر لیٹے تھے۔ اور جسم اطہر پر بان کے نشانات تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے۔ اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی

❶ سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵۴۸

ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ''نہیں''۔
عرض کیا۔ کیا میں یہ بشارت عام مسلمانوں کو سنا دوں؟۔ اجازت پا کر اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اس پر تمام مسلمانوں اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں مسرت کی لہر دوڑ گئی''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ایک ایک دن گنتی تھی۔ جب ۲۹ دن ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بالا خانے سے نیچے تشریف لائے اور سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کا عہد فرمایا تھا۔ اور آج ۲۹ دن ہو چکے ہیں۔ فرمایا مہینہ کبھی ۲۹ دن کا بھی ہوتا ہے۔ [1]

واقعہ تخییر

تخییر کا واقعہ ایلاء کے واقعہ سے ایک دن بعد کا ہے۔ اور یہ واقعہ ۹ھ کا ہے۔
ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے اور فرمایا۔ عائشہ میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اس کا جواب اپنے والدین سے مشورہ کے بعد دینا تو بہتر ہوگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا بات ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجھ پر یہ آیات نازل ہوئی ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ○ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ۲۸-۲۹)

''اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم زندگانی اور زینت دنیا چاہتی ہو تو

[1] سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا سید سلیمان ندوی طبع اعظم گڑھ ص ۹۵

آؤ میں تمہیں کچھ دلا دوں۔ اور تمہیں اچھائی کے ساتھ رخصت کر دوں۔اور اگر تمہاری مراد اللہ اور اس کا رسول اور آخرت کا گھر ہے تو (یقین مانو کہ) تم میں سے نیک کام کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے زبردست اجر رکھ چھوڑے ہیں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں والدین سے مشورہ کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو اللہ اور اللہ کا رسول اور آخرت کا گھر اختیار کرتی ہوں۔ یہ جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت پسند فرمایا۔اور یہی بات جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج رضی اللہ عنہن سے دریافت کی۔تو انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح مثبت جواب دیا۔

جب یہ آیات نازل ہوئیں۔تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں ۹ بیویاں تھیں۔ ۵ قریش میں سے تھیں۔ حضرت عائشہ، حفصہ، ام حبیبہ، سودہ اور ام سلمہ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ اللہ علیہ رضی اللہ عنہن اور ۴۔ ان کے علاوہ مختلف قبائل سے تھیں۔یعنی حضرت صفیہ' میمونہ' زینب اور جویریہ رضی اللہ عنہن۔

مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

''اس آیت کے شان نزول کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں چار بیویاں تھیں۔حضرت سودہ رضی اللہ عنہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا۔ ابھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح نہیں ہوا تھا۔(احکام القران ابن العربی طبع مصر ۱۹۵۸ جلد ۳ ص ۱۵)

جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے سب سے پہلے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گفتگو کی۔اور فرمایا:

''میں تم سے ایک بات کرتا ہوں۔ جواب دینے میں جلدی نہ کرنا۔ اپنے

والدین کی رائے لے لو پھر فیصلہ کرو۔ پھر حضور ﷺ نے ان کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم آیا ہے اور یہ آیات ان کو سنا دیں۔ انہوں نے عرض کیا۔ اس معاملہ میں اپنے والدین سے کیا پوچھوں؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں۔ اس کے بعد حضور ﷺ باقی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک ایک کے ہاں گئے۔ اور ہر ایک سے یہی بات فرمائی۔ اور ہر ایک نے یہی جواب دیا۔ جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا''۔ [1]

صحیح بخاری تفسیر سورۃ الاحزاب میں ہے کہ جب یہ آیات نازل ہوئیں۔ تو اس وقت آپ ﷺ کے نکاح میں ۹ بیویاں تھیں۔ ان میں سے ۵ قریش سے تھیں اور ۴ دوسری۔ [2] (تفصیل گذشتہ صفحات پر آ چکی ہے)

اس اختلاف پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۹۵۳) لکھتے ہیں کہ:

''بعض محدثین رحمہم اللہ کی رائے ہے کہ یہ ذی الحجہ ۵ ھ کا واقعہ ہے اس اشتباہ کا سبب یہ ہے کہ بعض روایتوں میں یہ مذکور ہے۔ کہ یہ نزولِ حجاب سے پہلے کا واقعہ ہے لیکن آگے چل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں مذکور ہے کہ جب اس حادثہ کی مبہم خبر سے مسلمانوں میں اضطراب دیکھا۔ تو سمجھے کہ غسان کا بادشاہ حملہ آور ہوا۔ جس کی اطلاع پہلے ہو چکی تھی۔ غسان کا حملہ ۹ ھ میں ہونے والا تھا۔ حافظ ابن حجرؒ اور محدث دمیاطیؒ نے بہ دلائل ثابت کیا ہے کہ یہ اوائل ۹ ھ کا واقعہ ہے۔ (فتح الباری ج ۹ ص ۲۵۰) [3]

حافظ ابن حجرؒ اور محدث دمیاطیؒ کی تحقیق کے بعد علامہ ابن العربیؒ کی تحقیق سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

---

[1] تفہیم القرآن ج ۴ ص ۸۵ [2] احسن البیان ص ۱۱۷۶

[3] سیرۃ النبی ج ۱ ص ۵۴۷ حاشیہ

مولانا ابوالکلام آزادؒ (م ١٩٥٨) لکھتے ہیں:

''ازواج مطہرات نے توسیع نفقہ اور طلب اسباب راحت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر زور ڈالا۔ اور اس معاملہ میں تمام بیبیاں متفق ہوگئی تھیں۔ حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایلاء کرکے ایک ماہ کے لیے ان سے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ ایک مرتبہ ہمیشہ کے لیے فیصلہ ہوجائے۔ اور دونوں راستے ان کے آگے پیش کردیئے جائیں یا تو اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں آرام و راحت دنیوی کو بالکل خیر باد کہیں۔ یا دنیا کے نعائم و لذائذ کے لیے اللہ کے رسول کی امانت ترک کردیں۔ ازواج کا متفقہ فیصلہ یہ تھا کہ انہوں نے ہر چیز پر اللہ اور اس کے رسول کو ترجیح دی۔

اس حکم کے نزول میں بہت سی مصلحتیں پوشیدہ تھیں۔ یہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے بہت بڑی آزمائش تھی۔ دنیا کو دکھلانا تھا کہ جن لوگوں کو اللہ کے رسول نے اپنی زندگی میں شریک کیا ہے ان کے تزکیہ باطن اور خدا پرستی کا کیا حال ہے۔

حکم اگرچہ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے متعلق تھا مگر دراصل اس راہ کے لیے ایک عام بصیرت بھی پوشیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا کہ دو چیزیں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ جو دل اللہ اور اس کے رسول کی محبت و مرضاۃ کے طالب ہوں، انہیں چاہیے کہ پہلی ہی نظر میں دنیا اور اہل دنیا کی طرف سے دستبردار ہوجائیں۔ ❶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیوگی

صفر ١١ھ کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی علالت کا آغاز ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

❶ الہلال ٣/ جون ١٩١٤ بحوالہ ترجمان القرآن ج ٣ ص ٢٠٦۔ ٢٠٧

حجرہ عائشہ میں دفن کیا گیا۔ [1] یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ آپ کے حجرۂ مبارکہ میں امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں۔ یہ اعزاز آپ کے سوا دنیا جہان کی کسی اور عورت کو نصیب ہوا ہے نہ قیامت تک نصیب ہو سکتا ہے۔ وَ ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ :

بیوگی

۱۱ ربیع الاول ۱۱ھ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔ اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک ۱۸ سال تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے حجرے میں تین چاند ٹوٹ کر گر پڑے ہیں۔ انہوں نے اس کا ذکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس وقت کیا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی حجرہ میں مدفون ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان تین چاندوں میں سے ایک یہ ہے اور یہ ان میں سب سے بہتر چاند ہے۔ [2]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اب بیوہ ہو گئیں۔ اور اسی عالم میں انہوں نے عمر کے ۴۰ سال گزارے۔ جب تک زندہ رہیں اسی روضۂ اطہر کے متصل اقامت پذیر رہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے پہلے حضرت عائشہ اس حجرہ میں بے حجاب آتی تھیں۔ ایک شوہر تھا دوسرا باپ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد آپ فرماتی تھیں کہ اب وہاں بے پردہ جانے سے حجاب آتا ہے۔ یہاں حجاب سے مراد پردہ نہیں بلکہ جھجک ہے جو ایک پیکر غیرت وحیا خاتون کی فطری عادت ہوتی ہے۔ ورنہ یہ کوئی شرعی حکم نہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسری شادی ممنوع قرار دی

---

[1] نبی رحمت ج ۲ ص ۱۶۰

[2] الموطا للامام مالک' الجنائز' باب ما جاء فی دفن المیت حدیث ۳

بھی عرب کے ایک رئیس نے کہا تھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے میں عقد کروں گا۔ چونکہ یہ امر دینی و سیاسی مصالح ا رسان بوت کے خلاف تھا اس لیے اللہ تعالیٰ ے اس نظریے کی تردید کردی' اور یہ حکم ما ل ہوا:

﴿اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ﴾

(الاحراب:)

''پیغمبر مومنوں پر خود ن سے بھی زیادہ حق رکھنے و لے ہیں و پیغمبر کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں''۔

﴿وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَ جَهٗ مِنْ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا ۭ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب ۳)

''یہ تمہیں جائز نہیں ہے کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تکلیف دو۔ ورنہ مھیں یہ حلال ہے کہ آپ کے بعد کسی وقت بھی آپ کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یاد رکھو کہ اللہ کے نزدیک یہ بڑا گناہ ہے''۔

مولانا مودودی (م ۱۹۷۹ء) لکھتے ہیں:

''سورۂ احز ب کی آیت ۵۳ تا ۵۵ میں معاشرتی صلاح کا دوسر قدم اٹھایا گیا یہ حسب ذیل احکام پر مشتمل ہے۔ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں یہ قانون کہ گھروں میں صرف ان کے قریبی رشتہ دار آ سکتے ہیں۔ باقی رہے غیر مرد' تو انہیں اگر کوئی بات کہنی ہو یا کوئی چیز مانگی ہو تو پردے کے پیچھے سے کہیں یا مانگیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج رضی اللہ عنہن کے بارے مں یہ حکم دیا کہ وہ مسلمانوں کے لیے ماں کی طرح حرام ہیں۔ اور حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد بھی ن میں سے کسی کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح نہیں ہو سکتا''۔ [1]

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۹۵۳ء) فرماتے ہیں:

[1] تفہیم القرآن ج ۴ ص ٦٧

اصل بات یہ ہے کہ ز ج مطہرت رضی اللہ عنہن جو ایک مدت تک حامل نبوت کی محرم اسرار رہیں ان کی بقیہ زندگی صرف اس لیے تھی کہ مقدس شوہر کی تعلیمات اور اسباق عمل کو جب تک جیتی رہیں دہراتی رہیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ صرف اسی فرض کی بجا آوری میں صرف ہو۔ وہ مسلمانوں کی مائیں تھیں۔ [1]

امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات نازل فر ئے:

"ے نبی کی بیویو! تم میں سے جو بھی کھلی بے حیائی (کا ارتکاب) کرے گی، اسے دوہرا عذاب د یا جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت ہی سہل (سی ت) ہے۔ اور تم میں سے جو کوئی اللہ کی اور س کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی۔ ہم اسے اجر (بھی) دوہر دیں کے۔ وراس کے لیے ہم نے بہترین ر ری تیار کر رکھی ہے"۔

اے نبی کی بیویو. تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔ اگر تم پرہیزگا ی اختیار کرو تو نرم لہجے سے بات نہ کر ۔ کہ جس کے دل میں روگ ہو و کوئی بر خیال کرے۔ اور ہاں قاعدے کے مطابق کلام کرو ور اپنے گھروں میں قرار سے رہو۔ اور قدیم زمانے کی جاہلیت کی طرح اپنے بناؤ کا اظہار نہ کر اور نماز ادا کرتی رہو اور زکوٰۃ اد کرتی رہو۔ اور اس کے رسول کی اطاعت گزاری کرو۔ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ے نبی کی گھر والیو! تم سے وہ (ہر قسم کی) گندگی د ر کر دے۔ اور تمہیں خوب پاک کر دے ور تمہارے گھروں میں اللہ کی جو آیتیں ور سول کی جو احادیث پڑھی جاتی ہیں ان کا ذکر کرتی رہو۔ یقیناً للہ تعالیٰ لطف وکر کرنے والا (اور بات سے) خبر د ر ہے۔ (الاحزاب ۳۰۔۳۴)

---

[1] سیرت عائشہ ص ۱۰۸

مولانا سید مودودی لکھتے ہیں.

اللہ تعالیٰ نے اصلاح کی ابتداء نبی ﷺ کے گھر سے کرتے ہوئے زواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو حکم دیا کہ تبرج جاہلیت سے پرہیز کریں۔ قار کے ساتھ اپنے گھروں میں بیٹھیں اور غیر مردوں کے ساتھ بات چیت کرنے میں سخت احتیاط ملحوظ رکھیں۔ یہ پردے کے احکام کا آغاز تھا۔ [1]

[1] صحیح البخاری فرائض' ب تعلم الفرائض' حدیث ٦٧٢٧

۳ عام حالات

ا۔ عہد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تا عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

- عہد صدیقی
- عہد فاروقی
- عہد عثمانی
- عہد مرتضوی
- عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ
- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات

عام حالات

از عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تا عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

عہد صدیقی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین ہو چکی تو امہات المومنین رضی اللہ عنہن نے یہ مشورہ کیا' کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیجا جائے اور وراثت کا مطالبہ کیا جائے اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یاد دلایا:

> آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں فرمایا تھا۔ میرا کوئی وارث نہ ہو گا۔ میرے تمام متروکات صدقہ ہوں گے۔ یہ سن کر تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن خاموش ہو گئیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مدینہ یا بحرین کے نواح میں ایک جاگیر دے دی تھی۔ مرض الموت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

> افلاس و امارت دونوں حالتوں میں تم مجھے سب سے زیادہ محبوب رہی ہو۔ لیکن جو جاگیر میں نے تمہیں دی ہے۔ کیا تم اس میں اپنے دوسرے بھائی

[1] صحیح البخاری۔ فرائض۔ باب تعلیم الفرائض' حدیث ۔ ٦٧٢٧

بہنوں کو تریک کر لو گی؟ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بسر و چشم قبول کر لیا۔

اس کے بعد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ہمارے پاس مسلمانوں کے مال سے ایک لونڈی اور دو ونٹیوں کے سوا کچھ نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا میرے انتقال کے بعد یہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا۔ ❶

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اواخر جمادی الثانی ۱۳ ھ کو ۶۳ برس کی عمر میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ❷ اور آپ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز جنا ہ پڑھائی تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ یہ دوسرا چاند ہے جو میرے حجرہ میں داخل ہوا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بیوگی کے ساتھ سوا دو برس کے اندر ۲۰ سال کی عمر میں والد گرامی کی فات کا یہ صدمہ بھی اٹھانا پڑا۔

عہد فاروقی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بہت ریادہ احترام کیا جاتا تھا۔ عہد فاروقی میں جب فتوحات کا سلسلہ بہت زیادہ بڑھا ور مال غنیمت بیت المال میں کثرت سے جمع ہونے لگا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے امہات المومنین رضی اللہ عنہن کے وظیفے مقرر کر دیئے تھے۔ اور تمام ارواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو بارہ بارہ ہزر سالانہ وظیفہ دیا جاتا تھا۔ ❸

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خیبر کی زمین کو تقسیم کرنا چاہا۔ تو رواج لبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا تھا۔ کہ اگر وہ پسند فرمائیں تو اپنی زمین دے دیں۔ اور اگر چاہیں تو سالانہ

❶ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۳۶ ❷ خلفائے راشدین ص ۵۱
❸ الفاروق۔ ج ۲ ص ۲۹۰ مطبوعہ دہلی

۱۵۰ بوری غلہ بھیج دیا کریں۔ جتنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ہر زوجہ کو دیا کرتے تھے۔ اس بارے میں ان کے جوابات مختلف ہو گئے۔ کسی نے زمین لینا گوارا کی اور کسی نے غلہ' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے غلہ لینا پسند فرمایا تھا۔ ❶

عراق کی فتوحات میں موتیوں کی ایک ڈبیہ آئی تھی۔ اس کی تقسیم مشکل تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ اگر آپ اجازت دیں۔ تو یہ موتیوں کی ڈبیہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھیج دوں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی اجازت دے دی۔ آپ نے وہ ڈبیہ بھیج دی۔ چنانچہ جب موتیوں کی ڈبیہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچی۔ تو فرمایا:

"ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھ پر بڑے بڑے احسانات کیے۔ خدایا آئندہ مجھے ان کے عطیوں کے لیے زندہ نہ رکھنا"۔ ❷

۲۶/ ذی الحجہ ۲۳ھ کو حضرت فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا۔ اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔ اَعْلَی اللّٰهُ مَكَانَهٗ فِي جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ.

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تمنا اور خواہش تھی کہ وہ بھی حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہوں۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ اور فرمایا کہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت میں عرض کرو۔ کہ عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے تو وہ رو رہی تھیں۔ حضرت عبداللہ نے اپنے والد کا پیغام پہنچایا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

اس جگہ کو میں اپنے لیے محفوظ رکھنا چاہتی تھی لیکن آج میں عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر

❶ عمر فاروق۔ طنطاوی ص ۲۱۹

❷ مستدرک حاکم معرفۃ الصحابۃ' حدیث ۶۷۲۵ ج ۴' ص ۹

ترجیح دیتی ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ ا ُالمومنین رضی اللہ عنہا نے اس کی اجازت دے دی ہے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

''الحمدللہ! میرے لیے اس خواب گاہ سے بڑھ کر کوئی بات قابل اہمیت نہ تھی''۔

اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

جب میری روح قبض ہو جائے۔ تو میرا پیکر خاکی چارپائی پر ـلے جانا اور دروازہ پر ٹھہر ُور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پھر اجازت مانگنا۔ اگر وہ بخوشی اجازت دے دیں تو مجھے ریاض جنت میں دفن کرنا۔ ورنہ عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ کہیں آپ رضی اللہ عنہا میری حاکمانہ حیثیت کے پیش نظر اجازت دے رہی ں۔ بہرحال جب آپ رضی اللہ عنہ کا جسد خاکی لے جایا گیا تو سب مسلمان اس درجہ متأثر و غم زدہ تھے، جیسے اس سے پہلے ان پر اور کوئی مصیبت نہ پڑی ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ے فر خدلی سے دوبارہ اجازت دے دی۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا۔ [1] ا ر یہ تیسرا چاند تھا جو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں نگاہوں سے اوجھل ہوا۔

عہد عثمانی

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اموی تھے اور انہیں ''ذوالنورین''

[1] المرتضیٰ۔ ص ۱۸۵

کا خطاب ملا تھا۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما یکے بعد دیگرے اس کے نکاح میں آئیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ تمہیں خلافت کی قمیص پہنائی جائے گی۔ اس کو اپنی خوشی سے نہ اتارنا۔ ❶

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مدت خلافت ۱۲ سال ہے۔ اس کو دو ادوار پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ دور اول جو نصف مدت خلافت سے زیادہ پر مشتمل ہے غیر معمولی عروج و ترقی' وسعت فتوحات اور رفاہیت و خوش حالی کا دور ہے۔ اس دور میں مملکت اسلامیہ کا رقبہ مرکش سے کابل تک پھیل گیا۔ دولت کی ریل پیل ہوئی۔ لیکن دور ثانی جو چار پانچ برسوں پر مشتمل ہے اس کے برعکس سخت انتشار و پراگندگی اور فتنہ و فساد کا دور ہے۔

آنحضرت ﷺ کے عہد میں پورا عرب حلقہ بگوش اسلام ہو گیا تھا۔ لیکن طبیعت کی افتاد' فطری مزاج' آنحضرت ﷺ سے قرب و معیت' شرف صحبت اور تعلیم و تربیت کے اعتبار سے یہ سب لوگ یکساں مرتبہ و مقام کے مالک نہیں تھے ان میں فرق تھا۔

نخضرت ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اس کے زمانہ خلافت میں اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرنے کے لیے تین گروہ میدان میں آئے:

❶ مدعیان نبوت ❷ مرتدین ❸ مانعین زکوۃ

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کمال ایمانی جراءت کا مظاہرہ فرمایا آپ نے بیک وقت تینوں محاذوں پر ان کا مقابلہ کر کے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ اور اسلام کی وحدت رسالمیت کو مجروح ہونے سے بچا لیا۔

❶ مسند احمد :۶/ ۸۶'۸۷

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے۔ اوران کے دور میں فتوحات کا سلسلہ بہت زیادہ وسیع ہوا۔ فتنہ پرور عناصر نے در پردہ سازشیں شروع کیں۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے صاحب جلال و جبروت حلیفہ تھے کہ جس کے رعب وجلال اور دبدبہ وطنطنہ کے سامنے کوئی دم نہیں مارتا تھا اور بڑے بڑے سلاطین ان سے لرزاں وترساں تھے۔ چنانچہ لوگ کھل کر سامنے نہ آ سکے۔ البتہ در پردہ سازشوں میں مصروف رہے۔ اوران کی سازش ہی کے نتیجہ میں امر ربی پورا ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مرتبہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں عرب میں فتوحات کا آغاز ہو چکا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ان میں استحکام پیدا ہوا۔ اوران کے دائرہ حکومت میں بڑی وسعت بھی ہوئی۔ اوراس کی وجہ سے معاشرہ کی کیا کیفیت ہوئی؟ اس کا مختصراً تذکرہ کیا جاتا ہے۔

اسی زمانہ میں یمن کا عبداللہ بن سبا جو دراصل یہودی نژاد تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں مسلمان ہو گیا۔ یہودیوں کا یہ دستور ہے کہ وہ دشمن سے' دشمن بن کر انتقام نہیں لے سکتے تو فوراً سپر ڈال کر اس کے مخلص دوست بن جاتے ہیں۔ اور آہستہ آہستہ مخفی سازشوں سے اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ اس کی مثال ملاحظہ فرمائیں:

> یہود جب زور وقوت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت کو بے اثر نہ کر سکے۔ تو ان میں پولوس نامی ایک یہودی نے عیسائی بن کران کی تعلیم کے اصلی جوہر کو ختم کر دیا۔ [1]

یہودی النسل عبداللہ بن سباء نے اسلام کالبادہ اوڑھ کر سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کو دعویٰ کیا۔ علاوہ ازیں اس نے اس بات کا بھی پرچار کرنا شروع

[1] سیرۃ عائشہ سید سلیمان ندوی ص ۱۱۵۔۱۱۶

کر دیا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ آنحضرت ﷺ دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

اس کا قول تھا:

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو نزول ہو اور نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کا نہ ہو؟ [1]

عبداللہ بن سبا یہ پروپیگنڈا بھی کرتا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت ناجائز ہے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق چھین لیا ہے۔ ور اس کو ثابت کرنے کے لیے خلافت عثمانی میں ہر قسم کے عیب نکالتا اور ان کے خلاف پروپیگنڈا کرتا اور اپنے (خود ساختہ) عقائد و افکار کی خفیہ طور پر تبلیغ کرتا تھا۔ اور اس سلسلہ میں اس نے حجاز، کوفہ، بصرہ اور دمشق کا سفر کیا۔ اور آخر کار اس نے مصر کو اپنا مرکز بنایا اور اپنے پیروکاروں کا ایک خاصہ حلقہ پیدا کر لیا۔ جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک باقاعدہ اور منظم سازش میں مصروف عمل رہا۔ مؤرخین نے اس کے پیروکاروں کو سبائیہ یا "سبائی" کے نام سے یاد کیا ہے۔ عبداللہ بن سبا ۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے کچھ عرصہ بعد مرا۔ [2]

عبداللہ بن سبا نے ملک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف پروپیگنڈا کی جو مہم شروع کر رکھی تھی۔ ان میں وہ درج ذیل الزامات آپ رضی اللہ عنہ پر عائد کرتا تھا:

1. کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ومثلاً حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، معیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ وغیرہ کو معزول کر کے ان کی جگہ اپنے کنبہ کے لوگوں کو مامور کیا ہے۔

---

[1] مشہور مصری مصنف احمد امین اپنی کتاب "فجر الاسلام" میں لکھتے ہیں۔ کہ عبداللہ بن سبا کا یہ عقیدہ یہودیت کا اثر تھا۔ کیونکہ یہود کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت الیاس پیغمبر آسمان پر چڑھ گئے ہیں۔ وہ دنیا میں پھر واپس آئیں گے۔ اور دین کا احیاء کریں گے۔ "فجر الاسلام" ص ۲۷۰۔

[2] "عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ" سعید احمد اکبر آبادی مطبوعہ دہلی ص ۱۸۱

صحیح نہیں اترتا۔ ❶

عبداللہ بن سبا نے اپنی تحریک کا مرکز مصر کو بنایا تھا اس نے مصر کی زمین کو سازش اور پروپیگنڈہ کے حق میں سب سے بہتر پایا۔ یہ اس کی چال کامیاب رہی۔ چنانچہ سب سے زیادہ مصری ہی تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور آخر انہوں نے مدینے آ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ اور مطالبہ کیا کہ آپ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کا یہ مطالبہ مسترد کر دیا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہ عثمان رضی اللہ عنہ، لوگوں کا مطالبہ کیسا ہی ہو مگر تم خلافت ان کے حوالے نہ کرنا۔ کیونکہ اس طرح رسم بد شروع ہونے کا اندیشہ تھا۔ ویسے بھی خلافت سے دستبردار ہونا غیر آئینی امر تھا۔ اور اگر آپ یہ غیر آئینی کام کرتے تو آئندہ کے لئے یہ ایک مثال قائم ہو جاتی' کہ جہاں چند لوگ مل کر عہدہ سے برطرف کرنا چاہتے کر دیتے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جان تو دے دی مگر آئین کو کوئی گزند نہ پہنچنے دیا۔ گویا آپ نے اپنی جان کی قربانی دے کر ایک طرف فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی' اور دوسری طرف آئین کو تحفظ دیا۔ جہاں تک اعتراضات کا تعلق تھا تو وہ سراسر غلط اور بے جا تھے' پھر بھی آپ ان کے جوابات دیتے رہے۔ مگر چونکہ ان باغیوں کا مقصود کچھ اور تھا' اس لئے وہ آپ کی کوئی بات سنتے ہی نہ تھے۔ اور اپنا ناجائز مطالبہ دہرائے جاتے تھے۔ بلوائی اور فسادی لوگ برابر اپنی ہٹ پر قائم رہے۔ اور آپ کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔

محاصرین میں محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کبھی اچھے بھلے لوگ بھی غلط پروپیگنڈے کا شکار ہو جاتے ہیں یہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے محمد رضی اللہ عنہ، سبائی پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حد سے زیادہ خلاف ہو گئے تا آنکہ آپ رضی اللہ عنہ کو جان سے مار دینے پر تل گئے۔ اسی طرح پیچھے آپ پڑھ

❶ خلفائے راشدین ص ۲۱۲

چکے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب الزام لگا تو حضرت حسان رضی اللہ عنہ، مسطح رضی اللہ عنہ اور حمنہ رضی اللہ عنہا ایسے عظیم مرد و خواتین رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہو گئے تھے۔ یہاں بھی یہی صورتحال ہے۔ محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ صحابی بھی تھے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بھائی بھی تھے۔ ان کی ماں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نکاح میں آئی تھیں۔ اور انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آغوش میں تربیت پائی تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر سمجھایا کہ تم جو کچھ کر رہے ہو، ٹھیک نہیں ہے اس سے باز آ جاؤ۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حج کی تیاری شروع کی اور محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ لے جانا چاہا۔ مگر وہ آمادہ نہ ہوئے۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حج کے ارادہ سے مکہ معظمہ چلی گئیں۔ محاصرین کو یہ موقع ہاتھ آیا اور انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ جاری رکھا۔ تا آنکہ بلوائیوں نے ۱۸/ ذی الحجہ ۳۵ھ کو آپ کو بڑے ظالمانہ طریقہ سے شہید کر دیا۔ [1] بَرَّدَ اللّٰہُ مَضْجَعَهٗ وَ اَعْلَى اللّٰهُ مَقَامَهٗ فِيْ جَنَّةِ الْفِرْدَوْسِ۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلین میں سات سو (۷۰۰) مصری تھے۔ جن کے قائد عبدالرحمٰن بن عدلیس، کنانہ بن بشر اور عمرو بن حمق تھے۔ کوفہ سے آنے والوں کی تعداد دو سو (۲۰۰) تھی اور ان کے لیڈر مالک بن الاشتر نخعی تھا۔ بصرہ سے صرف ایک سو (۱۰۰) باغی حکیم بن جبلہ کی زیر قیادت آئے۔ [2]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو مکہ اور مدینہ کے درمیان ملی۔ وہ حج سے واپس آ رہی تھیں۔ تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم مارے گئے۔ خدا کی قسم ان کا نامہ اعمال دھلے کپڑے کی

---

[1] طبری ج ۴ ص ۳۸۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۱

طرح پاک ہو گیا''۔ ❶

عہد مرتضوی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مسئلہ خلافت درپیش ہوا کہ اس کا منصب کون سنبھالے۔

چنانچہ اس کے لیے چار بزرگوں پر نظر پڑی:

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ گوشہ نشین ہو گئے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے طرفدار تھے' جبکہ اہل مصر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے حامی تھے۔ لیکن انقلاب پسند مصری حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے طرفداروں میں تھے۔ کچھ لوگ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانے پر مصر تھے۔ اور اس کے علاوہ کچھ لوگ اس بات کے خواہاں تھے۔ کہ عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا جائے۔ لیکن ان کی تعداد کوئی زیادہ نہ تھی۔ ❷

مصری زیادہ زور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر دے رہے تھے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سے گریز تھا۔ لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ مشکل کس طرح حل کی جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے بار بار رجوع کیا جا رہا تھا۔ آخر لوگوں کے زیادہ اصرار اور حالات کی نزاکت و سنگینی دیکھتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے۔ ہر شخص کہہ رہا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اس منصب کے لائق نہیں ہے۔ اور حقیقت بھی یہی

❶ خلفائے راشدین ص ۲۳۷

❷ سیرت عائشہ سید سلیمان ندوی ص ۱۱۷

ہے کہ اس وقت امت اسلامیہ کی باگ ڈور سنبھالنے والا' خلافت راشدہ کی نازک ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے والا اور اس کے لیے ہمہ گیر صلاحیتوں اور کمالات کا حامل ابوبکر' عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے بعد علی مرتضی رضی اللہ عنہ' سے زیادہ کوئی نہ تھا۔ ❶

جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوگئی۔ تو ان کے پاس حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے۔ اور ان کے ساتھ دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ ان سب نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قتل کا بدلہ اور حدود قائم کرنے کا مطالبہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ عذر پیش کیا۔ کہ یہ لوگ تعداد میں بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے یہ کام سرانجام دینا ممکن نہیں ہے۔ ❷

جیسا کہ علامہ عباس محمود العقاد مصری لکھتے ہیں:

> ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاتلین سے قصاص لینے کی بات کی تو یک بارگی فوج جس کی تعداد دس ہزار تھی نیزے اٹھا کر کھڑی ہوگئی۔ اور علانیہ پکار اٹھی۔ کہ ہم سب عثمان کے قاتل ہیں۔ جو قصاص لینا چاہتا ہو وہ ہم سب سے قصاص لے۔ ❸

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ عذر پیش کیا کہ اس وقت حالات ناسازگار ہیں۔ اس لیے عثمان رضی اللہ عنہ کا قصاص نہیں لیا جا سکتا۔ جب حالات سازگار ہوں گے تو اس طرف توجہ کی جائے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ جواب سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مدینہ سے مکہ آگئے۔ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مقیم تھیں۔ اور مکہ آکر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر بصرہ آئے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قصاص کا مطالبہ کرنے لگے۔ ❹

بصرہ پہنچ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اہل بصرہ کے سامنے درج ذیل تقریر کی:

> بعض شہروں کے مفسدوں اور بعض قبیلوں کے فتنہ پرور لوگوں نے حرم نبوی

---

❶ المرتضی ص ۲۲۸ ❷ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۲۸

❸ العبقریات الاسلامیہ ص ۹۲۴ ❹ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۱۔۳۲

میں پہنچ کر جنگ کی اور فساد برپا کیا۔ انہوں نے امام المسلمین اور امیر المومنین کو ناکردہ گناہ سے قتل کیا ہے۔ ان کے گھر میں لوٹ مار مچائی ہے اور اسی لیے یہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی لعنت کے مستحق ہیں۔ میں مسلمانوں کو لے کر نکلی ہوں۔ تا کہ ان ظالموں کو کیفر کردار تک پہنچاؤں۔

اس کے بعد آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۱۱۴)

''وہ لوگ جو آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ ان میں صاحب خیر بس وہی ہیں جو خیرات' امور خیر اور لوگوں میں صلح صفائی کا حکم کرتے ہیں''۔

نیز فرمایا۔ بس یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جس کے لیے ہم آئے ہیں۔ اور تم لوگوں سے میں کہتی ہوں کہ تم ہمارا ساتھ دو۔ [1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ' کو جب اس کی اطلاع ملی۔ تو آپ نے مدینہ میں حضرت سہیل بن حنیف انصاری رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام بنایا۔ اور خود بصرہ تشریف لے گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب فوج کے ساتھ بصرہ پہنچے۔ اس وقت بصرہ کے لوگ تین گروہوں میں منقسم تھے۔ ایک خاموش اور غیر جانبدار تھا۔ دوسرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طرفدار تھا۔ اور تیسرا گروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کا حامی تھا۔

جنگ کی یہ تیاریاں دیکھ کر غیر جانبدار لوگوں نے کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ اور کسی طرح باہمی اختلافات دور ہو جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دونوں چاہتے تھے کہ جنگ کی نوبت نہ آئے۔ لیکن دونوں طرف کچھ ایسے عناصر شامل تھے جن کے لیے مصالحت سم قاتل اور شدید نقصان دہ تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فوج میں سبائی اور قاتلین عثمان رضی اللہ عنہ' شامل تھے۔ اور حضرت

[1] طبری بحوالہ عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ص ۲۶۲

عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں زیادہ تر اموی تھے۔ اس لیے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ اگر مصالحت ہوگئی تو پھر ہماری خیر نہیں۔ اس لیے انہوں نے رات کی تاریکی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فوج میں زوردار حملہ کر دیا۔ اور گھبراہٹ میں فریقین نے یہ سمجھ کر کہ دوسرے فریق نے دھوکہ دیا ہے' ایک دوسرے پر حملہ شروع کر دیا۔ بڑے گھمسان کی جنگ ہوئی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ایک بات پر جنگ سے علیحدہ ہو کر چلے گئے۔ مگر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ شہادت سے سرفراز ہوئے اور جنگ کا فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حق میں ہو گیا۔

یہ واقعہ جمادی الثانی ۳۶ھ کو پیش آیا۔ اور اس جنگ میں مقتولین کی تعداد ۱۳ ہزار تھی۔ ❶

جنگ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے میدان جنگ میں مقتولین کا معائنہ کیا۔ تو مقتولین میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی لاش دیکھی تو فرمایا:

''اللہ کی رحمت ہو تم پر اے ابو محمد! میرے لیے یہ انتہائی دردناک بات ہے کہ تم کو آسمان کے تاروں کے نیچے پڑا ہوا پاؤں۔ پھر فرمایا کہ میں اللہ ہی سے فریاد کرتا ہوں اور اپنی ذرہ ذرہ باتوں کے بارے میں تمنا کرتا ہوں۔ کہ کاش میں ۲۰ سال پہلے دنیا سے رخصت ہو گیا ہوتا''۔ ❷

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ جنگ سے علیحدہ ہو کر چلے گئے تھے۔ ان کو راستہ میں عمرو بن میرموز نے شہید کر دیا۔ اور ان کا سر تن سے جدا کر کے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ اس کو توقع تھی کہ یہ اس کا کارنامہ سمجھا جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے یہاں مرتبہ پائے گا۔ لیکن جب اس نے اجازت چاہی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اس کو اندر آنے دو۔ جب وہ آپ کے سامنے آیا۔ تو فرمایا:

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ابن صفیہ رضی اللہ عنہا (زبیر)

❶ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۲ ❷ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۴۸

کا قاتل جہنمی ہوگا۔ اس کو جہنم کی خبر دے دو۔ ❶

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بصرہ میں چند دنوں تک آرام و آسائش سے ٹھہرانے کے بعد محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ عزت و احترام کے ساتھ مدینہ بھیج دیا۔ اور بصرہ کی ۴۰ منفرد خواتین کو بھی ہمراہ بھیجا۔

اور بہت بڑی رقم پیش کی۔ اور رخصت کرنے کے لیے خود چند میل تک ساتھ گئے۔ یہ واقعہ یکم رجب ۳۶ھ کا ہے۔ ❷

جنگ جمل کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ندامت کا اظہار کرتی تھیں۔ اور اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ کاش میں یوم الجمل سے پہلے دنیا سے رخصت ہوگئی ہوتی۔ اور بہت زیادہ روتی تھیں۔ کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا۔ ❸

جنگ جمل کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ سے اپنا دار الحکومت کوفہ منتقل کر لیا۔ اس بارے میں ارباب سیر کی مختلف آراء ہیں۔ کہ آیا حضرت علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کا یہ اقدام صحیح تھا یا نہیں۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم لکھتے ہیں:

میرے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت سے حرم نبوی کی جو توہین ہوئی اس نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو مجبور کیا کہ وہ آئندہ سلطنت کے سیاسی مرکز کو علمی اور مذہبی مرکز سے علیحدہ کر دیں۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرفدار اور حامیوں کی اس وقت سب سے بڑی تعداد تھی۔ گو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مدینہ کو سیاسی شر و فتن سے بچانے کے لیے عراق کو دار الحکومت بنایا تھا۔ لیکن اس کا کوئی بہتر نتیجہ مرتب نہیں ہوا بلکہ اس سے مدینہ کی سیاسی اہمیت ختم ہوگئی۔ اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ مرکز اسلام سے دور ہو گئے۔ جو سیاسی حیثیت سے آئندہ ان کے لیے مضر ثابت ہوا۔ ❹

---

❶ ایضاً ج ۷ ص ۲۵۰
❷ ایضاً ص ۲۴۷
❸ المرتضیٰ ص ۲۴۱
❹ المرتضیٰ ص ۲۴۱

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم (م ۱۹۹۹ء) لکھتے ہیں:

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا صرف اس لیے کیا کہ مدینہ منورہ کو جو ان کا محبوب شہر تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور مدفن مبارک تھا اس کو داخلی جنگوں اور فوجی تنازعات سے دور اور الگ تھلگ رکھیں۔ کیونکہ اندرونی خلفشار شروع ہو چکا تھا۔ اور حالات کے رخ سے پتہ مل رہا تھا کہ ایسا ہو گا۔ لہٰذا مسجد نبوی' حرم ثانی اور آرامگاہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کا تقاضا تھا کہ وہ کسی قسم کے فتنہ کا مرکز نہ بنے۔ [1]

علامہ محمود عباس عقاد مصری مرحوم لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عالمی امامت کا مرکز کوفہ کو بنایا' وہ مصلحت وضرورت کے عین مطابق تھا۔ کیونکہ اسلامی سلطنت اس وقت جس مرحلہ میں تھی۔ اس میں ضرورت تھی کہ مرکز ایسے مقام پر ہو جہاں تمام قومیں آ کر ملتی ہوں اور ہند' فارس' یمن' عراق اور شام کی باہمی تجارتوں کے لیے مشترکہ گزرگاہ ہو۔ چنانچہ کوفہ ثقافتی پایہ تخت بھی تھا جہاں کتابت' زبان' قرأت' اور انساب اور فنون شعر و داستان گوئی اس زمانہ میں کمال کے درجہ میں تھا۔ یہ مقام اس وقت کے لحاظ سے دارالخلافہ بننے کی تمام خصوصیات رکھتا تھا۔ [2]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمان بن ملجم خارجی نابکار نے ۱۷۔ رمضان ۴۰ھ بروز جمعہ کوفہ میں شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور آپ کو کوفہ کے دارالامارۃ میں دفن کیا گیا۔ [3]

حضرت علی رضی اللہ عنہ' کی شہادت کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو سارے شہر میں

---

[1] خلفائے راشدین ص ۲۹۵
[2] العبقریات الاسلامیہ ص ۹۵۲
[3] البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۳۳۱

کہرام مچ گیا۔ کوئی آنکھ نہ تھی جو روتی نہ ہو۔ قریب قریب وہی منظر تھا جو رسول اللہ ﷺ کی وفات کے دن دیکھا گیا۔ جب ذرا سکون ہوا تو لوگوں نے کہا کہ حضرت عائشہ ؓ کے پاس چلتے ہیں۔ تاکہ دیکھا جائے کہ حضرت علی ؓ کی شہادت کی خبر سن کر ان کا کیا حال ہے۔ جب لوگ حضرت عائشہ ؓ کے گھر گئے تو پتہ چلا کہ شہادت کی خبر ان کو مل چکی ہے۔ اور ام المومنین غم سے نڈھال بیٹھی رو رہی ہیں۔ تو لوگ خاموش واپس آ گئے۔

مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم لکھتے ہیں:

دوسرے دن مشہور ہوا کہ ام المومنین رسول اللہ ﷺ کی قبر پر جا رہی ہیں جتنے بھی مہاجرین وانصار تھے استقبال کے لیے کھڑے ہوئے اور سلام کرنے لگے۔ مگر ام المومنین نہ کسی کے سلام کا جواب دیتی تھیں نہ بولتی تھیں۔ شدت گریہ سے زبان بند تھی۔ دل تنگ تھا' چادر تک نہ سنبھلتی تھی۔ بار بار پیروں میں الجھتی۔ اور آپ لڑکھڑا جاتیں۔ بہ دقت تمام پہنچیں۔ لوگ پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ حجرہ میں داخل ہوئیں تو دروازہ پر کھڑی ہو گئیں اور ٹوٹی ہوئی آواز میں کہا:

اے نبی ہدایت! تجھ پر سلام' ابوالقاسم تجھ پر سلام' رسول اللہ ﷺ آپ اور آپ کے دونوں ساتھیوں پر سلام! میں آپ کے محبوب ترین عزیز کی موت کی خبر آپ کو سنانے آئی ہوں۔ میں آپ کے عزیز ترین کی یاد تازہ کرنے آئی ہوں۔ واللہ! آپ کا چنا ہوا حبیب' منتخب کیا ہوا عزیز قتل ہو گیا۔ جس کی بیوی افضل ترین عورت تھی۔ واللہ! وہ قتل ہو گیا جو ایمان لایا اور ایمان کے عہد میں پورا اترا۔ میں رونے والی غم زدہ ہوں۔ میں اس پر آنسو بہانے والی اور دل جلانے والی ہوں۔ اگر قبر کھل جاتی تو آپ کی زبان بھی یہی کہتی

کہ آپ کا عزیز ترین اور افضل ترین انسان قتل ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایک روایت میں ہے کہ ام المومنین نے جب امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنی۔ تو ٹھنڈی سانس لی اور کہا:

اب عرب جو چاہیں کریں انہیں روکنے والا باقی نہیں رہا۔ [1]

عہد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی شخصیت تعارف سے بے نیاز ہے' عرب کا عزم و جزم و عقل و تدبر' پورے تناسب اور آب و تاب سے اس دماغ میں جمع تھا۔ عربی کتب' ادب و تاریخ ان کے تدبر و سیاست کے واقعات سے لبریز ہیں۔ تقریباً پوری زندگی امارت و حکومت میں بسر ہوئی' اور ہمیشہ ان کی سیاست کامیاب رہی۔ وہ اس عہد کے نہایت کامیاب سیاستدان تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ کے عہد میں لوگ شوریدہ سر اور حالات ابتر ہو چکے تھے۔

مولانا ابوالکلام آزادؒ لکھتے ہیں:

مؤرخین نے اتفاق کیا ہے کہ عرب کی سیاست تین سروں (دماغوں) (Brains) میں جمع ہو گئی تھی۔ عمرو بن العاص' معاویہ بن ابی سفیان' زیاد بن ابیہ اتفاق سے یہ تینوں سر (دماغ) مل کر ایک ہو گئے۔ انہوں نے سیاسی حکمت عملیوں سے اسلامی سیاست کا دھاوا اس طرف پھیر دیا جدھر وہ پھیرنا چاہتے تھے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور خلافت راشدہ کے مقام کو صرف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیاست نے شکست نہیں دی تھی۔ اس میں سب سے زیادہ کارفرما دماغ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تھا۔ [2]

حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا شجرہ نسب پانچویں پشت میں جا

---

[1] انسانیت موت کے دروازے پر ص ۹۰-۹۱ [2] ایضاً ص ۱۴۵

کر آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے۔ ان کا خاندان بنو امیہ زمانہ جاہلیت سے قریش میں معزز و ممتاز چلا آتا تھا۔ ان کے والد ابوسفیان مشہور سردار تھے اور آغاز بعثت سے فتح مکہ تک اسلام کے شدید دشمن رہے۔ اور نبی اکرم ﷺ کو زک پہنچانے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ اس زمانہ میں اسلام کے خلاف جس قدر تحریکیں اٹھیں۔ ان سب میں علانیہ یا در پردہ ان کا ہاتھ ضرور ہوتا تھا۔

فتح مکہ کے دن ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خوشی میں آنحضرت ﷺ نے انہیں مبارکباد دی۔ قبول اسلام کے بعد غزوہ طائف اور غزوہ حنین میں شریک ہوئے۔ غزوہ حنین کے مال غنیمت میں آنحضرت ﷺ نے انہیں ایک سو (۱۰۰) اونٹ اور ۴۰۔ اوقیہ سونا چاندی مرحمت فرمایا تھا۔ اور اسی زمانہ میں ان کے خاندانی وقار کے لحاظ سے ان کو کتابت وحی کا جلیل القدر منصب عطا ہوا۔ ❶

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بالکل آخر میں اسلام لائے تھے۔ اس لیے عہد نبوی میں کوئی نمایاں کارنامہ سرانجام نہ دے سکے۔ البتہ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں ان کے کارنامے ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان دمشق کے گورنر تھے۔ ان کا ۱۸ھ میں انتقال ہوگیا۔ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ ان کو دمشق کا گورنر مقرر کر دیا۔ اور ایک ہزار ماہانہ تنخواہ مقرر کی۔ ❷ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے اوصاف و کمالات کی وجہ سے ان کو ''کسرائے عرب'' کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ ❸

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ۴ سال تک دمشق کے گورنر رہے۔ ۲۳ھ میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور حضرت عثمان بن عفان

❶ تہذیب الاسماء رحمہ اللہ نووی ج ا ص ا۔۲ ❷ الاستیعاب ج ا ص ۲۶۱

❸ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۹۴

رضی اللہ عنہ تیسرے خلیفہ راشد منتخب ہوئے تو انہوں نے ان کی تجربہ کاری کی وجہ سے پورے شام کا والی (حکمران) بنا دیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے۔ مگر وہ ٦ ماہ بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ اور اس صلح کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پورے عالم اسلام کے مسلّمہ خلیفہ ہو گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْ مُعَاوِيَةَ الْكِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ ❶

''اے اللہ! معاویہ کو کتاب اللہ اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے بچا''۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا وَاهْدِ بِهِ۔ ❷

''اے اللہ! معاویہ کو ہادی اور مہدی بنا اور ان کے ذریعہ سے (لوگوں کو) ہدایت دے''۔

حافظ ابن کثیرؒ البدایہ والنہایہ میں عبدالرحمان بن ابی عمرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں تین بار یہ دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ هَادِيًا مَّهْدِيًّا۔ ❸

''اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا''۔

عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا:

اَللّٰهُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَقِهِ الْعَذَابَ۔ ❹

---

❶ صحیح ابن حبان ج:١٦ ص ١٩٢۔ مسند احمد مسند الشامیین' حدیث: ١٧٢٨٣ والمعجم الکبیر للطبرانی حدیث: ٦٢٨' جلد' ١٨' ص ٢٥٢

❷ جامع الترمذی' المناقب' باب مناقب معاویۃ بن ابی سفیان' حدیث: ٣٨٤٢

❸ البدایہ والنہایہ ج ٨ ص ١٢١ ❹ ایضاً

''اے اللہ! معاویہ کو کتاب اللہ کا علم سکھا دے۔ اسے جنت میں داخل فرما اور جہنم کے عذاب سے محفوظ رکھ''۔

''کنز العمال'' میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَبْعَثُ اللّٰهُ مُعَاوِيَةَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَعَلَيْهِ رِدَآءٌ مِنْ نُوْرِ الْإِيْمَانِ۔ ❶

''اللہ تعالیٰ قیامت کے روز معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں اٹھائیں گے کہ ان کے جسم پر نور ایمان کی چادر لپٹی ہوگی''۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت زیادہ فیاض، حلیم اور زیرک تھے۔ فیاضی، حلم اور زیرکی ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ اور یہ تینوں اوصاف کسی کامیاب سیاستدان کے لیے ازبس ضروری ہیں۔ جو رب تعالیٰ نے ان میں جمع فرما دیئے۔

آپ رضی اللہ عنہ امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت بجالانا اپنے لیے باعث سعادت و افتخار سمجھتے تھے۔ آپ دل و جان سے تمام امہات المومنین رضی اللہ عنہن کی خدمت و توقیر بجا لاتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بہت زیادہ خدمت کرتے تھے۔ ان کی خدمت میں جب بھی رقم بھیجتے تھے ایک لاکھ سے کم نہ ہوتی تھی۔ ❷

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آپس میں اچھے تعلقات تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ جب بھی مدینہ منورہ آتے تو ملاقات کے لیے ام المومنین رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور ان سے پند و نصائح کی درخواست کرتے اور کبھی کبھی بذریعہ خط بھی پند و نصائح کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں درخواست کرتے تھے۔ ❸

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو خط لکھا کہ مجھ کو مختصر سی

---

❶ کنز العمال ج ۶ ص ۱۹

❷ مستدرك حاكم، معرفة الصحابة، حديث: ۶۷۲۵، جلد ۷ ص ۲۴۰۴

❸ تاریخ طبری ج ۷ ص ۲۰۲

نصیحت کیجئے:۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب میں لکھا:

السلام علیکم!

امابعد! میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص انسانوں کی ناراضامندی کی پرواہ نہ کر کے اللہ کی رضا جوئی کرے گا۔ اللہ انسانوں کی ناراضامندی کے نتائج سے اس کو محفوظ رکھے گا۔ اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے انسانوں کی رضامندی کا طلب گار ہو گا۔ اللہ اس کو انسانوں کے ہاتھ میں سونپ دے گا۔ والسلام علیک۔ [1]

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے رجب ۶۰ھ میں دمشق میں انتقال کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا کی وفات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ۶۷ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک ۵۸ھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے' جو ان دنوں مدینہ کے قائم مقام گورنر تھے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ' عبداللہ بن عتیق رضی اللہ عنہ، عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بھتیجوں اور بھانجوں نے قبر میں اتارا۔ اور جنت البقیع میں دفن کیا۔ جنازہ میں بہت زیادہ ہجوم تھا۔ ارباب سیر نے لکھا ہے کہ اتنا بڑا لوگوں کا ہجوم کبھی نہیں دیکھا گیا' حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ لاولد تھیں۔ [2]

❁ ❁ ❁

---

[1] سیرۃ عائشہ ص ۱۴۱ مطبوعہ اعظم گڑھ
[2] مسند احمد: ۶/ ۱۵۱

۴ اخلاق و عادات

- اخلاق
- قناعت پسندی
- ضرورت مندوں کی اعانت
- شوہر کی اطاعت
- شوہر سے محبت
- غیبت اور بدگوئی سے احتراز
- خودستائی سے پرہیز
- خودداری
- انصاف پسندی
- شجاعت
- فیاضی
- خشیت الٰہی
- عبادت الٰہی
- معمولی باتوں کا لحاظ
- غلاموں پر شفقت
- فقراء کی اعانت
- پردہ کا اہتمام

اخلاق وعادات

اخلاق

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اخلاقی مرتبہ نہایت بلند تھا۔آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ۹ سال گزارے۔ جو اپنے مبارک ارشاد کے مطابق دنیا میں مکارم اخلاق کی تکمیل کے لیے تشریف لائے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت سنجیدہ' شائستہ' بلند ظرف' فیاض' دانا' معاملہ فہم' خوددار' غیرت مند' عالمہ فاضلہ' مجتہد' صاحب بصیرت' انصاف پسند' جرأت مند' حق گو' خوش خصال' سیر چشم' قانع' رحم دل' قائم اللیل اور صائم النہار خاتون تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا کے چند اوصافِ حمیدہ مختصراً بیان کیے جاتے ہیں۔

قناعت پسندی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ قناعت پسند تھیں۔آپ رضی اللہ عنہا نے جس عسرت اور فقر و فاقہ سے زندگی بسر کی اس کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔ پوری زندگی کبھی بھی حرف شکایت زبان پر نہیں لائیں۔ان کی زندگی میں فتوحات بہت زیادہ ہوئیں۔ مال غنیمت سیلاب کی طرح آیا اور دوسری طرف نکل گیا۔لیکن ان کے دل میں کبھی بھی مال کی ہوس اور طلب پیدا نہیں ہوئی۔آپ رضی اللہ عنہا نے کبھی سیر ہو کر کھانا نہیں کھایا۔فرمایا کرتی تھیں:

"مجھے یاد آتا ہے کہ جس حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر آخرت اختیار فرمایا۔اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں دو دفعہ سیر ہو کر کبھی روٹی اور گوشت

نہیں کھایا''۔ ❶

ضرورت مندوں کی اعانت

اللہ تعالیٰ نے ان کو شانہ نبوت کی ملکہ بنایا تھا۔عورتیں جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت لے کر آتیں تو آپ رضی اللہ عنہا اکثر ان کی اعانت اور گاہے بگاہے حضور ﷺ سے ان کی سفارش کیا کرتی تھیں۔ ❷

علاوہ ازیں آپ رضی اللہ عنہا عام مسلمانوں کے بچوں کو اور زیادہ تر یتیموں کو لے کر پرورش کیا کرتی تھیں۔ ❸ ان کی تعلیم و تربیت بھی کرتیں۔ اور ان کے شادی بیاہ کے فرائض بھی انجام دیتی تھیں۔

شوہر کی اطاعت

آنحضرت ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری میں دن رات کوشاں رہتیں۔ اگر کبھی آپ ﷺ کے چہرے پر حزن وملال یا کبیدہ خاطری کا اثر نظر آتا تو بے قرار ہو جاتیں۔ ❹ اسی اطاعت اور احساس ذمہ داری کی وجہ سے آنحضرت ﷺ آپ کو بہت محبوب جانتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے دوستوں (اجلہ صحابہ رضی اللہ عنہم) کی بھی عزت کرتی تھیں۔ اور ان کی کوئی بات رد نہیں کرتی تھیں۔ ❺

---

❶ جامع الترمذی' الزهد' باب ما جاء فی معیشة النبی ﷺ' حدیث. ۲۳۵۶

❷ مسند احمد :۶/ ۲۲۶ وصحیح البخاری' الشهادات' باب شهادة القاذف' حدیث: ۲۶۴۸

❸ الموطا للامام مالك' الزكوٰة' باب زكوٰة اموال الیتمیٰ' حدیث : ۵۹۸' ۵۹۹

❹ مسند احمد:/ ۲۷۷

❺ صحیح بخاری اعتصام بالسنة' باب ما ذکر النبی ﷺ و حض علی اتفاق اهل العلم...... حدیث: ۷۳۲۸

شوہر سے محبت

حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے وہ شوہر عطا فرمایا کہ جس کا بزم کن فکاں میں کوئی ثانی ہی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ستارۂ قسمت کے عروج کا کوئی اندازہ ہی نہیں کیا جا سکتا کہ کس قدر بلند تھا۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رضی اللہ عنہا کے شوہر بھی تھے اور رب کے نبی بھی۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں حیثیتوں کو خوب اچھی طرح علم تھا۔ اس چھوٹی سی عمر میں آپ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر نامدار کے مرتبہ سے بخوبی آگاہ تھیں۔ شوہر ہو یا کوئی اور قابل عزت ہستی اس کی کماحقہ اطاعت نہیں ہو سکتی جب تک دل میں اس کا احترام اور سچی محبت نہ ہو۔ اور صحیح احترام اور محبت نہیں ہو سکتی جب تک آدمی اس کے مقام و مرتبہ کو نہ پہچانے۔ یہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ذہانت و ذکاوت تھی کہ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح مقام و مرتبہ پہچان لیا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بے حد ادب و احترام کرتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے قبل کھانا تیار کرتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا انتظار کرتیں، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آتے تو آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرتیں، اور آپ کے بیٹھنے کے بعد بیٹھتیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی چیز مانگنا نہ پڑتی آپ رضی اللہ عنہا وہ چیز خود بخود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار کہنا نہ پڑتا بلکہ آپ رضی اللہ عنہا خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب کو سمجھ لیتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج، طبیعت اور احوال کے بارے میں دریافت کرتیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر داری کا ہر پہلو خیال رکھتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسواک مانگتے تو صاف کر کے مسواک پیش کرتیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل فرمانا ہوتا تو پانی کا بندوبست کرتیں۔ صاف لباس لاتیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر پر لگانے کے لئے تیل

دیتیں۔ لباس اور بالوں پر اپنے ہاتھوں سے مانگ نکالتیں۔ کچھ فرماتے تو ادب و احترام کے الفاظ ''جی حضور''۔ ''جی حضرت'' استعمال میں لاتیں۔ کوئی بات نہ ٹوکتیں۔ نہ بحث کرتیں۔ نہ بات کھینچتیں۔ ہمیشہ آپ ﷺ کو اچھے کلمات سے یاد کرتیں۔ اگر آپ ﷺ کے بُشرہ مبارک سے کوئی غم یا پریشانی کے آثار دیکھتیں تو آپ ﷺ کو سہارا دیتیں۔ اور آپ ﷺ کا غم غلط کرنے کی کوشش کرتیں۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''مَا سَرَّتِ مِنِّیْ کَسُرُوْرِیْ مِنْكِ'' یعنی اے عائشہ رضی اللہ عنہا! جو سرور مجھے تمہاری گفتگو سے حاصل ہوا وہ سرور تمہیں شاید میرے نظارہ سے نصیب نہ ہوا ہوگا۔ اس احترام ومحبت کو دیکھ کر آنحضرت ﷺ آپ کی بہت قدر کرتے اور بہت تعریف فرماتے۔ جس کی تفصیلات اس کتاب میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ نہ صرف تعریف فرماتے بلکہ آپ رضی اللہ عنہا کی بہت دلجوئی و دلداری فرماتے۔ اور گھر کے کام کاج میں اپنی زوجہ محترمہ کا ہاتھ بٹاتے۔

غیبت اور بدگوئی سے احتراز

عمر بھر کبھی بھی کسی کی غیبت اور بدگوئی نہیں کی۔ جن سے ملتیں خندہ پیشانی سے ملتیں۔ اپنی سوکنوں کو اچھے الفاظ سے یاد کرتیں۔ اور ان کے فضائل و مناقب بیان کرتیں۔ حالانکہ کسی عورت کے لیے یہ امور بجالانا آسان نہیں۔ مشکل ہے بہت مشکل۔ [1] اور غیبت سے بچنا قریب قریب امور محال و ناممکنات میں سے سمجھا جاتا ہے لیکن آپ اس سے احتراز ہی نہیں کرتی تھیں بلکہ بہت دور رہتی تھیں۔ آپ نے زندگی بھر نہ کبھی کسی کی غیبت کی نہ بدگوئی۔

استغناء

کسی کا احسان کم قبول کرتی تھیں اور اگر کر لیتی تھیں۔ تو اس کا معاوضہ ضرور ادا

[1] سیرت عائشہ ص ۱۵۱ مطبوعہ اعظم گڑھ

کرتی تھیں۔فتوحات عراق میں موتیوں کی ایک ڈبیہ آئی۔ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام مسلمانوں کی اجازت لینے کے بعد آپ کو بھجوادی۔ جب موتیوں کی ڈبیہ آپ کے پاس پہنچی تو فرمایا:

اے اللہ! مجھے ابن خطاب رضی اللہ عنہ کا احسان اٹھانے کے لیے اب زندہ نہ رکھ۔ [1]

خودستائی سے پرہیز

اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتی تھیں۔ مرض الموت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عیادت کے لیے آنا چاہا لیکن ان کو اجازت نہ دی۔ اس لیے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ میری تعریف کریں گے۔ جب اعزہ واقارب نے سفارش کی تو اجازت دے دی۔ اتفاق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تعریفی کلمات کہے تو سن کر فرمایا:

''کاش میں پیدا نہ ہوئی ہوتی''۔ [2]

چونکہ ایسی تعریف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند نہیں فرماتے تھے' کیونکہ اس سے کبرو غرور پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اس لئے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اسے اچھا نہ جانا۔ اور اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ ایک بہت عمدہ عادت ہے' جو کم ہی کسی میں پائی جاتی ہے۔

خودداری

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بہت زیادہ خوددار تھیں۔ واقعہ افک کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے برأت کی آیتیں پڑھ کر سنائیں۔ تو ان کی والدہ نے کہا کہ بیٹی شوہر کا شکریہ ادا کرو تو فرمایا:

---

[1] مستدرک حاکم ' معرفة الصحابة حديث: ٦٧٢٥/ جلد٧ ص ٢٣٩٧

[2] مسند احمد :١/ ٣٤٩ و مستدرك حاكم' معرفة الصحابة حديث: ٦٧٢٦' ص ٢٣٩٨' صحيح البخارى' التفسير' باب ولولا اذ سمعتموه ٤١' حديث : ٤٧٥٣

میں صرف اپنے اللہ کا شکریہ ادا کروں گی جس نے میری پاکدامنی اور طہارت کا اعلان کر کے مجھے عزت بخشی۔ لیکن خیال رہے آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ اپنے شوہر کی حیثیت سے کہا۔ ❶

یہ ایک قسم کی نازوادا ہے جس کا مظاہرہ گاہے بگاہے ایک بیوی اپنے شوہر کے سامنے کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے محسوس فرمایا نہ رب تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کے خلاف کوئی حکم اتارا۔ اگر یہ جرم ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما دیتے۔ یا بعد میں ہی کبھی بتلا دیتے۔ یا رب تعالیٰ ہی اشارہ فرما دیتے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ اور صاحب ثروت تھے وہ اکثر آپ رضی اللہ عنہا کی مالی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہ سارا مال صدقہ و خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک دن تنگ آ کر کہا کہ اب ان کا ہاتھ روکنا ضروری ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب پتہ چلا تو آپ رضی اللہ عنہا نے قسم کھالی کہ اب میں بھانجے سے کوئی چیز وصول نہیں کروں گی۔ لوگوں نے بڑی بڑی سفارشیں کیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعزہ و اقارب کو درمیان میں ڈالا۔ تب آپ رضی اللہ عنہا راضی ہوئیں۔ ❷

انصاف پسندی

عام خود دار انسانوں سے انصاف پسندی کا اظہار کم ہوتا ہے' لیکن بارگاہ نبوی کی تربیت یافتہ اس عظیم خاتون سے کمال اخلاق ہی کی توقع کی جا سکتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کمال خودداری کے ساتھ ساتھ بہت انصاف پسند تھیں۔ ❸

---

❶ صحیح البخاری' المغازی' باب حدیث الافک' حدیث: ۴۱۴۱
❷ صحیح البخاری' المناقب۔ باب مناقب قریش' حدیث ۳۵۰۵
❸ سیرت عائشہ ص ۱۵۳' مطبوعہ اعظم گڑھ

شجاعت

نہایت شجاع اور دلیر تھیں۔ راتوں کو تنہا اٹھ کر قبرستان چلی جاتی تھیں۔ میدان جنگ میں اکثر شرکت کرتی تھیں۔ غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلانا کتب حدیث و تاریخ میں مذکور ہے۔ جنگ جمل میں جس شان سے وہ فوجوں کو لاتیں وہ بھی ان کی شجاعت اور دلیری کا بیّن ثبوت ہے۔ ❶

مومن کی شان یہ ہے کہ: ''لَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ'' کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا''

یہی حال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تھا' آپ رضی اللہ عنہا کسی موڑ اور محاذ پر خوفزدہ نہیں ہوتی تھیں۔ آپ کے سامنے بڑی بڑی لڑائیاں اور محاذ آرائیاں ہوئیں مگر آپ رضی اللہ عنہا ہرگز کسی سے مرعوب ومتاثر نہ ہوئیں۔ اور آپ رضی اللہ عنہا نے ہمیشہ حق کا پرچم بلند کیا۔

فیاضی

فیاضی ان کا جوہر ممتاز تھا' بہت فیاض تھیں۔ گھر میں تھوڑا بہت جو ہوتا سائل کی نذر کر دیتی تھیں۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اکثر ان کی مدد کیا کرتے تھے۔ اور جب رقم آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آتی۔ فوراً صدقہ و خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو رقم یا سامان خواہ مخواہ جمع کرنے کی عادت نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ جو دیتا آپ رضی اللہ عنہا محتاجوں میں بانٹ دیتیں۔

ایک دفعہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم بھجوائے۔ شام سے پہلے تمام کے تمام صدقہ و خیرات کر دیئے اور اتفاق سے اس دن آپ رضی اللہ عنہا روزہ سے تھیں۔

---

❶ مسند احمد ۲/ ۲۳۸ وجامع الترمذی' الجنائز' باب ما جاء فی الزیارۃ للنساء' حدیث : ۱۰۵۵' و صحیح البخاری' المغازی' باب اذا ھمت طائفتان الخ' حدیث : ۴۰۶۴

لونڈی نے کہا۔ کہ افطار کے لیے بھی کچھ رکھا ہوتا۔ فرمایا تو نے یاد دلایا ہوتا۔ مطلب یہ کہ اپنی فکر نہ ہوتی ہمیشہ دوسروں کا ہی خیال ہوتا۔ [1] آپ رضی اللہ عنہا کے بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی اسی طرح کی روایت آتی ہے۔

خشیت الٰہی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں خشیت الٰہی بہت زیادہ تھی۔ اور اس کے ساتھ رقیق القلب بھی تھیں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب نسوانی مجبوری سے حج کے بعض فرائض ادا کرنے سے معذوری پیش آ گئی تو رونے لگیں (کہ میرا حج ادھورا رہ گیا' میں اللہ کو کیا جواب دوں گی؟) آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تشفی دی تو قرار آیا۔ [2]

جنگ جمل میں شرکت کا واقعہ یاد آتا تو بہت روتیں۔ اور فرمایا کرتی تھیں:

''کاش! میں نیست و نابود ہوگئی ہوتی''۔ [3]

عبادت الٰہی

عبادت الٰہی میں بہت آگے تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راتوں کو اٹھ کر نماز تہجد ادا کرتیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد بھی اس کی پابند رہیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں۔ ہر سال حج کرتی تھیں۔ ماہ رمضان المبارک میں پوری پوری رات عبادت میں گزار دیتیں۔ آپ رضی اللہ عنہا فرض روزوں کے علاوہ بھی بکثرت نفلی روزے رکھتی تھیں۔ باقاعدہ نماز اشراق ادا کرتی تھیں۔ تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوئی۔ [4]

---

[1] مستدرك حاكم۔ معرفة الصحابة حديث: ٦٧٣٥' جلد ٧ ص ٢٣٠٣

[2] صحيح البخاري' الحج' باب قول الله تعالىٰ: الحج اشهر معلومات ..... حديث: ١٥٦٠

[3] ابن سعد خير النساء ص ٥١

[4] مسند احمد: ٦/ ٢٣٨

معمولی باتوں کا لحاظ

منہیات کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی پرہیز کرتی تھیں۔ کیونکہ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کی جائے اور انہیں یوں ہی رہنے دیا جائے تو وہ بھی بالآخر بڑی بن جاتی ہیں۔ اور بڑے لوگوں کی ایسی باتیں تو دوسروں کے لئے حجت اور دلیل کے درجے میں ہوجاتی ہیں۔ مثلاً:

آپ ﷞ راستہ میں کبھی ہوتیں اور کہیں سے گھنٹی کی سریلی آواز سنتیں تو ٹھہر جاتیں کہ کان میں اس کی آواز نہ آئے۔ [1] اگر آپ ﷞ کان لگا کر سنتیں تو آئندہ نسلوں کے لیے آپ ﷞ کا یہ عمل سازو آواز کے جواز کے لیے حجت بن جاتا۔

غلاموں پر شفقت

غلاموں اور کنیزوں پر بہت زیادہ شفقت کرتی تھیں۔ جو خود کھاتیں وہ انہیں کھلاتیں۔ جو خود پہنتیں وہ انہیں پہناتیں۔ غرض ان کے ساتھ ہمیشہ ہمدردانہ ومشفقانہ سلوک کرتیں۔ اور ان کی کسی تکلیف کو گوارا نہ کرتیں۔ اور ان کی تکلیف دیکھ کر تڑپ جاتیں۔ اور آپ ﷞ تمیز بندہ و آقا کو ناپسند جانتیں۔ آپ ﷞ وقتاً فوقتاً غلام آزاد فرماتی رہتیں۔ ایک دفعہ آپ ﷞ نے ۴۰ غلام آزاد کئے۔ [2] آپ ﷞ کے آزاد کردہ غلاموں کی تعداد ۶۷ شمار کی گئی ہے۔ [3]

مدینہ میں ایک بریرہ نامی لونڈی تھی۔ اس کے مالک نے اس سے مکاتبت کی تھی۔ یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تم اتنی رقم ادا کرو تو تم آزاد ہو۔ اس رقم کے لیے بریرہ نے چندہ مانگا۔ حضرت عائشہ ﷞ نے سنا تو پوری رقم ادا کر کے اس کو آزاد کرا دیا۔ [4]

فقراء کی اعانت

فقراء اور اہل حاجت کی اعانت کرنا اسوۂ نبوی ﷺ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب

[1] مسند احمد: ۱, ۱۵۲
[2] سیرۃ عائشہ ص ۱۵۹۔
[3] سبل السلام شرح بلوغ المرام بکتاب العتق
[4] سیرۃ عائشہ ص ۱۰۹

کو ایک جیسا نہیں بنایا۔ کوئی امیر ہے کوئی غریب۔ دولت کسی کے اپنے بس میں نہیں ہے۔ اگر اپنے بس میں ہوتی تو کوئی غریب و تنگدست نہ ہوتا۔ ارباب دَوَل کا فریضہ ہے کہ وہ فقراء و مساکین کی مدد کریں۔ اور ان کی حسب حیثیت مدد کریں۔ حدیث کے مطابق ضرورت مندوں کی حسب حیثیت اعانت کرنی چاہیے۔ حسب حیثیت کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ضرورت کا جائزہ لے کر اس کے مطابق ان کی اعانت کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:

أَنْزِلُوا النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ

لوگوں کے ساتھ ان کے حسب حیثیت برتاؤ کیا کرو۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں فقراء اور اہل حاجت کی اعانت کرتی تھیں۔ یعنی آدمی جس درجہ کا ضرورت مند ہوتا اس کا اس کے مطابق خیال کرتیں۔ اور کسی کو کوئی کمی نہ آنے دیتیں۔

پردہ کا اہتمام

پردہ کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ آیت حجاب کے بعد تو یہ تاکیدی فرض ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہا پردہ کا اس قدر خیال کرتیں کہ اندھے آدمی سے بھی پردہ کرتی تھیں۔ مُردوں سے شریعت میں پردہ نہیں' لیکن ان کا کمال احتیاط دیکھئے کہ اپنے حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے کے بعد حجاب سے جاتی تھیں۔ ❷ یہ ان کی اپنی احتیاط تھی' کوئی شرعی حکم نہیں تھا۔

یہ حجاب زیادہ تقویٰ اور احتیاط کی وجہ سے تھا' نیز جوان لڑکیوں کو نمونہ دکھانے

---

❶ سنن ابی داود' ادب' فی تنزیل الناس منازلھم' حدیث: ۴۸۴۲

❷ سیرۃ عائشہ ص ۱۶۰۔۱۶۱ مطبوعہ اعظم گڑھ

کے لئے تھا کہ جب فوت شدگان سے یہ احتیاط اور یہ حجاب ہے تو زندوں سے کیوں نہ کیا جائے؟ یعنی ان سے پردہ بصورت اولیٰ ضروری ہے۔

جس طرح کسی خاندان کی برائی کا اثر نسلوں تک جاتا ہے اسی طرح کسی خاندان کی نیکی اور شرافت کا اثر بھی نسل بعد نسل منتقل ہوتا ہے۔ پردے کا بھی یہی حال ہے۔ ہم نے بہت سے باپردہ خاندان دیکھے کہ جن کی نسلیں باپردہ ہیں۔ اس کے برعکس بہت سے بے پردہ خاندان دیکھے کہ جن میں دُور دُور تک پردہ دکھائی نہیں دیتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ زینب بنت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے شہدائے کربلا کے غم میں کوفہ و دمشق کے بازاروں میں اپنے سر کے بال کھولے اور سینہ پر دو ہتھڑ مارا' لیکن یہ درست نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ایسی بے حجابی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ آپ رضی اللہ عنہا کی امی جان فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت کی تھی کہ میری تدفین رات کے وقت کی جائے تاکہ کسی غیر محرم کی میری چارپائی پر بھی نگاہ نہ پڑے۔ اللہ اللہ! کس قدر شرم و حیا اور غیرت ایمانی تھی اس عظیم خاندان میں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

جب کبھی غیرت ایمانی کا سوال آتا ہے
بنت زہراء تیرا خیال آتا ہے

جو طالب علم آپ رضی اللہ عنہا سے کچھ سیکھنے کے لیے آتا تو آپ رضی اللہ عنہا پردے کے ساتھ اسے سکھا دیتیں۔ [1] ایک دفعہ حج کے موقع پر چند خواتین نے عرض کیا "اے ام المومنین! چلئے حجر اسود کو بوسہ دے لیں۔ فرمایا۔ تم جا سکتی ہو' میں مردوں کے ہجوم میں نہیں جا سکتی۔ [2]

کبھی دن کو طواف کا موقع پیش آتا تو خانہ کعبہ مردوں سے خالی کرالیا جاتا۔ [3]

---

[1] صحیح البخاری' الحج' باب طواف النساء مع الرجال' حدیث : (۱۶۱۸)

[2] ایضاً [3] مسند احمد: ۶/ ۱۱۷

⑤ علم و فضل

- علمی مرتبہ
- قرآن مجید کا علم
- حدیث شریف پر نظر
- فقہ و قیاس
- علم کلام و عقائد
- علم اسرار الدین
- طب
- تاریخ
- ادب
- خطابت
- شاعری
- تعلیم
- افتاء
- ارشاد

علم و فضل

علمی مرتبہ

علمی حیثیت سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو نہ صرف عام عورتوں پر، نہ صرف امہات المومنین پر، نہ صرف خاص خاص صحابہ پر، بلکہ چند اصحاب کو چھوڑ کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فوقیت حاصل تھی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

مَا اَشْكَلَ عَلَيْنَا۔ اَصْحَابَ رسول الله صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حَدِيْثٌ قَطُّ، فَسَاَلْنَا عَائِشَةَ اِلَّا وَجَدْنَا عِنْدَهَا مِنْهُ عِلْمًا۔ [1]

''ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ایسی مشکل بات کبھی پیش نہیں آئی کہ جس کو ہم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا ہو اور ان کے پاس اس کے متعلق معلومات ہم کو نہ ملی ہوں''۔ مطلب یہ کہ آپ رضی اللہ عنہا سے صحابہ رضی اللہ عنہم اپنے مشکل مسائل کا حل پوچھا کرتے تھے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ سیرۃ النبی جلد دوم میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی علمی زندگی بھی نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتویٰ دیتی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے جب کوئی مشکل سوال پیش آ جاتا تھا تو اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی حل کرتی تھیں۔ تفسیر، حدیث، اسرار شریعت،

---

[1] جامع الترمذی، المناقب، باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا، حدیث: ۳۸۸۳

خطابت اور ادب و انساب میں ان کو کمال حاصل تھا۔ شعراء کے بڑے بڑے قصیدے ان کو زبانی یاد تھے۔ ❶

مولانا سید مودودیؒ لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ سے جتنا علم دین مسلمانوں کو پہنچا اور فقہ اسلامی کی معلومات حاصل ہوئیں۔ اس کے مقابلہ میں عہد نبوت کی عورتیں تو درکنار، مرد بھی کم ہی ایسے ہیں جن کی علمی معلومات کو پیش کیا جا سکے۔ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے نکاح میں نہ آتیں اور آپ ﷺ سے تعلیم و تربیت پانے کا ان کو موقع نہ ملتا، تو اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام کے علم کا کتنا بڑا حصہ امت مسلمہ تک پہنچنے سے رہ جاتا۔ ان سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں اور وہ صرف احادیث روایت کرنے والی نہ تھیں۔ بلکہ فقیہ اور مفسرہ اور مجتہدہ اور حد درجہ متقی بھی تھیں۔ انہیں بالاتفاق مسلمان عورتوں میں سب سے زیادہ فقیہ مانا جاتا ہے۔ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی بعض مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کا شمار مدینہ طیبہ کے ان چند علماء میں ہوتا تھا جن کے فتاویٰ پر لوگوں کو اعتماد تھا۔ ❷

مولانا قاضی اطہر مبارکپوریؒ لکھتے ہیں:

ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا ''فقیہ امت'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ فقہ، حدیث، فرائض، احکام، حلال و حرام، اخبار و اشعار، طب و حکمت، غرضیکہ بہت سے علوم کی جامع اور اپنے زمانہ میں سب سے آگے تھیں۔ ان کی فقاہت اور جامعیت اجلّ صحابہ میں مسلّم تھی۔ اور سب ہی

---

❶ سیرۃ النبی ج۲ ص ۴۰۸۔۴۰۹

❷ سیرت سرور عالم ج۲ ص ۲۳۱۔۲۳۲

حضرات ان کے علم وفضل، اصابت رائے اور دینی علم میں تبحر کے قائل تھے۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

''صحابہ رضی اللہ عنہم جس بات میں شک وشبہ کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف رجوع کرتے اس کے بارے میں ان کے پاس صحیح علم پاتے تھے''۔

امام زُہریؒ کا بیان ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''اَعْلَمُ النَّاسِ'' یعنی سب لوگوں میں زیادہ علم رکھتی تھیں۔ اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان سے علمی اور دینی باتیں دریافت کیا کرتے تھے''۔

امام مسروقؒ نے کہا ہے:

''اللہ کی قسم! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے مشائخ اور اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرائض کے بارے میں سوال کرتے تھے''۔

ابوسلمہ عبدالرحمان کا قول ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث وسنن، فقہی آراء آیت کا شان نزول اور فرائض کے بارے میں اگر سوالات ومعلومات کی ضرورت پڑی ہے تو میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم نہیں دیکھا''۔

عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے شہادت دی ہے:

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ''اَفْقَهُ النَّاسِ'' اَحْسَنُ النَّاسِ اور عام لوگوں میں اَعْلَمُ النَّاسِ تھیں''۔ یعنی سب لوگوں سے بڑھ کر فقیہ، بڑھ کر نیکی کرنے والی اور بڑھ کر علم والی تھیں۔

محمود بن لبیدؒ نے بیان کیا ہے:

عام طور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو بہت زیادہ یاد رکھتی تھیں۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اس بارے میں سب سے آگے تھیں۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتویٰ دیا کرتی تھیں حتیٰ کہ وصال تک فتویٰ دیتی رہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اکابر صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں آدمی بھیج کر ان سے احادیث وسنن کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے۔

اسی کو امام زہریؒ نے مختصر طور سے یوں بیان کیا ہے:

اگر تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم بلکہ تمام مسلمان عورتوں کا علم جمع کیا جائے۔ اور ان کے مقابلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم سب سے اعلیٰ اور افضل ہوگا۔

ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے:

''فقہ، طب اور شعر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑا عالم میں نے نہیں دیکھا''۔

ہشام کے والد حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بات بات پر اشعار پڑھنے کے عادی تھے۔ لوگوں نے ایک مرتبہ ازراہ تعجب ان سے کہا کہ آپ کو کس قدر زیادہ اشعار یاد ہیں۔ تو انہوں نے بتایا کہ میری اشعار کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مقابلہ میں کچھ نہیں۔ ان کے سامنے جب بھی کوئی بات ہوئی، تو وہ اس کے مناسب اور حسب حال شعر پڑھ دیا کرتی تھیں۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ ❶

امام ابن قیم نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ واصحاب میں ان کے

❶ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۳۷۴۔۳۷۵، استیعاب ج ۲ ص ۷۶۶

بھتیجے قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ اور بھانجے عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان کے فقہی مسائل و آراء سے تجاوز نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان ہی کے فقہی مسلک پر عمل کرتے تھے۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔ نیز اپنے والد حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی' حضرت سعد بن ابی وقاص' حضرت جدامہ بنت وہب اسدیہ اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے۔

امام ابن حزمؒ نے طبقہ مکثرین بالروایۃ (جنہوں نے کثرت کے ساتھ روایات بیان کیں۔) میں گیارہ (۱۱) صحابہ رضی اللہ عنہم کا ذکر کر کے ان کی روایات کی تعداد بیان کی ہے۔ جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث کی تعداد ۲۲۱۰ بتائی ہے۔

امام ذہبیؒ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑے فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھیں۔ اور فقہائے صحابہ دینی مسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک جماعت نے ان سے فقہ حاصل کی ہے۔ ❷

اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی فقہی آراء و فتاویٰ کی روایت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جس میں ان کے خاص رشتہ داروں اور اہل خاندان کے نام یہ ہیں:

بہن ام کلثوم بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہم

رضاعی بھائی عوف بن حارث بن طفیل رضی اللہ عنہم

دونوں بھتیجے قاسم بن محمد بن ابی بکر اور عبداللہ بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔

دونوں بھتیجیاں حفصہ بنت عبدالرحمان بن ابی بکر اور اسماء بنت عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔

---

❶ اعلام الموقعین ج ۲ص ۱۷ ❷ تذکرہ الحفاظ ج ۱ص ۲۶

دونوں بھانجے عروہ بن زبیر بن عوام اور عبداللہ بن زبیر بن عوام (یہ دونوں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے ہیں)

بھانجی، بھانجے عائشہ بنت طلحہ، عبداللہ بن ابی عتیق محمد بن عبدالرحمان بن ابی بکر، عباد بن حبیب بن عبداللہ بن زبیر، عباد بن حمزہ بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم

موالی یعنی غلام۔ ابو یونس، ذکوان، ابو عمرو بن فروخ،

صحابہ رضی اللہ عنہم میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، ربیعہ بن عمرو جرشی رضی اللہ عنہ، سائب بن یزید رضی اللہ عنہ، حارث بن عبداللہ بن نوفل رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

اکابر تابعین میں سعید بن مسیّب، عبداللہ بن عامر بن ربیع، صفیہ بنت شیبہ، علقمہ بن قیس، عمرو بن میمون، مطرف بن عبداللہ بن شخیر، ہمام ابن حارث، ابو عطیہ وادعی، ابو عبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، مسروق بن اجدع، عبداللہ بن حکیم، عبداللہ بن شداد بن ہاد، عبدالرحمان بن حارث بن ہشام، ان کے دونوں صاحبزادے ابوبکر بن عبدالرحمان بن عوف، اسود بن یزید نخعی، ایمن مکی، ثمامہ بن حزن قشیری، حارث بن عبداللہ بن ربیعہ، حمزہ بن عبداللہ بن عمر، خباب صاحب مقصورہ، سالم بن سیلان، سعد بن ہشام بن عامر، سلیمان بن یسار، ابو وائل، شریح بن ہانی، زر بن جیش، ابو صالح السمان، عابس بن ربیعہ، عامر بن سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن عبداللہ بن عثمان، طاؤس، ابو الولید عبداللہ بن حارث بصری، عبداللہ بن شفیق عقیلی، عبداللہ بن شہاب خولانی، ابن ابی ملیکہ، عبداللہ ابقہی، عبدالرحمان بن شماسر، عبیداللہ بن عمر لیسی، عراک بن مالک، عبیداللہ بن عبداللہ بن عقبہ، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، عکرمہ، علقمہ بن وقاص، علی بن حسین بن علی، عمران بن حطان، مجاہد بن جبر، کریب مالک بن ابو عامر اصبحی، فروہ بن نوفل اشجعی، محمد بن قیس بن مخرمہ، محمد بن

منتشر، نافع بن جبیر بن مطعم، یحیٰی بن یعمر، نافع مولیٰ ابن عمر، ابو بردہ بن ابی موسیٰ اشعری، ابو الجوزاء ربعی، ابو الزبیر مکی، خیرہ والدہ حسن بصری، صفیہ بنت ابو عبید، عمرہ بنت عبد الرحمان، معاذہ عدویہ۔ ❶

حافظ ابن حجرؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اصحاب و تلامذہ کی فہرست لکھ کر ''وَخَلْقٌ کَثِیْرٌ'' کا جملہ لکھا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مذکورہ بالا حضرات کے علاوہ بھی اور بہت سے علماء و فضلاء نے ان سے روایت کی ہے۔ ❷

قرآن مجید کا علم

قرآن مجید ۲۳ سال میں نازل ہوا۔ ۱۳ سال مکہ معظمہ میں اور ۱۰ سال مدینہ منورہ میں۔ قرآن مجید کے ۱۴ ویں سال ۹ سال کی عمر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دولت کدہ میں آئیں۔ اور تقریباً ۹ سال آپ رضی اللہ عنہا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت و رفاقت میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس لحاظ سے نزول قرآن کا نصف سے زیادہ حصہ ان کے ابتدائے ہوش سے پہلے کا واقعہ ہے اور بقیہ قرآن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے نازل ہوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی تعلیم کی طرف خاص توجہ فرمائی۔ ان کی عادت تھی کہ جس آیت کا مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطلب اور تفسیر دریافت کرتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں قرآن مجید کی بڑی بڑی سورتیں بڑے غور و فکر اور خشوع و خضوع سے تلاوت فرماتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان نمازوں میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیچھے ہوتیں۔ ❸

---

❶ بنات الاسلام کی علمی و دینی خدمات ص ۷۱ تا ۷۴۔

❷ تہذیب التہذیب ج ۱۲ ص ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵

❸ مسند احمد: ۶/ ۹۲

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو قرآن مجید کی ایک ایک آیت کا شان نزول، موقع استدلال اور طریق استنباط پر کامل عبور حاصل ہو گیا تھا۔ اس لیے وہ ہر مسئلہ میں پہلے عموماً قرآن مجید کی طرف رجوع کرتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وسوانح کو بھی جو ان کے سامنے کی چیزیں تھیں اور جن کا تعلق تاریخ وغیرہ سے تھا وہ قرآن ہی کے حوالہ سے کرتی تھیں۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک آدمی نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ اخلاق بیان فرمایئے۔ تو آپ نے اس شخص سے فرمایا: ''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق سرتاپا قرآن ہے۔

الفاظ یہ ہیں۔

''فَإِنَّ خُلُقَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ الْقُرْآنَ''

''آپ کا اخلاق ہمہ تن قرآن تھا''۔ [1]

عقائد اور فقہ واحکام کے استنباط واستدلال میں وہ جس طرح قرآن مجید کی آیات سے استناد کرتی تھیں اس کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے قرآن مجید کی تفاسیر بطریق صحیح بہت کم مروی ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

امام بخاری رحمہ اللہ نے جامع صحیح میں تفسیر کا بہت بڑا حصہ داخل کیا۔ لیکن زیادہ تر ان میں تابعین کی روایتوں سے لغات کا حل ہے یا اپنی عادت کے مطابق مختلف واقعات کو کسی آیت کی ذرا سی مناسبت کی وجہ سے تفسیر میں نقل کرتے ہیں۔ ورنہ اصل تفسیر کا حصہ بہت کم ہے۔ ترمذی میں بھی تفسیر کا بہت بڑا باب ہے۔ لیکن اولاً تو صحت اسناد کی اس میں کم رعایت کی گئی ہے۔ ثانیاً اس میں بھی حقیقی تفسیر کا حصہ کم ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے البتہ نہایت احتیاط سے خالص تفسیر کا حصہ صحیح مسلم کے آخر میں یکجا کر دیا ہے۔ لیکن وہ

[1] سنن ابی داود، التطوع، باب فی صلاۃ اللیل حدیث: ۱۳۴۲

بہت مختصر ہے۔ تاہم جو کچھ ہے وہ زیادہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات ہیں۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کی مختلف آیات کی جو تفسیر بیان کی ہے۔ اس کی دو مثالیں ذیل میں بیان کی جاتی ہیں:

(۱) قرآن مجید میں جہاں کہیں ہیبت ناک منظر یا خوف کا ذکر ہے مفسرین کا عام قاعدہ ہے کہ وہ اس کو قیامت کے متعلق سمجھتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چونکہ ہر آیت کے محمل کو جانتے تھے۔ اس لیے صحیح طریقہ سے اس کی تعیین کر سکتے تھے۔ مثلاً سورہ دخان کی آیت ہے:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الدخان: ۱۰)

''آپ اس دن کے منتظر رہیں جب کہ آسمان ظاہر دھواں لائے گا''۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہجرت سے پہلے مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا سے جو قحط پڑا تھا' اس کے متعلق یہ آیت ہے''۔ [2]

اسی طرح قرآن مجید میں ایک موقع پر ہے:

﴿اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا﴾ (الاحزاب: ۱۰)

''جب کہ دشمن تمہارے پاس اوپر سے اور نیچے سے چڑھ آئے۔ اور جب کہ آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے''۔

---

[1] سیرۃ عائشہ ص ۱۷۵۔

[2] صحیح البخاری' التفسیر' باب یغشی الناس هذا عذاب الیم' حدیث : ۴۸۲۱ و تفسیر احسن البیان ص ۱۳۹۸

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ غزوۂ خندق کا واقعہ ہے۔ یعنی یہ غزوہ خندق کے موقع پر مسلمانوں کے اضطراب اور ابتلاء وامتحان کی تصویر ہے۔

(۲) قرآن مجید میں نماز کے متعلق حکم ہے:

﴿حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾ (البقرۃ:۲۳۸)

''نمازوں کی حفاظت کرو۔ بالخصوص درمیان والی نماز کی''۔

درمیان والی نماز کون سی ہے؟ اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہے۔ حضرت زید بن ثابت اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اس سے ظہر کی نماز مراد ہے۔ ❶ بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے درمیان والی نماز فجر کی نماز بتائی ہے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ درمیان والی نماز عصر ہے۔ ❷ چنانچہ جمہور کی بھی یہی رائے ہے۔

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف ''تفسیر احسن البیان'' میں لکھتے ہیں:

درمیان والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے جس کو اس حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تلقین کر دیا ہے۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق والے دن عصر کی نماز کو صلوٰۃ وسطیٰ قرار دیا۔ ❸

حدیث شریف پر نظر

علم الحدیث کا موضوع درحقیقت ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کے افعال، اقوال وغیرہ پر بحث ہوتی ہے۔ اس فن سے سب سے زیادہ واقفیت امہات المومنین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حاصل تھی۔ ہجرت سے تین برس پہلے جب کہ ان کی عمر ۶ سال تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح

❶ مسند احمد: ۵/ ۲۰۶

❷ مسند احمد: ۶/ ۷۳ تفسیر الطبری ج ۲، ص ۷۵۲

❸ احسن البیان ص ۱۰۱

ہوا۔اس اثنا میں آنحضرت ﷺ روزانہ ان کے گھر تشریف لاتے تھے۔ ❶

ہجرت کے بعد ۶ ماہ تک آپ رضی اللہ عنہا دیدار نبوت سے محروم رہیں اور شوال میں رخصت ہو کر جب کہ ان کی عمر ۹ سال تھی کاشانہ نبوت میں آئیں۔اس وقت سے نبی کریم ﷺ کی وفات تک آپ ﷺ کی ذات اقدس سے الگ نہ ہوئیں۔آپ کے ساتھ ہی حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا حبالہ عقد میں آئی تھیں' اور دوسری امہات المومنین رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بعد حبالہ عقد میں آئیں۔اس لیے سب سے زیادہ استفادہ آنحضرت ﷺ سے آپ رضی اللہ عنہا نے کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی ہوئی احادیث کی تعداد بہت زیادہ ہے۔نہ صرف ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے بلکہ اکثر مردوں سے بھی زیادہ ہیں۔کتب کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ صرف پانچ اصحاب کی روایات ان سے زیادہ ہیں......

کثیر الروایت صحابہ رضی اللہ عنہم درج ذیل ہیں:

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	روایات کی تعداد
۱	حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یعنی عبدالرحمٰن بن صخر دوسی	۵۹ھ	۵۳۷۴
۲	حضرت انس رضی اللہ عنہ	۹۳ھ	۲۶۸۶
۳	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	۶۸ھ	۲۶۶۰
۴	حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	۷۳ھ	۲۶۳۰
۵	حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	۷۸ھ	۲۵۴۰
۶	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	۵۸ھ	۲۲۱۰
۷	حضرت ابوسعید سعد بن مالک خدری رضی اللہ عنہ	۷۴ھ	۱۱۷۰

❶ صحیح البخاری' مناقب الانصار' باب تزویج النبی ﷺ عائشه وقدومها المدینة وبنائه بها' حدیث: (۳۸۹۴) و باب هجرة النبی ﷺ واصحابه الی المدینه' حدیث: (۳۹۰۵)

دبستان حدیث کے ان سات ضوریز ستاروں کا بڑے حسن و کمال سے ان دو اشعار میں یکجا ذکر کیا گیا ہے۔

سَبْعٌ مِّنَ الصَّحْبِ فَوْقَ الْاَلْفِ قَدْ نَقَلُوْا
مِنَ الْحَدِيْثِ عَنِ الْمُخْتَارِ خَيْرَ مُضَرْ
اَبُوْهُرَيْرَةَ ، سَعْدٌ ، جَابِرٌ ، اَنَسٌ
صِدِّيقَةٌ ، وَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، كَذَا ابْنُ عُمَرَ

''سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہوں نے مضر قبیلے کے مختار و محبوب سے ہزار ہا احادیث مبارکہ بیان کیں۔ اور وہ حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد، حضرت جابر، حضرت انس، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم ہیں''۔

یہی وہ لوگ ہیں جن کی روایات آج سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا سرمایہ ہیں۔ ان کی وفات کی تاریخوں پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ ان کے وفات کے سال اس قدر متاثر ہیں کہ ان سے فیض اٹھانے اور ان کی روایتوں کو حفظ اور تدوین کرنے والوں کی تعداد بے شمار ہوگی۔ انہی باتوں کی واقفیت اور آگاہی کا نام علم تھا۔ اور وہ دینی اور دنیاوی دونوں عزتوں کا ذریعہ تھیں۔ اس لیے ہزاروں صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو کچھ دیکھا اور جانا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ❶ بَلِّغُوْا عَنِّيْ وَلَوْ آيَةً (مجھ سے جو کچھ سنو اس کی اشاعت کرو) ❷ یافَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ (جو مجھے دیکھ رہے ہیں اور مجھ سے سن رہے ہیں وہ ان کو مطلع کر دیں جو اس سے محروم رہے ہیں) کے مطابق وہ سب اپنی اپنی اولادوں، عزیزوں، دوستوں اور ملنے جلنے والوں کو سناتے اور بتاتے رہتے تھے۔ یہی ان کی زندگی کا کام اور یہی ان کے شب و روز کا مشغلہ تھا۔ ❸ اگر

---

❶ خطبات مدراس ص ۵۴

❷ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث : ۳۴۶۱

❸ صحیح البخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی ۱۷۳۹ او صحیح مسلم، القسامۃ، باب تغلیظ تحریم الدماء والاعراض والاموال، حدیث: ۱۶۷۹

صحابہ رضی اللہ عنہم اشاعت حدیث مبارکہ کا اس قدر اہتمام نہ فرماتے تو آج سیرت النبی عنقا ہوتی۔ اور شریعت کا بہت سا حصہ معدوم ہوتا۔ اور بعد والوں کے لیے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنا اور احکام شرعیہ اختیار کرنا ممکن نہ ہوتا۔ بیشک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محسنین قوم تھے۔ یہ ان کا بہت بڑا احسان ہے جو انہوں نے حدیث کے ضبط وتحفیظ اور اشاعت وتبلیغ کے ذریعے دنیائے انسانیت پر کیا۔ اصل محسنین قوم یہی لوگ تھے کہ جنہوں نے انتھک محنت اور سچے جذبے سے شریعت کو محفوظ ومنضبط کر دیا۔ (رضی اللہ عنہم)

کثرت روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چھٹا نمبر ہے۔ جن کے نام ان کے ساتھ ہیں ان میں ٦ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے بعد سفر آخرت اختیار کیا۔ اور ان کی روایت کا سلسلہ کافی سال جاری رہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کی تعداد ٢٢١٠ ہے۔ جن میں صحیحین میں ٢٨٦ حدیثیں ان کی روایت سے داخل ہیں۔ ان میں سے ١٧٤ حدیثیں دونوں میں مشترک ہیں۔ ٥٤ حدیثیں ایسی ہیں جو صرف صحیح بخاری میں ہیں اور ٥٨ حدیثیں صرف مسلم میں ہیں۔ اس حساب سے صحیح بخاری میں ٢٢٨ اور صحیح مسلم میں ٢٣٢ حدیثیں شامل ہیں' اور بقیہ حدیثیں حدیث کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں۔

مکثرین روایت میں جن سات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام داخل ہیں ان میں پانچ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم علمائے اصول کے نزدیک صرف روایت کش سمجھے جاتے ہیں ان کا شمار قابل ذکر فقہائے صحابہ کرام میں نہیں ہوتا۔ یعنی حضرت ابو ہریرہ' عبداللہ بن عمر' انس بن مالک' جابر بن عبداللہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم' یہ اپنی جگہ بیشک صاحب علم و فضل تھے اور فقہی استعداد رکھتے تھے' لیکن ان سے فقہی اجتہاد اور قرآن وسنت سے کسی غیر منصوص مسئلہ کا استنباط ثابت نہیں۔ اس مخصوص فضیلت میں صرف حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ شریک ہیں۔ جو روایت کی کثرت کے ساتھ تفقہ' اجتہاد' فکر اور قوت استنباط میں ممتاز تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ تفقہ اور قوت استنباط کے علاوہ جن احکام وواقعات کو نقل کرتی ہیں اکثر انکے علل واسباب بھی بیان کرتی ہیں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ مثلاً:

ایک سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ کہ قربانی کا گوشت تین دن کے اندر اندر کھالیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس حکم کو دائمی سمجھا۔ [1] لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس حکم کو استحبابی سمجھا۔

چنانچہ اس حکم کی روایت انہوں نے ان الفاظ میں کی:

قربانی کے گوشت کو نمک ڈال کر ہم رکھ چھوڑتے تھے۔ مدینہ میں اس کو آپ کے سامنے پیش کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دن کے بعد نہ کھایا کرو۔ حکم قطعی نہ تھا۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ لوگ دوسروں کو بھی اس میں کھلا دیا کریں۔ [2]

اور پھر دوسری روایت میں اس کی وجہ بتادی۔

لیکن ان دنوں قربانی کرنے والے کم تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ جو قربانی نہیں کر سکتے ان کو کھلائیں۔ [3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ روایت میں بہت احتیاط کرتی تھیں۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] جامع الترمذی، الاضاحی، باب ما جاء فی کراھیة أکل الاضحیة فوق ثلاثة ایام، حدیث: ۱۵۰۹

[2] صحیح البخاری، الاضاحی، باب ما یوکل من لحوم الاضاحی وما یتزود منھا، حدیث: ۵۵۷۰

[3] جامع الترمذی، الاضاحی، باب ما جاء فی الرخصة فی أکلھا بعد ثلاث، حدیث: ۱۵۱۱

آنحضرت ﷺ عصر کے بعد گھر آکر سنت ادا فرماتے تھے۔ حالانکہ حکم قطعی تھا کہ نماز عصر کے بعد کوئی نماز نہیں۔ کچھ لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا۔ کہ آپ کی روایت سے یہ حدیث بیان کی جاتی ہے اس کی اصلیت کیا ہے' جواب دیا۔ کہ سلمہ رضی اللہ عنہا سے جاکر پوچھو اصل راوی وہی ہیں۔

اسی طریقہ سے ایک شخص نے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا تو فرما: یا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ۔ وہ آنحضرت ﷺ کے سفروں میں ساتھ رہتے تھے۔ [1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ انہوں نے نہ صرف اپنی روایات کو تسامحات سے پاک رکھا' بلکہ دوسروں کی روایات کی بھی تصحیح کر دیتی تھیں۔ علمائے اسلام نے لکھا ہے کہ فن حدیث پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ انہوں نے اپنے معاصرین کے تسامحات کا نہایت سختی سے نوٹس لیا۔ اوران کی غلط فہمیوں کی اصلاح کی۔ [2]

فن حدیث

فن حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اصول یہ تھا کہ وہ ایسی روایت کو قبول کرنے سے انکار کرتی تھیں جو کلام الٰہی کے خلاف ہو۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

حضرت ابن عباس' حضرت ابن عمر اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت ہے۔ اِنَّ الْمَيِّتَ يُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُكَاءِ اَهْلِهِ عَلَيْهِ۔ [3]

---

[1] سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ص ۱۸۶ مطبوعہ اعظم گڑھ۔

[2] محدثین کی اصطلاح میں اس کو استدراک کہتے ہیں۔۔۔ علمائے حدیث نے ان استدراکات کو جمع کیا ہے۔ سب سے آخری رسالہ علامہ جلال الدین سیوطیؒ (م ۱۹۱۱ء) کا "عين الاصابه فيما استدركه السيدة عائشة على الصحابة" ہے۔ جس کو علامہ سید سلیمان ندویؒ (م ۱۹۵۳ء) نے اپنی تعلیقات کے ساتھ اپنی کتاب سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا کے آخر میں شائع کیا۔ صفحات کی ضخامت ۲۰ ہے۔

[3] صحیح البخاری' الجنائز' باب قول النبی ﷺ: يعذب الميت' ←

''مردہ پر اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب یہ روایت بیان کی گئی تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کبھی نہیں فرمایا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودیہ کے جنازہ پر گزرے اور اس کے رشتہ دار اس پر واویلا کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ لوگ روتے ہیں اور اس پر عذاب ہو رہا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مقصد یہ تھا کہ نوحہ کرنے والے اس کی موت پر روتے ہیں۔ اور مرنے والا اپنے گزشتہ اعمال کی وجہ سے سزا میں مبتلا ہے۔ کیونکہ رونا دوسروں کا فعل ہے جس کا عذاب یہ رونے والے اٹھائیں گے۔ مردہ اس کا ذمہ دار کیوں ہو؟ ہر شخص اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾ (بنی اسرائیل : ۱۵)

''اور کوئی کسی دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس بیان اور استدلال کو سنا تو کچھ جواب نہ دے سکے۔ ❶

ہاں، اتنی بات ضرور ہے اگر میت رونے پیٹنے کی وصیت کر جائے، یا زندگی میں اس عمل کو اپنا قومی رواج جان کر پسند کرتا اور خوش ہوتا ہو تو اس صورت میں میت کو عذاب ہو گا بصورت دیگر نہیں۔

ایک دوسری مثال ملاحظہ ہو:

لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آکر بیان کیا کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ

← حدیث : ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، صحیح مسلم الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء...... حدیث : ۹۲۷، ۹۳۲

❶ صحیح المسلم، الجنائز، باب المیت یعذب ببکاء أھله علیه، حدیث : ۹۲۹

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یہ صحیح نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آدھی بات سنی اور آدھی نہیں سنی۔ آپ پہلا فقرہ فرما چکے تھے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آئے۔ آپ ﷺ نے یہ فرمایا:

> یہود کہتے ہیں کہ بدشگونی تین چیزوں میں ہے۔ عورت میں، گھوڑے میں، گھر میں۔ ❶

یہ امر مسلّم ہے کہ دوست خواہ کس قدر محرم اسرار ہو اس کی بہ نسبت بیوی بہت زیادہ اسرار سے واقف ہوتی ہے۔ آنحضرت ﷺ امت کے لیے ہمہ تن مثال اور اسوہ تھے۔ اس لیے گویا آپ ﷺ کا ہر فعل قانون تھا۔ اس بنا پر آپ ﷺ کی بیویوں کو اس کے متعلق جس قدر ذاتی واقفیت کے ذرائع حاصل تھے دوسروں کے لیے ناممکن تھے۔ متعدد مسائل ایسے ہیں جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے اجتہاد یا کسی روایت کی بنا پر کوئی مسئلہ بیان کیا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنی ذاتی واقفیت و علمیت کی بنا پر اس کو رد کر دیا۔ اور آج تک ان مسائل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہی مستند مانا جاتا ہے۔

اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

❶ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ تقبیل (یعنی بیوی کا بوسہ لینے) سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا تو فرمایا: آنحضرت ﷺ تقبیل کے بعد تازہ وضو نہیں کرتے تھے، یہ کہہ کر مسکرائیں۔ ❷ (ہاں، تقبیل کے بعد اگر انتشار ہو یا اخراج ودی یا مذی ہو تو پھر وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں دوبارہ استنجاء کر کے تازہ وضو کرنا ہوگا۔ گویا یہ وضو تقبیل کی وجہ سے نہیں ٹوٹا بلکہ اخراج مذی/ودی کی

---

❶ سیرت عائشہ ص ۱۹۰

❷ صحیح البخاری، الصوم، باب الصائم یصبح جنبا، حدیث: ۱۹۲۵، ۱۹۲۶،

وجہ سے ٹوٹا۔)

❷ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں یہ مسئلہ بیان کیا کہ صبح ہو جائے اور وتر قضا ہو جائیں تو پھر وتر نہ پڑھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سنا تو فرمایا۔ ابودرداء رضی اللہ عنہ نے صحیح نہیں کہا۔ صبح ہو جاتی تب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر پڑھ لیتے تھے۔ ❶

❸ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک دن وعظ میں کہا کہ اگر روزے کے دنوں میں کسی کو صبح نہانے کی ضرورت پیش آئے تو اس دن روزہ نہ رکھے۔ لوگوں نے جا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تصدیق چاہی۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل اس کے خلاف تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جا کر ٹوکا۔ تو انہوں نے فتویٰ سے رجوع کر لیا۔ ❷

حافظہ کی قوت' مالک حقیقی کی طرف سے ایک گرانمایہ عطیہ ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس عطیہ الٰہی سے بدرجہ اتم سرفراز تھیں۔ ام المومنین نے اپنے حافظہ سے اپنے معاصرین پر جو نکتہ چینیاں کی ہیں۔ اس کی تین مثالیں ملاحظہ ہوں:

1 حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے خواہش ظاہر کی کہ ان کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں ادا کی جائے۔ لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

> لوگ کس قدر بھول جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل رضی اللہ عنہ بن بیضاء کی جنازہ کی نماز مسجد میں پڑھی تھی۔ ❸

2 حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لوگوں نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

❶ مسند احمد:۶/ ۲۴۲

❷ الموطأ للامام مالك الصيام' باب ما جاء في صيام الذي يصبح جنبا في رمضان' حديث : ٦٥٦

❸ صحيح مسلم' الجنائز' باب الصلاة على الجنازة في المسجد' حديث : ٩٨٣

نے کتنے عمرے کیے۔ انہوں نے فرمایا' چار۔ جن میں ایک رجب میں تھا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (آپ کے بھانجے) نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جا کر اس کی تصدیق چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت) پر رحم فرمائے۔ آپ نے کوئی عمرہ ایسا نہیں کیا جس میں وہ شریک نہ رہے۔ اور رجب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ نہیں کیا۔ ❶

ایک دفعہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے تلامذہ سے ذکر کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع ہوئی' تو فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمان پر رحم فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ مہینہ کبھی ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ ❷

فقہ وقیاس

علمی حیثیت سے کتاب وسنت درحقیقت بمنزلہ دلائل کے ہیں اور فقہ ان دلائل کے نتائج اور مستنباطات کا نام ہے۔

عہد نبوی تک تو خود ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم علم وفتویٰ کا مرکز تھی۔ اس مقدس عہد کے بعد اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو شریعت کے رازدان اور احکام اسلامی کے محرم تھے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے ان سے مشورہ فرماتے۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی حدیث مل جاتی تو وہ بیان کر دی جاتی اور مسئلہ حل ہو جاتا۔ لیکن اگر کوئی حدیث وغیرہ نہ ملتی تو منصوص احکام پر قیاس کر کے فیصلہ کرایا جاتا۔

❶ صحیح البخاری' العمرۃ' باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث: ۱۷۷۶

❷ مسند احمد: ۶/ ۲۴۳

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں فتنوں نے سر اٹھایا تو لوگ مدینہ سے نقل مکانی کر کے مکہ معظمہ، طائف، دمشق اور بصرہ وغیرہ میں جا کر آباد ہو گئے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے دار الحکومت ہی تبدیل کر دیا۔ انہوں نے بجائے مدینہ کے کوفہ کو اپنا دار الحکومت بنا لیا۔ اس طرح بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دوسرے شہروں میں منتقل ہو گئے۔ اور مدینہ منورہ میں صرف چار صحابہ کرام جو فقہ و فتاویٰ میں اپنا ایک خاص مقام رکھتے تھے، رہ گئے۔ اور وہ یہ ہیں:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

ان چاروں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا غیر منصوص احکام کے فیصلہ میں اپنا اپنا علیحدہ اصول تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ تھا کہ پیش شدہ مسئلہ کے متعلق اگر کتاب و سنت و اثر سے جواب مل جاتا تو سائل کو بتا دیتے۔ اگر کوئی آیت یا حدیث یا خلفائے سابقین کا اثر معلوم نہ ہوتا تو خاموش رہتے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا طریقہ یہ تھا کہ گزشتہ منصوص احکام یا فیصل شدہ مسائل پر جدید مسئلہ کو قیاس کر کے اس کا جواب اپنی عقل کے مطابق جو سمجھ میں آتا وہ بتا دیتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استنباط کا اصول یہ تھا کہ وہ مسئلہ کا حل سب سے پہلے قرآن مجید سے تلاش کرتی تھیں۔ اگر اس میں کامیابی نہ ہوتی تو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتیں۔ اگر حدیث مبارکہ بھی مسئلہ حل کرنے میں مددگار ثابت نہ ہوتی تو

پھر قیاس سے کام لیتیں۔ اپنی رائے اور قیاس سے کام اس وقت لینا چاہیے جبکہ وہ مسئلہ قرآن وحدیث کے نصوص سے حل نہ ہو' لیکن حیرت ہے ان افراد امت پر جو ہر مسئلہ رائے اور قیاس سے حل کرتے ہیں۔ اور قرآن وحدیث کی طرف جانا گوارا ہی نہیں کرتے۔ یاد رکھیے یہ روش نہ صرف مسلک صدیقہ رضی اللہ عنہا کے خلاف ہے بلکہ کل صحابہ رضی اللہ عنہم کے مسلک کے خلاف ہے' لہٰذا اس روش سے گریز کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک آدمی نے متعہ کے بارے میں سوال کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ھ میں غزوہ خیبر کے بعد اس کو حرام کر دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور بعض لوگ اس کے جواز کے قائل تھے۔ لیکن جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی حرمت کے قائل تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے اس کی حرمت میں قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کیا:

﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ﴾ (المومنون: ۵۔۶)

''وہ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور ملکیت کے۔ یقیناً یہ ملامتیوں میں سے نہیں ہیں''۔

اس لیے ان عورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت جائز نہیں ہے۔ ممنوعہ عورت نہ بیوی ہے' نہ لونڈی۔ اس لیے متعہ جائز نہیں ہے۔

متعہ سے مراد بغیر نکاح کے کسی عورت کو کچھ معاوضہ دے کر کچھ مدت کے لیے اپنا کام نکالنا ہے۔ اس میں وقت اور ایام کی بھی تعیین وتحدید نہیں۔ مگر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دے دیا تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے۔ اور فقیہ امت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید کے حوالے سے واضح فرما دیا ہے۔

قرآن مجید کے بعد حدیث کا درجہ ہے۔ حدیث سے مسئلہ کے حل کی مثال

ملاحظہ ہو۔ مسئلہ یہ پیش ہوا:

اگر شوہر اپنی بیوی کو طلاق لے لینے کا اختیار عطا کر دے۔ اور بیوی اس اختیار کو واپس کر کے اپنے شوہر کو قبول کرے۔ تو کیا بیوی کو طلاق پڑے گی؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک ایک طلاق بھی واقع نہ ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس استدلال کے لیے تخییر کا واقعہ پیش کیا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو اختیار دیا کہ وہ دنیا قبول کریں یا کاشانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رہ کر فقر وفاقہ کو پسند کریں۔ سب نے دوسری صورت پسند کی۔ کیا اس سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن پر ایک طلاق واقع ہوگئی؟ (یعنی طلاق واقع نہیں ہوئی۔) ❶

حدیث کے بعد قیاس کا درجہ ہے۔ قیاس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو مسائل حل کیے اس کی مثال ملاحظہ ہو:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں عموماً مسجدوں میں آتی تھیں اور نماز باجماعت ادا کرتی تھیں۔ مردوں کے پیچھے بچوں کی صفیں ہوتی تھیں۔ اور بچوں کے پیچھے عورتوں کی صفیں ہوتی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عام حکم دیا تھا کہ لوگ عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے نہ روکیں:

لَا تَمْنَعُوْا اِمَاءَ اللّٰهِ مِنْ مَسَاجِدِ اللّٰهِ۔

''اللہ کی لونڈیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکا کرو''۔ ❷

عہد نبوت کے بعد مختلف قوموں کے میل جول، تمدن کی وسعت اور دولت کی فراوانی کے سبب عورتوں کے زیب وزینت میں کافی تبدیلی آ گئی تھی۔ یہ حالات دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''اگر آج رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روک دیتے''۔ حدیث میں ہے:

---

❶ صحیح البخاری، الطلاق، باب من خیر ازواجہ، حدیث: ۵۲۶۲

❷ سنن ابی داود، الصلوٰۃ، باب ما جاء فی خروج النساء الی المسجد، حدیث: ۵۶۶

عمرہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

عورتوں نے جو نئی باتیں پیدا کی ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس زمانہ میں ہوتے اور موجودہ صورت حال دیکھتے۔تو جس طرح یہود کی عورتوں کو مسجدوں میں آنے سے روکا گیا ہے انہیں بھی روک دیا جاتا۔ ❶

اس رائے پر گو اس وقت عمل نہ ہوا۔لیکن اس استنباط کا منشاء وہی قیاس عقلی ہے۔یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اپنی سوچ تھی جو اپنی جگہ معیوب نہ تھی مگر چونکہ بارگاہ نبوی سے خواتین کو مسجد میں حاضری کی اجازت مل چکی تھی' لہٰذا صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قیاس عقلی سے اعتناء نہ فرمایا۔معلوم ہوا کسی صحابی یا صحابیہ کی اپنی ذاتی رائے کو بمقابلہ نصوص قرآن وسنت اختیار نہیں کیا جائے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے احکام فقہی میں اپنے معاصرین سے اختلاف کیا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''سیرۃ عائشہ'' میں ان اختلافی مسائل کی ایک فہرست پیش کی ہے جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے:۔

نمبر شمار	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
۱	بوسہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ......ٹوٹ جاتا ہے
۲	جنازہ اٹھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ......ٹوٹ جاتا ہے۔
۳	مردہ کو غسل دینے سے غسل واجب نہیں۔	حضرت ابوہریرہ......غسل واجب ہو جاتا ہے۔
۴	قربانی کا گوشت تین دن بعد کھانا جائز ہے۔	حضرت علی رضی اللہ عنہ و ابن عمر رضی اللہ عنہ........ نہیں۔

❶ صحیح مسلم' الصلوٰۃ' باب خروج النساء الی المسجد اذا لم یترتب علیه فتنة ......' حدیث : ۴۴۳

۵	عصر میں جلدی کرنی چاہیے۔	حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا.........تاخیر
۶	افطار میں جلدی کرنی چاہیے۔	حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ........ تاخیر
۷	نماز میں عورت سامنے آجانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ....... باطل ہوجاتی ہے
۸	حج میں وادی محصب میں اترنا سنت نہیں۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ......سنت ہے
۹	نماز مغرب جلدی پڑھنی چاہیے۔	حضرت ابوموسیٰ......تاخیر
۱۰	عورت کو غسل کے لیے بال کھولنا ضروری نہیں۔	حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ........ضروری ہے۔ [1]

یہاں یہ بات نہ بھولئے کہ ہم قرآن وسنت کے واضح نصوص کو جنہیں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے آثار وتعامل سے واضح فرمایا اختیار کرنے کے پابند ہیں۔ کسی صحابی یا صحابیہ کے ذاتی اجتہاد وتفقہ یا استنباط واستخراج کو اختیار کرنے کے پابند نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یا فیصلہ سب پر حکم (فیصل) ہے' کسی اور کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حکم (Authority) نہیں۔ ہم قرآن کو سمجھیں گے حدیث کی روشنی میں۔ اور حدیث کو سمجھیں گے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آثار وتعامل کی روشنی میں۔ ارباب علم وتحقیق اور محدّثین کبار رحمہم اللہ کی یہی روش رہی ہے۔ اور یہی اصولی (Authentic) طریق استدلال ہے۔ اسی کو اختیار کر کے ہم پھسلن اور گمگشتگی سے بچ سکتے ہیں۔ تمام اقوال وآراء اور فتاویٰ کو اس کسوٹی پر پرکھیں گے' کسوٹی کو اقوال وآراء پر نہیں پرکھیں گے۔ بصورت دیگر منزل

[1] سیرۃ عائشہ ص ۲۱۱ تا ۲۱۵ مطبوعہ اعظم گڑھ

کھو جائیں گے۔

علم کلام وعقائد

اسلام ایک سادہ دین ہے۔سادہ دین کا مطلب ہے کہ اس میں تکلفات‘ اشکالات اور تصنعات قسم کی کوئی چیز نہیں۔اس کے احکامات آسان‘ سیدھے اور ممکن العمل ہیں۔جس طرح اس کے احکامات صاف اور سیدھے سادھے ہیں۔اسی طرح اس کے عقائد بھی سیدھے سادے ہیں۔ان میں کوئی ایچ پیچ نہیں۔توحید‘ رسالت‘ آخرت وغیرہ جملہ عقائد کو قرآن وحدیث نے بڑی صفائی اور سادگی سے بیان کر دیا ہے‘ انہی کو زیر مطالعہ رکھنا اور اپنانا چاہیے۔یہ درست ہے کہ غیر مذاہب والوں کے ساتھ میل جول اور عقلی بحث ومباحثوں کے سبب سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخیر زمانہ میں نئی نئی بحثوں کا آغاز ہو گیا۔بہر حال اس وقت جس قسم کے بھی مسائل پیدا ہوتے تھے‘ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان مسائل کا حل فرما دیتے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کی روشنی میں ان مسائل کے جوابات دیتے تھے۔

اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایات ثابت ہیں ان میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے اور ان کا تعلق علم کلام اور عقائد سے ہے۔مثلاً:

علمائے اسلام نے صفات الٰہی کے بارے میں فرمایا:

صفات الٰہی پر یقین کیا جائے۔اور اس کے حقیقی لغوی معنوں پر ایمان رکھا جائے۔اور ان کی تفصیل میں نہ پڑا جائے۔

1 رؤیت باری تعالیٰ

❶ رؤیت باری تعالیٰ کے بارے میں معتزلہ اور معتزلہ کے ہم خیال لوگوں کا

عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نہ اس دنیا میں ہو سکتا ہے اور نہ ہی آخرت میں ہوگا۔

جمہور علمائے اسلام کا مسلک یہ ہے کہ اس دنیا میں تو اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا۔ لیکن آخرت میں اس طرح دیدار ہوگا جس طرح چودھویں کا چاند سب کو نظر آتا ہے۔

اس دنیا میں دیدار الٰہی کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ کہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اس نے جھوٹ بولا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس دعویٰ پر قرآن مجید کی درج ذیل دو آیات سے استدلال کیا ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام:۱۰۳)

”اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہوتا ہے اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے“۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ﴾

(الشوریٰ : ۵۱)

”ناممکن ہے کہ کسی بندہ سے اللہ تعالیٰ کلام کرے۔ مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے“۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے تھے۔ اور سورہ نجم کی ان آیات سے استدلال کرتے تھے:

❶ ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴾ (النجم : ۱۳)

”اسے تو ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا“۔

❶ ﴿لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی﴾ (النجم : ۱۸)

''یقیناً اس نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیوں میں سے بعض نشانیاں دیکھ لیں''۔

۲ علم غیب:

یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مسلک قوی اور صحیح ہے کیونکہ قرآن و حدیث اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے۔ یہ ساری تفصیل تفسیر ابن کثیر آیت اَسْرٰی کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ (سورۃ بنی اسرائیل' آیت:۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام ہیں۔

❷ علم غیب کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا موقف یہ تھا کہ جو شخص یہ بیان کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غیب کی باتیں جانتے تھے' وہ جھوٹا ہے۔ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہے۔

﴿عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾

''اللہ تعالیٰ غیب اور شہادت کا جاننے والا ہے''۔

﴿قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾

(النمل:٦٥)

''آسمانوں والوں میں سے، زمین والوں میں سے سوائے اللہ کے کوئی غیب نہیں جانتا''۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیب نہ جاننے کا استدلال اس آیت سے کرتی تھیں:

﴿وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا﴾ (لقمان:٣٤)

''کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا''۔

جب کوئی نہیں جانتا تو رسول اللہ ﷺ کو بھی اس کی خبر نہیں تھی کہ کل کیا ہوگا۔ اس سے غیب کے کلی علم کی نفی ہوتی ہے۔ یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے عالمانہ استدلال کا انداز بنایا جا رہا ہے ورنہ یہ نہیں کہ ان کے اس مسئلہ سے اختلاف کیا گیا ہے۔ یہ مسئلہ علم غیب سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں متفق علیہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عالم الغیب نہیں۔ یہ غیب ذاتی اور عطائی کی تقسیم خیر القرون میں نہیں تھی۔ آج کل جسے علم غیب عطائی کہا جا رہا ہے یہ دراصل وحی ہے اور نزول وحی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے؟ بعض لوگ وحی کو علم غیب کی عطائی قسم بنا کر آنحضرت ﷺ کو عالم الغیب کہہ دیتے ہیں یہ ان کا ایک موہومہ عقیدہ وخیال ہے جس کا امر واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔۔۔۔

غیب کے معنی ہیں پوشیدہ اور مخفی بات۔ اگر وہ بات کسی کے بتانے سے معلوم ہوگی تو پھر علم غیب میں شمار نہ ہوگی اور آگے جس کو بتائی جائے گی اسے عالم الغیب نہ کہا جائے گا۔ مثال کے طور پر چاروں آسمانی کتابیں ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے چار رسولوں (حضرت موسیٰ، حضرت داؤد، حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام) پر نازل فرمائیں۔ ان چاروں کتابوں کا علم ان کے نزول سے قبل مذکورہ رسولوں کو نہ تھا۔ جب یہ نازل ہوئیں تو انہیں علم ہوا۔ لہٰذا ہم رسولوں کو عالم الغیب نہیں کہیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو یہ علم کسی کے بتانے سے نہ تھا بلکہ از خود تھا اس لئے اللہ تعالیٰ کو عالم الغیب کہا جائے گا۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس کو کسی کے بتانے سے علم ہو وہ عالم الغیب نہیں ہوتا۔ اور جسے کسی کے بتائے بغیر از خود ہر بات معلوم ہو اسے عالم الغیب کہا جائے گا۔ اور ظاہر ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جسے ہر بات کا کسی کے بتائے بغیر خود بخود علم ہے۔ جو شخص یہ فرق نہیں کرتا وہ مسئلہ علم غیب کبھی نہیں سمجھ سکتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سمیت جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی عقیدہ اور مسلک تھا کہ عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ ان کے علاوہ نبی ولی کوئی بھی عالم الغیب نہیں۔

۳ الصحابۃ عدول:

اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عادل' ثقہ اور مامون تھے 'تا آنکہ کسی شخص کے بارے میں کوئی بات عدالت وثقاہت کے خلاف ثابت نہ ہو۔ اور اس کے بیان میں بھی احترام ملحوظ رہے۔ تشہیر کی اجازت ہے نہ ضرورت۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خانہ جنگیوں میں اہل مصر و عراق اور اہل شام ایک دوسرے کے حامی اور طرفدار صحابہ رضی اللہ عنہم پر طعن و تشنیع کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان لوگوں کے اس اقدام کو حکم الٰہی کے خلاف سمجھا اور اپنے بھانجے سے فرمایا:

يَا ابْنَ أُخْتِيْ أُمِرُوْا أَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِأَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَبُّوْهُمْ۔ ❶

"اے بھانجے حکم دیا گیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم کے لیے رحمت کی دعا کریں مگر یہ لوگ گالیاں دیتے ہیں"۔

خیال رہے کسی کے بارے میں اس کی شان کے منافی اہانت وتذلیل کا لفظ استعمال کرنا سبّ و شتم کے زمرہ میں آتا ہے۔ منافقین نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہ مکروہ سلسلہ شروع کر رکھا تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ حکم قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط کیا جو مہاجرین اور انصار کی تعریف کے سلسلہ میں وارد ہوا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (الحشر: ۱۰)

"اور (ان کے لئے) جو ان کے بعد آئیں جو کہیں گے کہ ہمارے پروردگار

---

❶ صحیح مسلم' التفسیر' باب فی تفسیر آیات متفرقہ' حدیث: ۳۰۲۲

ہمیں بخش دے۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ایمانداروں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ اور دشمنی نہ ڈال۔ اے ہمارے رب! بے شک تو شفقت و مہربانی کرنے والا ہے''۔

۴ سماع موتیٰ (یعنی مردے سنتے ہیں یا نہیں؟):

اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں برائے نام اختلاف تھا۔ اور وہ اختلاف ایسا نہیں تھا جیسا کہ آج کل ہمارے ہاں ہے۔ کہ ایک طبقہ کہتا ہے کہ مردے سب کچھ سنتے ہیں، سب کچھ دیکھتے ہیں ہر جگہ جا سکتے ہیں سب کی حاجات پوری کر سکتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ایسے شرکیہ اور خلاف قرآن و حدیث عقائد کا ان میں مطلق کوئی قائل نہ تھا۔ بلکہ ان خود ساختہ باتوں کا ان کے ہاں تصور بھی نہ تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ حدیث ''قَرْعُ نِعَالٍ'' وغیرہ سے استدلال کرتے ہوئے پاؤں کی چاپ کی حد تک سماع کے قائل تھے۔ یعنی تدفین کے بعد لوگ جب واپس جاتے ہیں تو میت ان کے چلنے کی آواز سنتی ہے بس۔ یہ نہیں کہ وہ دعا پکار سنتی اور ان کی حاجت پوری کرتی ہے۔ ہمیں فرمودۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے۔ اور اپنے پاس سے پخّریں لگانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ دین میں اضافہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ناگوار ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مطلق سماع موتیٰ (یعنی مردوں کے سننے) کی منکر تھیں۔ اور ان کا انکار عقلی نہیں بلکہ وہ اپنے اس دعویٰ میں آیات ذیل سے ثبوت پیش کرتی تھیں:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (النمل : ۸۰)

''اے پیغمبر تو مردوں کو اپنی بات نہیں سنا سکتا''۔

﴿وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ﴾ (الفاطر : ۲۲)

''اور نہ تو ان کو سنا سکتا ہے جو قبروں میں ہیں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ مردے موت کے بعد سماعت سے محروم ہوتے ہیں۔ الا یہ کہ بعض خاص حالات میں اللہ تعالیٰ ان کو کوئی آواز سنا دے۔ جیسا کہ دو تین احادیث ملتی ہیں۔ لیکن ان سے مروجہ سماع کا ثبوت بہم نہیں پہنچتا۔ وہ احادیث صحیح ہیں مگر ان سے استدلال صحیح نہیں۔ یہ الگ موضوع ہے اس پر کسی اور وقت بحث کی جائے گی۔ فی الحال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نظریہ بتانا مقصود ہے کہ وہ سماع موتی کی قائل نہیں تھیں۔

علم اسرار الدّین

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ شریعت کے سارے احکام مصلحتوں پر مبنی ہیں۔ لیکن ان مصلحتوں پر بندوں کا مطلع ہونا ضروری نہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے احکام کے بہت سے مصالح خود بتا دیئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احکامات دیئے ان میں سے بہت سے احکامات کی مصلحتیں کبھی خود بیان فرما دیں۔ اور کبھی کسی صحابی نے پوچھا تو بتا دیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جو لوگ شریعت کے راز داں تھے وہ بھی ان نکتوں سے آگاہ تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ (م ۱۱۷۶ء) نے علم اسرار شریعت پر ایک بے نظیر کتاب ''حجۃ اللہ البالغہ'' کے نام سے تصنیف کی۔ اس کے مقدمہ میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ سلف کا اس علم کو مدوّن نہ کرنا ہمارے دعویٰ کو مضر نہیں، جب کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اصول و فروع بیان فرمائے۔ اور فقہائے صحابہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

'حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وغیرہ نے آپ کی اس میں پیروی کی۔ ان امور کی تحقیق اور ان کے وجوہ ظاہر کیے۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک شریعت کے احکام مصالح اور اسباب پر مبنی ہیں۔ اور ان کے بدلنے سے احکام بھی بدل جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں چند ایک مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

❶ نزول قرآن مجید:

قرآن مجید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر عرصہ ۲۳ سال میں نازل ہوا۔

۱۳ سال مکہ مکرمہ میں اور تقریباً ۱۰ سال مدینہ منورہ میں۔

مکی دور کا قرآن، مدنی دور کے قرآن مجید سے معنوی خصوصیات کے لحاظ سے مختلف ہے۔ جو لوگ عربی زبان اور اس کے ساتھ لغت و ادب پر عبور رکھتے ہیں وہ اس کے رموز سے واقف ہیں اور وہ صرف مختلف سورتوں کی آیات سن کر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ سورۃ مکی ہے یا مدنی۔

مکی اور مدنی سورتوں میں جو امتیازات ہیں۔ اس کی مختصراً تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

مکی سورتوں کے نزول کے زمانہ کو علمائے اسلام نے تین ادوار پر تقسیم کیا ہے:

دور اول: از انبوی تا ۵ نبوی

دور وسطیٰ: از ۶ نبوی تا ۱۱ نبوی

دور آخر: از ۱۲ نبوی تا ۱۳ نبوی

دور اول از انبوی تا ۵ نبوی ۴۲ سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کے نام یہ ہے:

اقراء۔ المدثر۔ المزمل۔ نٓ۔ فاتحه۔ لهب۔ التكوير۔ الاعلیٰ۔ الضحیٰ۔ الم نشرح۔ العصر۔ العاديات۔ التكاثر۔ الكافرون۔ الفیل۔ اخلاص۔ النجم۔ عبس۔ القدر۔ التين۔ قريش۔ القارعه۔ القيامه۔

---

❶ مقدمه حجة الله البالغه

الھمزہ۔ المرسلات۔ ق۔ البلد۔ الطارق۔ مریم۔ طٰہٰ۔ الواقعہ۔ ذاریات۔ الغاشیہ۔ نوح۔ الطور۔ النباء۔ النازعات۔ انفطار۔ انشقاق۔ الملک۔ الدھر۔

ان تمام سورتوں کا مرکزی موضوع اللہ تعالیٰ کی خالقیت' رسول اللہ ﷺ پاکیزگی اور صبر کی تلقین' اور دعوت و تبلیغ کا حکم' کفار کو تہدید و توبیخ' اقامت صلوٰۃ اور رجوع الی اللہ کی تلقین' قیامت کا ذکر' توحید الٰہی' منکرین آخرت کے شکوک وشبہات کا جواب' اور ان کے عقائد باطلہ کی تردید' قیامت کا اثبات اور اس عقیدہ سے منکرین کا انجام' انسان کی حقیقت' آخرت میں حساب و کتاب کا عقیدہ' قرآن مجید کی حقانیت' آنحضرت ﷺ کو دعوت میں اعتدال اختیار کرنے کی تلقین' قیامت اور آخرت کے حالات اور قیامت کے دن کی ہولناکیاں' توحید اور قدرت الٰہی پر دلائل اور انسانوں کی اصل حقیقت ہے' یعنی ان سورتوں میں مذکورہ عنوانات کا بیان ہے۔

دور وسطیٰ از ۶ نبوی تا ۱۱ نبوی میں ۳۳ سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کے نام یہ ہے:

اللیل۔ الفجر۔ الشمس۔ البروج۔ الکوثر۔ القمر۔ صٓ۔ اعراف۔ الجن۔ الفرقان۔ الفاطر۔ الشعراء۔ النحل۔ القصص۔ الحجر۔ الصافات۔ لقمان۔ سبا۔ الزمر۔ المومن۔ حٰمٓ سجدہ۔ شوریٰ۔ زخرف۔ الدخان۔ الجاثیہ۔ احقاف۔ الکہف۔ السجدہ۔ الحاقہ۔ المعارج۔ الروم۔ الانبیاء۔ الرحمان۔

ان سورتوں کا مرکزی موضوع یہ ہے:

انسانی زندگی کے دو رخ نیکی اور بدی اور اس کا انجام' آنحضرت ﷺ کو تسلی' نماز اور قربانی کی تاکید' شق القمر کا معجزہ' سابقہ قوموں کا ذکر' ان کی تباہی کے واقعات اور ان کا انجام' کفار کا قرآن اور آنحضرت ﷺ پر اعتراضات اور ان کا جواب'

عقائد جاہلیت کی تردید' توحید الٰہی اور آخرت پر کفار کے شبہات اور ان کو تنبیہ' اصحاب کہف' خضر و موسیٰ علیہ السلام' ذوالقرنین اور روح کے متعلق کفار کے سوالات کا جواب' شکر گزاری کی تلقین اور کفران نعمت سے بچنے کی ہدایت۔

دور آخر از ۱۲ نبوی تا ۱۳ نبوی۔ اس میں ۱۲ سورتیں نازل ہوئی۔ جن کے نام یہ ہیں:

یٰسٓ . بنی اسرائیل. یونس. ھود. یوسف. انعام. النحل. ابراھیم. المومنون. عنکبوت. المطففین . الرعد.

ان سورتوں کا مرکزی موضوع یہ ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی تصدیق' واقعہ معراج' توحید الٰہی اور عقیدۂ آخرت پر دلائل' حضرت یوسف علیہ السلام کے تفصیلی حالات' بطلان شرک' عقیدۂ آخرت کی دعوت' توہمات جاہلانہ کی تردید' اتباع رسول کی دعوت' انسان' زمین اور آسمان کی تخلیق کا ذکر' ظلم وستم پر مسلمانوں کو استقامت کی تلقین' کم تولنے اور کم ناپنے پر تہدید و توبیخ' دعوت رسول کی تصدیق' مبدأ و معاد پر دلائل وغیرہ کا بیان ہے۔

مدنی سورتوں کو علمائے اسلام نے ۲ ادوار میں تقسیم کیا ہے:

دور اول: از ۱ ھجری تا ۵ ھجری

دور آخر: از ۶ ھجری تا ۱۰ ھجری

مدنی سورتوں کا دور اول از ۱ ھجری تا ۵ ھجری ہے۔ اس میں ۱۶ سورتیں نازل ہوئیں۔ جن کے نام یہ ہیں:

البقرہ. انفال. آل عمران. احزاب. نساء. الحدید. محمد. طلاق. البیّنة. الحشر. الحج. التغابن. الصف. زلزال. الفلق . الناس.

ان سورتوں کا مرکزی موضوع یہ ہے:

اسلامی دعوت کا جدید مرحلہ' منافقین اور بنی اسرائیل کے حالات' اسلامی

شریعت کے بیشتر مسائل یعنی تحویل قبلہ' حج' روزہ' زکوٰۃ' طلاق' نکاح' رضاعت وغیرہ وغیرہ ہر نوع کے مسائل کا بیان۔ غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی فتح' اور مسلمانوں کی بعض کمزوریوں کی نشاندہی' مال غنیمت کی تقسیم' قیدیوں کے بارے میں احکامات' یہود و نصاریٰ کی اعتقادی گمراہی اور مسلمانوں کو بہترین امت بننے کی ہدایت' غزوہ خندق' منافقین' مشرکین اور یہود کی ریشہ دوانیوں کا تذکرہ' میراث' عورتوں کے حقوق' محرمات کا بیان' انفاق فی سبیل اللہ اور مالی قربانی کی تلقین' عائلی قوانین' حج کے بیشتر مسائل کا تذکرہ' ایمان اور اخلاق کی دعوت اور میدان جنگ میں جنگی پوزیشن مستحکم بنانے کی ہدایت وغیرہ۔

مدنی سورتوں کا دور آخر از ۶ ھجری تا ۱۰ ھجری ہے۔

اسی دور میں جو سورتیں نازل ہوئی ان کی تعداد گیارہ ہے۔ اور ان کے نام یہ ہیں:

الممتحنہ . النور. منافقون. المجادلہ. حجرات. تحریم.

الجمعہ. فتح. مائدہ. توبہ . نصر.

ان سورتوں کا مرکزی موضوع یہ ہے:

مسلمان عورتوں کو اسلامی ہدایات' احکام زنا' پردہ کے احکامات' لونڈی غلاموں کے احکامات' مومنوں اور منافقوں کی صفات' ظہار کے بارے میں احکامات' مسلمانوں کو معاشرتی آداب کی تلقین' حرام اور حلال کی توضیح' نماز جمعہ کے بارے میں ہدایات' صلح حدیبیہ پر فتح مبین کی خبر' اسلامی شریعت کے بیشتر مسائل کا ذکر' بنی اسرائیل کا تذکرہ اور مکمل کامیابی کے مناظر اور آخر میں رحلت نبوی ﷺ کی طرف اشارہ ہے۔ [1]

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے اس کی تفصیل بیان فرما

---

[1] ترتیب نزول قرآن کے سلسلہ میں یعنی مکی اور مدنی سورتوں کی تفصیل کے بارے میں مولانا تقی عزیز الرحمان بجنوری کی کتاب ''تاریخ اور احکام'' مطبوعہ بجنور ۱۹۸۸ء سے استفادہ کیا گیا ہے۔

دی تھی۔ صحیح بخاری میں ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قرآن مجید کی سب سے پہلے جو سورۃ نازل ہوئی وہ مفصل کی سورۃ ہے' جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ تو پھر حلال وحرام کا بیان اترا۔ اگر پہلے ہی اترتا کہ شراب مت پیو' تو لوگ کہتے کہ ہم ہرگز شراب نہیں چھوڑیں گے۔ اور اگر یہ اترتا کہ زنا نہ کرو' تو کہتے ہم ہرگز زنا نہ چھوڑیں گے۔ (فرماتی ہیں) مکہ میں جب میں کھیلتی تھی تو یہ حکم اترا کہ ان کے وعدہ کا وقت قیامت ہے اور وہ قیامت سخت* اور نہایت تلخ حقیقت ہے۔ سورہ بقرہ اور سورہ نساء جب نازل ہوئیں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھی۔ [1]

۲ نماز قصر

(۲) وہ نماز جس کی چار رکعت ہیں' قصر کی حالت میں صرف دو رکعتیں رہ گئیں۔ یہ سفر میں سہولت فراہم کی گئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کے بارے میں ارشاد فرماتی ہیں:

مکہ میں دو دو رکعتیں فرض تھیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی۔ تو چار فرض کی گئیں اور سفر کی نماز اپنی حالت میں چھوڑ دی گئی۔ [2]

۳ نوافل:

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کتب حدیث میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل بیٹھ کر ادا فرماتے تھے۔ اس لیے بعض لوگ کسی عذر کے بغیر بھی بیٹھ کر نفل پڑھنا مستحب سمجھتے ہیں۔ حالانکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے سے ثواب آدھا رہ جاتا ہے جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح میں حدیث آتی ہے۔ ایک شخص نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے

---

[1] صحیح البخاری' فضائل القرآن' باب تالیف القرآن' حدیث: ۴۹۹۳

[2] صحیح البخاری' مناقب الانصار' باب التاریخ من این ارخوا التاریخ' حدیث: ۳۹۳۵

سوال کیا۔ کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے؟

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

حِيْنَ حَطَمَهُ النَّاسُ۔

''جب لوگوں نے آپ کو زیادہ تھکا دیا'' (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کمزور ہو گئے) ❶

دوسری روایت میں ہے۔

مَارَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُفِيْ شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوةِ اللَّيْلِ جَالِسًا قَطُّ حَتّٰى دَخَلَ فِي السِّنِّ۔

''میں نے کبھی آپ کو تہجد کی نماز بیٹھ کر پڑھتے نہیں دیکھا۔ لیکن ہاں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی''۔ ❷

۱۴ نماز مغرب

(۴) ہجرت کے بعد نمازوں میں اضافہ ہوا۔ اور دو رکعتوں کی بجائے چار رکعتیں ہو گئیں۔ لیکن نماز مغرب میں اضافہ نہ ہوا۔

اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

اِلَّا الْمَغْرِبَ، فَإِنَّهَا وِتْرُ النَّهَارِ وَاِلَّا الصُّبْحَ، فَإِنَّهَا تَطُوْلُ فِيْهَا الْقِرَاءَةُ

''مغرب کی رکعتوں میں اضافہ نہ ہوا' کیونکہ وہ دن کی نماز وتر ہے''۔ ❸

اور صبح کی نماز میں اضافہ نہ ہوا۔ یہ دو رکعت ہی رہی۔

اس بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

نماز فجر کی رکعتوں میں اضافہ نہ ہوا۔ اس لیے اس میں قراءت لمبی ہوتی ہے۔

---

❶ ابی داود: الصلوٰۃ' باب فی صلوٰۃ القاعد' حدیث: ۹۵۶ سیرت الصحابیات

❷ سنن ابی داود' الصلوٰۃ' باب فی صلوٰۃ القاعد' حدیث : ۹۵۳

❸ مسند احمد: ۶/ ۲۴۱

اور صبح کی نماز میں لمبی سورتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ❶

❺ نماز تراویح:

(۵) پورے رمضان میں آنحضرت ﷺ نے نماز تراویح کیوں نہ پڑھی (صرف تین دن ہی کیوں پڑھی؟)، اس کے بارے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

آپ ﷺ کی رمضان اور غیر رمضان میں عام قیام اللیل یا صلوٰۃ اللیل میں یا نماز تہجد یا نماز وتر میں رکعات کی تعداد گیارہ ہوا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی ہے:

مَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَزِيْدُ فِيْ رَمَضَانَ وَلَا فِيْ غَيْرِهٖ عَلٰى اِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً.

''رسول اللہ ﷺ رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے''۔ ❷

رمضان میں آپ ﷺ نے ایک دن مسجد میں تراویح کی نماز پڑھی۔ آپ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھ کر کچھ اور لوگ بھی شریک ہو گئے۔ دوسرے دن اور زیادہ مجمع ہوا۔ تیسرے دن بھی لوگ جمع ہوئے۔ چوتھے دن اتنا مجمع ہوا کہ مسجد میں نمازیوں کے لیے جگہ نہ رہی۔ لیکن آپ ﷺ باہر تشریف نہ لائے۔ لوگ انتظار کر کے مایوس ہو کر چلے گئے۔ صبح کو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا:

آج شب تمہاری حالت مجھ سے پوشیدہ نہ تھی۔ لیکن مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر

---

❶ مسند احمد: ٦/ ٢٦٥

صحیح البخاری، التهجد، باب قيام النبی ﷺ بالليل فی رمضان وغيره، حديث: ١١٤٧

❷ صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبی ﷺ فی الليل وان الوتر ركعة حديث: ٧٣٨

تراویح فرض نہ ہو جائے۔ اور تم اسے ادا کرنے سے قاصر رہو۔ ❶

یاد رہے اگر رمضان میں یہ نماز سونے سے قبل ادا کی جائے تو تراویح کہلائے گی۔ لیکن اگر سونے کے بعد ادا کی جائے تو تہجد کہلائے گی۔ نبی اکرم ﷺ نے صرف تین دن ہی نماز تراویح باجماعت ادا کی ہے اور ان میں آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھے ہیں۔۔۔ بعض لوگ صرف تین دن تراویح پڑھ کر چھوڑ دیتے ہیں کہ بس سنت صرف تین دن ہی ہے۔ یہ لوگ شدید غلطی میں مبتلا ہیں۔ اسی طرح بعض لوگ بیس تراویح والوں کے پیچھے آٹھ تراویح پڑھ کر نکل آتے ہیں وہ بھی صحیح نہیں کرتے۔ انہیں معلوم ہونا چاہیے اگر آٹھ تراویح ادا کرنا سنت ہے تو ماہِ رمضان المبارک میں پورا قرآن مجید سننا بھی تو سنت ہے۔ اہل حدیث یا اہلسنت کا مطلب ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی سب صحاح احادیث اور معمول بہا سنتوں پر عمل کرنے والے ہیں' لہٰذا احکام و مسائل اپناتے وقت ہر طرف دھیان ہونا چاہیے اور مسنون تراویح گیارہ رکعت ہی ہیں۔

❻ مسئلہ قربانی

(٦) آنحضرت ﷺ نے شروع میں حکم دیا۔ کہ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہ رکھا جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس حکم کو دائمی سمجھتے تھے۔ لیکن حضرت عائشہ' حضرت جابر رضی اللہ عنہ' حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ وغیرھم سے روایت ہے کہ یہ وقتی حکم تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کیا تین دن کے بعد قربانی کا گوشت کھانے کو آنحضرت ﷺ نے حرام کیا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

لَا وَلٰكِنْ قَلَّ مَنْ كَانَ يُضَحِّي مِنَ النَّاسِ فَأَحَبَّ أَنْ يُطْعِمَ مَنْ لَمْ يَكُنْ يُضَحِّي، وَلَقَدْ كُنَّا نَرْفَعُ الْكُرَاعَ فَنَأْكُلُهُ بَعْدَ عَشَرَةِ

❶ صحیح مسلم' صلوٰۃ المسافرین' باب الترغیب فی قیام رمضان' حدیث: ۷۶۱

اَیَّامٍ (الحدیث) ❶

’’نہیں۔ اس زمانہ میں کم لوگ قربانی کر سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے حکم دیا کہ تاکہ جو قربانی کریں وہ ان کو کھلائیں جنہوں نے قربانی نہیں کی ہے‘‘۔

❼ مسئلہ تدفین

(۷) آنحضرت ﷺ کی جب رحلت ہوئی۔ تو آپ کو دفن کرنے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اختلاف ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

’’پیغمبر جہاں رحلت فرماتے ہیں وہیں دفن ہوتے ہیں‘‘۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کو حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں جہاں رسول اکرم ﷺ نے رحلت فرمائی دفن کیا گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ (ﷺ) نے مرض الموت میں ارشاد فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں) اگر یہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر کھلے میدان میں ہوتی۔ لیکن چونکہ اس کا خوف تھا کہ وہ بھی مسجد (یعنی سجدہ گاہ) نہ بن جائے۔ (اس لیے آپ ﷺ کو حجرہ کے اندر دفن کر دیا گیا۔)

(مسند احمد‘ مسند النساء‘ حدیث: ۲۵۴۰۷)

اس سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ آنحضرت ﷺ کے مزار مبارک کو دیواروں اور سقف کے اندر محفوظ رکھا جانا کیوں ضروری سمجھا گیا؟ اور اس سے یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہیے‘ کہ مزار تعمیر کروانا رب کا حکم ہے۔

---

❶ مسند احمد: ۶/ ۱۰۲

جامع الترمذی: الاضاحی‘ باب ماجاء فی الرخصة فی اکلها بعد ثلاث‘ حدیث: ۱۵۱۱

طب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام علوم اسلامیہ پر تبحر حاصل تھا۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

''میں نے قرآن کے علاوہ فرائض' حلال وحرام (یعنی فقہ)' شاعری' عرب کی تاریخ ونسب کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کار کسی کو نہ پایا''۔ ❶

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو طب سے خاص دلچسپی تھی۔ ان کو طب سے کیونکر دلچسپی ہوئی؟ اس کے بارے میں خود ہی فرماتی ہیں:

آنحضرت ﷺ آخر عمر میں بیمار رہا کرتے تھے۔ اطبائے عرب آیا کرتے تھے۔ جو وہ بتاتے تھے میں یاد کر لیتی تھی۔ ❷

مسلمان عورتیں عموماً لڑائیوں میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جاتی تھیں۔ اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی جنگ احد میں تشریف لے گئی تھیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں مسلمان عورتوں کو حسب ضرورت اس فن سے واقفیت تھی۔ فی زمانہ بھی کسی حد تک آگاہی ہونی چاہیے۔

تاریخ

عرب کے حالات' جاہلیت کی رسوم اور قبائل کے انساب سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ واقفیت تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان کی بیٹی تھیں۔ اس لیے ایسے فنون سے واقفیت ان کا خاندانی ورثہ تھا۔ ❸

آپ رضی اللہ عنہا تاریخ وانساب میں بہت زیادہ مہارت رکھتی تھیں۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ لکھتے ہیں:

---

❶ تذکرة الحفاظ ترجمه عائشه رضی اللہ عنہا

❷ مسند احمد: ۶/ ۶۷ المعجم الكبير ج ۲۳ ص ۱۸۲ ❸ مسند احمد: ۶/ ۶۷

مثلاً عرب میں شادی کس طرح ہوتی تھی اور شادی کے کتنے طریقے رائج تھے۔ طلاق کی کیا صورت ہوتی تھی۔ شادیوں میں کیا گایا جاتا تھا۔ قریش حج کس طرح کرتے تھے اور کہاں اترتے تھے۔ ان سب سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو کافی حد تک واقفیت تھی۔

اسی طرح اسلام کے بعض اہم واقعات مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آغاز وحی اور ابتدائے نبوت کے حالات' ہجرت کی تفصیلی واقعات' واقعہ افک کی من وعن مفصل کیفیت وغیرہ سب زبانی یاد تھے۔ ❶

ادب

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ادب وانشاء میں بہت زیادہ مہارت رکھتی تھیں اور اس میں ان کا مقام بہت بلند تھا۔ ان کے ایک شاگرد موسیٰ بن طلحہؒ فرماتے ہیں:

مَا رَأَیْتُ أَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ.

''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ فصیح اللسان میں نے کسی کو نہیں دیکھا''۔ ❷

کتب حدیث میں ان کے ادبی مقولے درج ہیں۔ جو لوگ عربی ادب سے شغف رکھتے ہیں اور ان کو عربی زبان پر بہت زیادہ عبور حاصل ہے۔ وہی لوگ اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ ان کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

حدیث بدء الوحی میں جہاں آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابتداء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رویائے صادقہ ہوتا تھا۔ اس موقع پر فرماتی ہیں:

فَكَانَ لَا يَرَى رُؤْيَا اِلَّا جَائَتْهُ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ۔ ❸

---

❶ سیرت الصحابیات ص ۵۵' سیرۃ عائشہ ص ۲۴۴۔ ۲۴۵

❷ جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشہ رضی اللہ عنہا حدیث: ۳۸۸۴

❸ صحیح البخاری' التعبیر' باب اول ما بدی به رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث: ۶۹۸۲
تجلیات نبوت' نبوت ودعوت نبوت کا آغاز وحی کا نزول

''آپ ﷺ جو خواب دیکھتے تھے وہ سپیدۂ صبح کی طرح نمودار ہوتا تھا''۔

آپ ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو پیشانی پر پسینہ آ جاتا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں:

مِثْلُ الْجُمَانِ. ❶

''پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے''۔

واقعہ افک میں آپ رضی اللہ عنہا کو راتوں کو نیند نہیں آتی تھیں۔ اس کو اس طرح ادا کرتی ہیں۔

لَا يَرْقَأُ لِي دَمْعٌ وَلَا اَكْتَحِلُ بِنَوْمٍ ❷

''نہ تو میرے آنسو تھمتے تھے نہ مجھ کو نیند آتی تھی۔

خطابت

خطابت یا قوت تحریر عربوں کی آزاد طبیعتوں کا فطری جوہر ہے۔ مردوں سے گزر کر یہ ملکہ عورتوں میں بھی موجود تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس وصف سے بدرجہ کمال متصف تھیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حسن گفتار اور فصاحت لسانی میں بہت زیادہ ممتاز تھیں۔

مؤرخ طبری اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں:

''پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تقریر کی۔ وہ بلند آواز تھیں۔ ان کی آواز اکثر لوگوں پر غالب آ جاتی تھی۔ وہ ایک صاحب جلال عورت کی آواز تھی''۔

مؤرخین اور ارباب سیر نے ان کے جوش بیان اور مؤثر کلام کا اعتراف کیا ہے۔

---

❶ صحيح البخاري' المغازي' باب حديث الافك' حديث : ۴۱۴۱

❷ صحيح البخاري' المغازي' باب حديث الافك' حديث : ۴۱۴۱

شاعری

اسلام سے قبل عرب میں شاعری کا بہت زیادہ رواج تھا۔ ایک شاعر جب اپنی زبان کے جوہر دکھاتا تھا تو پورے عرب میں آگ لگا دیتا تھا۔ اور یہ وصف صرف مردوں تک ہی محدود نہ تھا۔ بلکہ عورتیں بھی اس میں داخل تھیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسی شعر وسخن کے عہد میں پیدا ہوئی تھیں۔ ان کے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ عرب میں شعر وسخن کے جوہری تھے۔ ❶ اسی لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس فن میں اپنے والد بزرگوار سے استفادہ کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا غیر معمولی حافظہ کی نعمت سے سرفراز تھیں۔ اس لیے ان کو ہزاروں اشعار زبانی یاد تھے۔ ان کو کعب بن مالک کا پورا قصیدہ ازبر تھا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ موقع ومحل کی مناسبت سے شعر پڑھتی تھیں۔ ان کے بھائی عبدالرحمان بن ابوبکر رضی اللہ عنہ کا وطن سے باہر انتقال ہوا۔ نعش مکہ معظّمہ میں لا کر دفن کی گئی۔ آپ رضی اللہ عنہا جب مکہ معظّمہ گئیں تو اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے گئیں۔ اس وقت ان کی زبان پر ایک جاہلی شاعر کے یہ اشعار تھے۔

(ترجمہ) ① ہم مدت تک بادشاہ جزیمہ کے دونوں مصاحبوں کی طرح ایک ساتھ رہے یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ اب ہرگز علیحدہ نہ ہوں گے۔

② جب ہم علیحدہ ہوگئے تو گویا میں نے اور مالک نے طول اجتماع کے باوجود ایک شب بھی ساتھ بسر نہیں کی۔ ❷

تعلیم

علم کی ایک یہ بھی خدمت ہے کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے۔ اور اس سے

---

❶ مسند احمد: ۶/ ۶۷ ❷ مدارج السالکین حافظ ابن قیم ص ۲۷۷

تزکیہ نفس اور اصلاح امت کا کام لیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد تھا:

فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ۔ ❶

''جو حاضر ہو وہ غائب تک پہنچائے''۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ فرض ادا کیا۔ آپ رضی اللہ عنہا کے تلامذہ کی فہرست بہت زیادہ طویل ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہذیب التہذیب'' میں ان کے تلامذہ کی فہرست درج کی ہے اور میں نے اس باب کے شروع میں ان کے تلامذہ کی فہرست درج کی ہے جو آپ پڑھ آئے ہیں۔

اجتہاد و اِفتاء

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد ہی اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی ہی میں مرجعیت عام اور منصب افتاء حاصل کر لیا تھا۔ اور آپ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے عہد میں فتویٰ دیا کرتی تھیں۔ حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ جن کا شمار مدینہ کے سات مشہور تابعین میں ہوتا ہے فرماتے ہیں:

> حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت ہی میں مستقل طور پر افتاء کا منصب حاصل کر چکی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد آخر زندگی تک وہ برابر فتویٰ دیتی رہیں۔ ❷

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجتہد تھے۔ اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ بھی اس مشکوۃ نبوت سے بے نیاز نہ تھے۔ روایات کے مطابق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتی تھیں اور

---

❶ صحیح البخاری' الحج' باب الخطبة ایام منی' حدیث: ۱۷۳۹
صحیح مسلم' القسامة' باب تغلیظ تحریم الدماء' حدیث: ۱۶۷۹

❷ ابن سعد ج ۲ ص ۱۲۶

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سے حدیثیں دریافت کرلیا کرتے تھے۔ ❶

بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل کے حل اور ان کی تشریح کے لیے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔

جامع ترمذی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالے سے ان کا یہ فرمان درج ہے:

ہم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کوئی مشکل مسئلہ پیش نہیں آیا۔ لیکن عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس کا علم موجود پایا۔

مؤرخ ابن سعد لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بڑے بڑے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسائل پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم جو فقہ و اجتہاد میں بہت ممتاز تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسائل دریافت کیا کرتے تھے۔ ❷

علمائے کرام نے اس کی تصریح کی ہے کہ جن مسائل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اختلاف ہو جاتا تو وہ فیصلہ کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور ان کا اختلاف دور ہو جاتا تھا۔

سنن نسائی میں ہے:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ دونوں اکابر صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کا آپس میں روزہ افطار کے وقت پر اختلاف تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جلد روزہ افطار کرتے اور اس کے فوراً بعد نماز مغرب کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ روزہ

---

❶ ایضاً

❷ سنن نسائی' الزینة' باب التشدید فی لبس الحریر...... حدیث : ۵۳۰۸

بھی قدرے تاخیر سے افطار کرتے تھے اور نماز مغرب بھی دیر سے ادا کرتے تھے۔ لوگوں نے اس سلسلہ میں فیصلہ چاہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ تعجیل کون کرتے ہیں؟

لوگوں نے کہا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف یہی تھی''۔ [1]

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک فتویٰ اپنی کتاب ''سیرت عائشہ'' میں درج کیا ہے:

ایک مجلس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ دونوں بزرگ تشریف فرما تھے۔ مسئلہ یہ پیش ہوا کہ اگر کوئی حاملہ عورت بیوہ ہوگئی اور چند روز کے بعد وضع حمل ہوا تو اس کی عدت کا زمانہ کس قدر ہوگا۔ قرآن مجید میں دونوں کے الگ الگ احکام مذکور ہیں۔ بیوگی کے لیے چار ماہ دس دن اور حاملہ کے لیے تا مدت وضع حمل۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا۔ ان دنوں میں جو سب سے زیادہ مدت ہوگی وہ زمانہ عدت کا ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وضع حمل تک عدت کا زمانہ ہے دونوں میں فیصلہ نہ ہوا۔ تو لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا انہوں نے وضع حمل تک بتایا۔ اور دلیل میں سبیعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ پیش کیا۔ جن کی بیوگی کے کچھ دن بعد ولادت ہوئی۔ اور اسی وقت ان کو دوسرے نکاح کی اجازت مل گئی۔ یہ فیصلہ اس قدر مدلل تھا کہ اسی پر

---

[1] سنن نسائی، الصیام، باب ذکر الاختلاف علی سلیمان ابن مهران فی حدیث عائشة فی تاخیر السحور۔ حدیث: ۲۱۶۰

جمہور کا عمل ہے۔ ❶

ارشاد

مولانا سید سلیمان ندویؒ نے ''ارشاد'' کی تعریف درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

کسی مذہب میں تجدید کی ضرورت اس وقت پیش آتی ہے۔ جب امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ داعی مذہب کی آواز ایک مدت کے بعد پست پڑ جاتی ہے۔ لیکن قرب عہد میں اس بات کی حاجت ہوتی ہے کہ اس آواز کو بار بار کی صدائے بازگشت سے خاموش نہ ہونے دیا جائے اور اسی کا نام ''ارشاد'' ہے۔ ❷

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس فریضہ ارشاد کو اپنی زندگی میں پوری طرح نبھایا۔ اس کی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں:

❶ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت کا نصف آخر فتنہ و فساد میں گزرا اور سازشوں کا جال پھیلنا شروع ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ حالات دیکھے تو ان کا دل بہت کڑھتا تھا۔ جنگ جمل میں ان کی شرکت اسی دردِ دل کا نتیجہ تھا۔

مصر و شام کی ریشہ دوانیوں سے لوگ دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں ایک گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا حامی تھا اور دوسرا ان کا مخالف۔ اور بعض ناآشنا اور گم گشتہ راہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنے لگے۔ چنانچہ بصرہ کے ایک رئیس قارق بن شامہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں اپنی بہن کو بھیجا۔ کہ ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں اپنی رائے سے مطلع فرمائیں۔

---

❶ صحیح البخاری، التفسیر، باب واولات الاحمال اجلھن أن یضعن حملھن، حدیث: ۴۹۰۹

وسیرۃ عائشہ ص ۲۷۲۔ ۲۷۳ ❷ سیرت عائشہ ص ۲۷۴

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کے جواب میں فرمایا:

''میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے اور عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ مار کر فرماتے۔ ہاں عثمان یہ لکھو''۔

اللہ تعالیٰ یہ رتبہ فروتر لوگوں کو عطا نہیں کر سکتا۔ اس بنا پر جو لوگ عثمان رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ❶

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں (رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں دیں اور کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد کی۔ اللہ تعالیٰ یہ رتبہ اور تقرب اس کو عطا نہیں کر سکتا۔ جو اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک معزز نہ ہو۔ ❷

◆ ۲ مسلمانوں اور ایرانیوں میں اختلاط عہد فاروقی میں ہوا۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زور قوت اور طاقتور کنٹرول کا نتیجہ تھا کہ مسلمانوں میں عجمیت کے اثرات سرایت نہ کر سکے۔ لیکن عہد عثمانی میں اس اختلاط نے عرب کی آب و ہوا کو مسموم کر دیا۔ کبوتر بازی' شطرنج بازی' نرد بازی' تمام لہو و لعب اور تضیع اوقات کے طریقے اس زمانہ میں پھیلنے لگے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زندہ تھے۔ انہوں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک شخص کرایہ دار تھا۔ اس کے بارے میں آپ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا کہ وہ نرد بازی کا شوقین ہے۔ آپ رضی اللہ عنہا سخت برافروختہ ہوئیں۔ اور اس کو کہلا بھیجا کہ اگر تو نرد بازی سے باز نہ آیا۔ تو میں تجھے اپنے گھر سے نکال دوں گی۔ ❸

---

❶ ادب المفرد للبخاری ❷ مسند احمد: ۶/ ۲۶۱

❸ ادب المفرد للبخاری مع التخریج البانی' باب الادب واخراج الذین یلعبون بالزد واھل الباطل' حدیث: ۹۶۱/ ۷۴/ ۱۲۷۴' ص ۳۶۰

اس سے معلوم ہوا کہ برے لوگوں کو کرایہ دار بنا کر نہیں رکھنا چاہیے اچھے لوگوں کو رکھنا چاہیے۔ اگر آدمی اچھا ہو مگر کاروبار اس کا شرعاً ممنوع ہو تو اس کو بھی کرایہ دار بنا کر رکھنا منع ہے۔ مساجد و مدارس کے ذمہ داران کو خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہیے' ورنہ وہ گنہگار ہوں گے۔

❸ ابن ابی السائب تابعی مدینہ کے واعظ تھے۔ واعظین کی عادت ہے کہ گرمی مجلس کے لیے نہایت مقفیٰ و مسجع دعائیں پڑھتے ہیں اور اپنے تقدس کے اظہار اور اپنی شہرت کی خاطر وعظ کا سلسلہ شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت ابن السائب ارادۃً ایسا تو نہیں کرتے تھے مگر ان سے غیر ارادی طور پر ایسا ہو جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے ان کو بلا بھیجا۔ اور ان سے فرمایا:

اے ابن السائب!

تم مجھ سے تین باتوں کا عہد کرو۔ ورنہ میں تم سے بزور باز پرس کروں گی۔

ابن السائب نے عرض کیا۔

یاام المومنین! وہ کیا ہیں؟

فرمایا:

❶ دعاؤں میں جملے مسجع نہ کہا کرو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ایسا نہیں کرتے تھے۔ تکلف سے سادگی بہر حال بہتر ہے۔

❷ ہفتہ میں صرف ایک دن وعظ کیا کرو۔ اگر یہ منظور نہ ہو تو دو دن۔ اور اس سے بھی زیادہ چاہو تو تین دن۔ لوگوں کو اللہ کی کتاب سے اکتا نہ دو۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی نہ کیا کرو کہ لوگ جہاں بیٹھے ہیں وہاں جا کر ان کا سلسلۂ کلام توڑ کر وعظ شروع کر دو۔ بلکہ جب وہ خواہش کریں تو اس وقت ان کو وعظ کرو۔ ❶

(ہاں' اگر کسی جگہ ماحول اچھا بنا ہوا ہو اور لوگ ہر روز وعظ پسند کرتے ہوں تو

---

❶ مسند احمد: ۶/ ۲۱۷

اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہر روز وعظ کیا جا سکتا ہے۔ یا کسی جگہ حالات روزانہ وعظ کے متقاضی ہوں تو بھی گنجائش ہے۔ بس بنیادی نکتہ یہ ہے کہ لوگ دین سے متنفر اور برگشتہ نہ ہوں۔ اور سلسلۂ کلام توڑ کر بھی وعظ کرنا اچھا نہیں' اس طرح قرآن وسنت کی ناقدری اور اہانت کا احتمال ہے۔ اسلام دین حکمت ہے اسے حکمت سے ہی پیش کرنا چاہیے۔ تبلیغ کرنی چاہیے' تبلیغ ٹھونسنی نہیں چاہیے۔)

۴ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت عبدالرحمان رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کی بھتیجی تھیں۔ وہ ایک دن باریک دوپٹہ اوڑھے آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں تو آپ رضی اللہ عنہا نے دوپٹہ دیکھ کر فوراً پھاڑ دیا۔ اور فرمایا تم نہیں جانتی کہ اللہ نے سورۂ نور میں کیا احکام نازل کیے؟

اس کے بعد گاڑھے کا دوپٹہ منگوا کر ان کو دیا۔ [1] جو خواتین باریک اور عریاں قسم کا لباس پہنتی ہیں ان کو اس ارشاد سے سبق لینا چاہیے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تبلیغ کا فریضہ بہر صورت ادا کرتے رہنا چاہیے۔ اور جن پر بس چلتا ہو انہیں سختی سے باز پرس کی جا سکتی ہے' بلکہ کرنی چاہیے۔ جو والدین یا خاندان کے بزرگ اپنے بچوں کو دینی اقدار نہیں سمجھاتے ان کے بچے اللہ سے دور' رسول سے دور' بلکہ خود ان سے دور ہو جاتے ہیں۔ ایسے بچے ملک وقوم کے لیے ناسور بنتے ہیں۔ آج کل بچے والدین اور بزرگوں کی غفلت کی وجہ سے بے حد بگڑ رہے ہیں۔ پانچ چھ برس کی عمر سے ان پر کڑی نظر رکھنی چاہیے۔ بعد میں اصلاح مشکل ہو جاتی ہے۔

۵ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبدالرحمان بن ابی بکر رضی اللہ عنہ آپ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور جلدی جلدی وضو کر کے چلے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا تو فوراً ٹوکا اور فرمایا۔

عبدالرحمان! وضو اچھی طرح کیا کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے

---

[1] الموطا للامام مالك' اللباس' باب ما يكره للنسآء لبسه من الثياب' حديث : ۱۷۳۹

کہ وضو میں جو عضو بھیگنے سے رہ گیا اس کو جہنم کی آگ سے گرم کیا جائے گا۔ [1]

ارشاد 'رُشد سے ہے رشد ہدایت و نصیحت کو کہتے ہیں' ان واقعات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عفیفۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اسباق رشد و ہدایت میں بھی بہت آگے تھیں۔ اور اس سلسلے میں غفلت و مداہنت سے کام لینا مطلق روا نہ رکھتی تھیں۔ ہماری ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کو بھی آپ رضی اللہ عنہا کی راہ اختیار کرتے ہوئے تلقین رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔ اس کا انجام کار فائدہ ہی فائدہ اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے۔

❀ ❀ ❀

---

[1] مسند احمد: ۶/ ۲۵۸

سنن ابن ماجہ' الطهارة و سننها' باب غسل العراقيب' حديث: ۴۵۲

❻ فضائل ومناقب

- قرآن مجید میں فضائل
- حدیث شریف میں مناقب
- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے چند خصوصی فضائل
- اکابرین امت کے اقوال
- شیعہ علماء کے اقوال
- غیر مسلم مفکرین کی آراء

فضائل ومناقب

قرآن مجید میں فضائل

مسلمان عورتوں میں ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بہت بلند مرتبہ و مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے بارے میں حکم نازل کیا:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب : ۳۲)

''اے پیغمبر کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔

مطلب یہ کہ تمہاری شان دنیا جہان کی عورتوں سے ممتاز ہے۔

اور اس کے ساتھ یہ بھی حکم الٰہی ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَا اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا﴾ (الاحزاب : ۳۱)

''(نبی کی بیویو!) اور تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گی اور نیک عمل کرے گی اس کو ہم دوہرا اجر دیں گے۔ اور ہم نے اس کے لئے رزق کریم مہیا کر رکھا ہے''۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کی برکت سے عام عورتوں کو نیکی کا اکہرا اجر ملے گا مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہونے کی وجہ سے تمہیں دوہرا اجر ملے گا۔ سبحان اللہ! ما اعظم شانهٗ

یہ بھی فرمایا:

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَ يُطَهِّرَكُمْ

تَطۡهِيۡرًا﴾ (احزاب : ۳۳)

''سوائے اس کے اور کوئی بات نہیں' ارادہ رکھتا ہے اللہ تعالیٰ' اے اہل بیت! کہ تم سے گندگی دور کردے اور تمہیں اچھی طرح پاک صاف کردے''۔

مذکور الصدر تینوں آیات مبارکہ میں ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کی گئی ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں۔

ایک جگہ فرمایا:

﴿اَلنَّبِيُّ اَوۡلٰى بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ اَزۡوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمۡ﴾

(احزاب : ٦)

''نبی مومنوں پر ان کی اپنی جانوں سے بڑھ کر حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں اہل ایمان کی مائیں ہیں۔'' (سب جانتے ہیں رب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ماں کا درجہ ہے۔)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے الزام عائد کیا تو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے ان کی پاکدامنی کا بایں الفاظ اعلان فرمایا:

﴿سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ﴾ (نور:۱٦)

''اللہ پاک ہے' عائشہ رضی اللہ عنہا پر یہ بہت بڑا جھوٹ باندھا گیا ہے''۔

یہ کس قدر فضیلت ہے حضرت عفیفۂ کائنات سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی' کہ خالق کائنات نے ان کی براءت و پاکدامنی کا خود اعلان فرمایا۔ یہ کتنا پیارا نکتہ ہے کہ یوسف علیہ السلام پر الزام لگا تو ''فَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۡ اَهۡلِهَا'' کے مطابق ایک بچے سے گواہی دلوا کر انہیں بری کیا۔ مگر جب حبیبۂ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام لگا تو عرش عظیم کے ربّ نے خود ان کی عصمت و تقدس کا ڈنکے کی چوٹ پر اعلان کیا۔ اور قیامت تک

کے لئے ان کی تقدیس وعفت کا پرچم لہرا دیا۔

حدیث شریف میں مناقب

آنحضرت ﷺ نے عفیفۂ کائنات حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بہت سے فضائل ومناقب بیان کیے ہیں، جن میں سے بطور نمونہ کچھ یہ ہیں:

① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے عائشہ! یہ جبرئیل ہیں اور تمہیں سلام کہتے ہیں“۔

میں نے جواب دیا:

وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

لیکن آپ یعنی رسول اللہ ﷺ جو کچھ دیکھتے ہیں وہ میں نہیں دیکھتی۔ ❶

یہ کوئی معمولی بات نہیں بہت بڑی بات ہے۔ ہمیں کوئی ادنیٰ سا حاکم یا کسی عام ادارے کا سربراہ سلام کرے تو ہم اسے کس قدر باعث فخر سمجھتے ہیں، مگر کس قدر بلند مقام ہے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کہ آپ رضی اللہ عنہا کو ملائکہ کا سردار سلام کہتا ہے اور کونین کا تاجدار وہ سلام پہنچاتا ہے۔ یہ انفرادیت اس کائنات ہست و بود میں سوائے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اور کسی خاتون کو حاصل نہیں۔

ہاں حدیث حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ حضرت خدیجہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہے اور میری طرف سے بھی۔ ❷

② حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

❶ صحیح البخاری، بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، حدیث: ۳۲۱۷

❷ صحیح البخاری، مناقب الانصار، باب تزویج النبی ﷺ خدیجۃ وفضلہا، حدیث: ۳۸۲۰

''مردوں میں سے کامل بہت سے افراد ہوئے۔ لیکن عورتوں میں سے مریم بنت عمران علیہا السلام اور آسیہ رضی اللہ عنہا زوجہ فرعون کے سوا کوئی کامل نہ ہوئی اور عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت عورتوں پر ایسے ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے''۔ ❶

۳۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی فضیلت اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ ان کے بستر پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی۔ ❷

تابعین اور علمائے اسلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بکثرت فضائل و مناقب بیان فرمائے ہیں۔ جن کی تفصیلات امہات کتب میں موجود ہیں۔

حدیث کی ہر کتاب میں آپ کے فضائل و محاسن مذکور ہیں۔ بطور نمونہ چند فضائل پیش کیے جاتے ہیں:

مستدرک حاکم میں ہے:

لَوْ جُمِعَ عِلْمُ النَّاسِ كُلِّهِمْ ثُمَّ عِلْمُ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكَانَتْ عَائِشَةُ أَوْسَعُهُمْ عِلْمًا۔

''اگر تمام لوگوں کا علم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا علم یک جا کیا جائے تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا علم وسیع ہوگا''۔ ❸

---

❶ جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشة' حدیث : ۳۸۸۷
صحیح البخاری' الأطعمة' باب الثرید'
صحیح مسلم' فضائل الصحابه' باب فی حدیث فضائل عائشه رضی اللہ عنہا حدیث : ۲۴۴۷

❷ جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا' حدیث : ۳۸۷۹' و مستدرك حاکم' معرفة الصحابة' باب فضل عائشة' حدیث : ۲۷۲۷ جلد ۷' ص ۲۳۹۹

❸ مستدرك حاکم' معرفة الصحابة' باب فضل عائشه رضی اللہ عنہا' حدیث : ۳۴' ۶۷۳ جلد ۷ ص ۲۴۰۱
جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا' حدیث : ۳۸۸۴

امام ابو عبداللہ حاکمؒ نے اپنی ''مستدرک'' میں مشہور تابعی عطاء بن ابی رباح کا یہ قول نقل کیا ہے:

كَانَتْ عَائِشَةُ اَفْقَهَ النَّاسِ وَاَعْلَمَ النَّاسِ وَاَحْسَنَ النَّاس رَأْيًا فِي الْعَامَةِ۔

''حضرت عائشہ سب سے بڑی فقیہ سب سے زیادہ عالمہ اور سب سے زیادہ صائب الرائے تھیں''۔ ❶

ترمذی ابواب المناقب میں ہے راوی کہتا ہے:

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا اَفْصَحَ مِنْ عَائِشَةَ.

''یعنی میں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو فصیح نہیں پایا''۔ ❷

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم!

أَيُّ النَّاسِ أَحَبُّ اِلَيْكَ؟ قَالَ: عَائِشَةُ۔ قُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ؟ قَالَ: اَبُوْهَا۔ ❸

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب لوگوں میں سے آپ کو زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا' ''عائشہ''۔ میں نے کہا مردوں میں سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: ''اس کا باپ''

عمرو بن غالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں کوئی نازیبا الفاظ کہے۔ تو انہوں نے کہا:

---

❶ مستدرك حاكم' معرفة الصحابة' فضل عائشة حديث: ۶۷۴۸' ج ۷' ص ۲۴۰۵

❷ جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشه' حديث: ۳۸۸۴

❸ صحيح بخاری' فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم' باب فضل ابوبكر صديق رضی اللہ عنہ بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حديث: ۳۶۶۲

صحيح مسلم' فضائل الصحابة' باب من فضائل ابی بكر صديق رضی اللہ عنہ' حديث: ۲۳۸۴

اُغْرُبْ مَقْبُوْحًا مَنْبُوْحًا' أَتُؤْذِيْ حَبِيْبَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ. ❶

''بد بخت اور کمینے دور ہو جا' کیا تو رسول اللہ ﷺ کی محبوب اہلیہ محترمہ کو ایذاء دینا چاہتا ہے؟''

امام نووی رحمہ اللہ ''تہذیب الاسماء رضی اللہ عنہا واللغات'' میں لکھتے ہیں:

وَ كَانَ مَسْرُوْقُ إِذَا رَوٰى عَنْ عَائِشَةَ قَالَ حَدَّثَتْنِي الصِّدِّيْقَةُ بِنْتُ الصِّدِّيْقِ حَبِيْبَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُبَرَّئَةُ فِي السَّمَاءِ رضی اللہ عنہا.

''حضرت مسروق رضی اللہ عنہ (جن کا شمار اکابر تابعین میں ہوتا ہے) جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے تو فرماتے مجھ سے حدیث بیان کی صدیق کی بیٹی صدیقہ' محبوبہ رسول اللہ ﷺ نے' جس کی برأت آسمان سے نازل ہوئی''۔

آپ ﷺ کی اس الفت و محبت کی بناء پر لوگ عموماً اس روز تحائف بھیجتے تھے جب آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام پذیر ہوتے۔ ❷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں:

میں فخر نہیں کرتی بلکہ بطور واقعہ بیان کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ۹ باتیں ایسی عطا کیں' جو دنیا میں میرے سوا کسی اور کو نہیں ملیں' اور وہ یہ ہیں:

① خواب میں فرشتے نے آنحضرت ﷺ کے سامنے میری صورت پیش کی۔
② جب میں سات برس کی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔
③ جب میں ۹ سال کی ہوئی تو میری رخصتی ہوئی۔
④ میرے سوا کوئی اور کنواری بیوی آپ ﷺ کی خدمت میں نہ تھی۔
⑤ آپ ﷺ جب میرے بستر پر ہوتے تب بھی وحی آتی تھی۔

---

❶ جامع الترمذی' المناقب' باب من فضل عائشة رضی اللہ عنہا' حدیث: ۳۸۸۸

❷ صحیح بخاری' مناقب الانصار' باب فضل عائشة رضی اللہ عنہا' حدیث: ۳۷۷۵

⑥ میں آپ ﷺ کی محبوب ترین بیوی تھی۔

⑦ میری شان میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں۔

⑧ میں نے جبرئیل علیہ السلام کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

⑨ آپ ﷺ نے میری گود میں سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ ❶

پیچھے آپ یہ روایت پڑھ چکے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خواب دیکھا کہ تین چاندان کے حجرے میں اترے ہیں۔ وقت نے بتا دیا کہ وہ تین چاند رسول اکرم ﷺ 'حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ایک روایت نقل کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا يُقْبَضُ النَّبِيُّ إِلَّا فِي أَحَبِّ الْأَمْكِنَةِ إِلَيْهِ.

''کہ نبی کی روح اس کی پسندیدہ ترین جگہ میں قبض کی جاتی ہے''۔

اس سے معلوم ہوا کہ حجرۂ صدیقہ رسول اللہ ﷺ کی محبوب ترین جگہ تھی اور اس جگہ کو حضور اکرم ﷺ نے دوسری حدیث کے مطابق ''ریاض الجنۃ'' (جنت کا باغیچہ) ارشاد فرمایا۔

تمام علمائے اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اسلام میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا' حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے افضل ہیں۔

جمہور علمائے اسلام نے سب سے پہلے حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کو رکھا ہے۔ دوسرے نمبر پر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور تیسرے درجہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نام لیا ہے۔ لیکن یہ ترتیب کسی نص شرعی یا حدیث سے ثابت نہیں۔ علمائے کرام نے اپنے قیاس واجتہاد اور ذوق سے یہ ترتیب قائم کی ہے۔

---

❶ مستدرك حاكم' معرفة الصحابة' باب فضل عائشة' حديث: ٦٧٣٠ جلد ٧' ص ٢٤٠٠' و طبقات ابن سعد و مسند ابی یعلی ٤/ ٣٣٦، ٣٣٧' مجمع الزوائد ٩/ ٢٤١' سیر اعلام النبلاء ٢/ ١٤١'

علامہ ابن حزم اپنی کتاب ''الملل والنحل'' باب فضل الصحابۃ رضی اللہ عنہم میں لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نہ صرف اہل بیت رضی اللہ عنہم میں نہ صرف عورتوں میں بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ہیں۔ [1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸) نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں بہت عمدہ توجیہ کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

فضیلت سے مقصود اگر درجہ اخروی ہے تو اس کا حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے۔

لیکن دنیاوی حیثیت سے حقیقت یہ ہے کہ ان کے فضائل مختلف الجہات ہیں۔

اگر نسبی شرافت کا اعتبار ہے تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں۔

اگر ایمان کی سابقیت' اسلام کی ابتدائی مشکلات کے مقابلہ اور اس کے زمانہ میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و تسکین خاطر کی حیثیت سے دیکھیے تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی بزرگی سب پر مقدم ہے۔

لیکن اگر علمی کمالات' دینی خدمات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات و ارشادات کے نشر و اشاعت کی فضیلت کا پہلو سامنے ہو تو ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا کوئی حریف نہیں۔ [2]

یہ ایسی شاندار توجیہ ہے جس سے بہتر ممکن نہیں اور یہ توجیہ مبالغہ سے مبراء' افراط و تفریط سے دور اور حقیقت کے عین مطابق ہے۔

عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا کے چند خصوصی فضائل

آپ رضی اللہ عنہا کے خصوصی فضائل بے شمار ہیں۔ اختصار سے فضائل ہدیۂ قارئین کیے جاتے ہیں یہ فضائل مختلف کتب کا ماحاصل ہے:

---

[1] سیرۃ عائشہ سید سلیمان ندوی ص ۳۰۴ مطبوعہ فیصل آباد

[2] زرقانی مواہب ج ۳ ص ۲٦۹

1. آپ رضی اللہ عنہا پیدائشی مسلمان ہیں۔
2. آپ جملہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے کم سن اور کنواری ہیں۔
3. آپ رضی اللہ عنہا اللہ تعالیٰ کے ایماء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آئیں۔
4. آپ رضی اللہ عنہا پر جب منافقین نے الزام عائد کیا تو خود اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہا کی براءت فرمائی۔
5. واقعہ تحائف وہدایا میں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہا کو سب بیویوں پر فوقیت دی۔
6. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کے آخری لمحات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لعاب سے ملا۔
7. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دن میں سر اقدس آپ رضی اللہ عنہا کے سینہ مبارک پر تھا۔
8. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رحلت فرمائی تو وہ دن حضرت سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کا دن تھا۔
9. آپ رضی اللہ عنہا کا حجرۂ مبارک حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس بنا۔
10. خواتین میں آپ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی راویۂ حدیث ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا سے ۲۲۱۰۔ احادیث مروی ہیں جو سب کی سب صحیح ہیں۔
11. خواتین میں صرف آپ رضی اللہ عنہا کی مروی احادیث پر مشتمل کتاب "مسند عائشہ رضی اللہ عنہا" ہے اس میں کل ۱۰۸۱۔ احادیث ہیں اس تالیف کا اعزاز امام احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ کو حاصل ہوا۔
12. آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ درس قرآن وحدیث دیا۔
13. آپ رضی اللہ عنہا نے خواتین کی سب سے زیادہ اصلاح کی۔
14. آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ احکام شرعیہ بیان کیے۔
15. آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ فتاویٰ دیئے۔

۱٦ آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نجی اور خلوت کے حالات زندگی بیان کیے۔
۱۷ آپ رضی اللہ عنہا نے سب سے زیادہ غزوات کے حالات بیان کیے۔
۱۸ آپ رضی اللہ عنہا ہی کی بدولت سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل ہوئی۔
۱۹ آپ رضی اللہ عنہا ہی کی بدولت ہم سیرت صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف رجوع کرتے تھے۔
۲۰ آپ رضی اللہ عنہا ہی وہ حبر امت خاتون (امت کی عظیم ترین عالمہ) ہیں کہ جس کی طرف بڑے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم رجوع کرتے تھے۔
۲۱ آپ رضی اللہ عنہا کی بدولت غزوۂ بنی مصطلق میں تیمّم کا حکم نازل ہوا۔
۲۲ آپ رضی اللہ عنہا کی بدولت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما استراحت فرما ہوئے۔
۲۳ آپ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس قدر خدمت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عام الحزن کی پریشانیوں کو بھول گئے۔
۲۴ آپ رضی اللہ عنہا ہبوط جبرئیل اور نزول وحی کی عینی شاہد ہیں۔
۲۵ آپ رضی اللہ عنہا کا شمار اہل اسلام کے چند گنے چنے خطباء ادباء اور شعراء میں ہوتا ہے۔
۲٦ آپ رضی اللہ عنہا ہی نے يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَٰجِكَ إِن كُنتُنَّ۔ الاٰیة کے نزول کے بعد سب سے قبل ترک لذائذ کا عہد کیا' پھر آپ کی اقتداء باقی ازواج رضی اللہ عنہن نے کی۔ ❶

اکابرین امت کے اقوال

☒ فروعی اختلافات کے باوجود میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ادب واحترام میں کوئی وجہ امتناع نہیں سمجھتا۔ آپ سب مسلمانوں کی واجب التعظیم ماں ہیں۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)

---

❶ ملخص سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: مولانا عبدالمجید سوہدرویؒ

۲ اللہ کی قسم! عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دنیا اور آخرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں۔ (عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ)

۳ جب ہمیں کوئی پیچیدہ مسئلہ درپیش آتا تو ہم عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں رجوع کرتے۔ (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ)

۴ میں نے دین و دنیا کے علوم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ واقف کسی کو نہیں پایا۔ (عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ)

۵ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا علم حدیث اور علم الانساب میں سب سے بڑھ کر تھیں۔ (عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ)

۶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس قدر سخاوت کرتیں کہ ہم ان کے دست کرم کو دیکھ کر حیران رہ جاتے۔ (عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ)

۷ محترمہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بہت جرأت مند' صداقت پسند اور حق گو خاتون ہیں۔ (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ)

۸ ہم اللہ کو گواہ رکھ کر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو احادیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یاد ہیں وہ ہم سے کسی بڑے سے بڑے عالم اور فقیہ کو بھی یاد نہیں۔

۹ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے علوم کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ آپ رضی اللہ عنہا کو اللہ تعالیٰ نے خاص ذہانت بخشی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کرنے میں آپ رضی اللہ عنہا اپنا ثانی نہیں رکھتیں۔ (امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما)

۱۰ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی بیوی تھیں آپ رضی اللہ عنہا کو علم حدیث میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ (امیر معاویہ رضی اللہ عنہ)

۱۱ اگر تمام انسانوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا علم ان سب سے بھاری رہے گا۔ (امام زُہری رحمۃ اللہ علیہ)

۱۲۔ رسول اللہ ﷺ کی محبوب بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ادب ہم سب پر واجب ہے وہ تمام اہل ایمان کی ماں ہیں۔ (امام ذہبی علیہ الرحمۃ)

۱۳۔ جو شخص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی تعظیم نہیں کرتا اور ان سے بغض وعداوت رکھتا ہے وہ منافق ہے۔ (امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۴۔ اگر کسی شخص نے ایک ہی جگہ مختلف علوم مثل قرآن' حدیث' فقہ' شاعری' ادب' طب' تاریخ' سیرت' انساب' وغیرہ دیکھنا ہوں تو وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو دیکھے۔ (قعقاع بن عمر رحمۃ اللہ علیہ)

۱۵۔ واللہ! آپ رضی اللہ عنہا کا علمی پایہ بہت اونچا تھا' میں نے کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احکام ومسائل پوچھتے دیکھا۔ (امام مسروق رحمۃ اللہ علیہ)

شیعہ علماء کے اقوال

۱۔ مذہبی اختلافات کے باوجود ہم حضرت عائشہ کی قدر کرتے ہیں وہ بہت بڑی عالمہ تھیں۔ (جعفر الحسینی العراقی)

۲۔ میرے نزدیک عائشہ کو برا کہنے والا خود برا ہے' وہ علمی لحاظ سے بلند پایہ تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی بیوی ہونے کی وجہ سے لائق احترام ہے۔ (محمد الامین کربلائی)

۳۔ صرف واقعہ جمل کی وجہ سے ہم اہل تشیع (شیعہ) حضرت عائشہ سے اختلاف رکھتے ہیں' ورنہ وہ بیشمار خوبیوں کی مالک اور رسول علیہ السلام کی محبوب زوجہ تھیں۔ (احمد بن حسن عسکری)

۴۔ عائشہ کا علم سب پر فائق تھا۔ مسلمانوں کے تمام گروہ ان کے علوم سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ حدیث' تاریخ اور سیرت میں تو انہوں نے جان ڈال دی ہے۔ (بدر الحسین اصفہانی)

⑤ اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت عائشہ نے قرآن' حدیث اور اسلام کی بہت خدمت کی ہے۔ وہ تبلیغ و اشاعت کے فن سے خوب آگاہ تھیں۔ (فدائے علی سواتی)

⑥ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی ہونے اور علوم دینیہ کی ماہر کامل ہونے کی وجہ سے ہمیں عائشہ کی عزت کرنی چاہیے۔ (ذاکر حسین لکھنوی)

غیر مسلم مفکرین کی آراء

① یہ حقیقت ہے کہ اگر پیغمبر اسلام علیہ السلام کی چھوٹی بیوی عائشہ نہ ہوتیں تو مسلمانوں کے پاس اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح عمری اور حدیث بھی مکمل نہ ہوتی۔ اسلامی تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بیوی بہت ذہین' عقلمند' مطیع سنت اور مفسر قرآن تھیں۔ اور بڑے بڑے نامور عالم ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی علمی پیاس کو بجھاتے تھے۔

② پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سب بیویوں میں عائشہ رضی اللہ عنہا بہت ممتاز تھیں.....وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت بڑے شوق سے کرتی تھیں۔ (ہسٹری آف اسلام۔ ڈاکٹر برنالڈ جے یاونٹ)

③ عائشہ بنت صدیق رضی اللہ عنہا علم دین میں کافی واقفیت رکھتی تھیں۔ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کی بہت سی حدیثیں یاد کر رکھی تھیں' جن کا سبق مسلمان مردوں اور عورتوں کو دیتی تھیں۔ انہوں نے اسلام کو پھیلانے اور بڑھانے میں بھی کافی حصہ لیا ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عرب کی عام عورتوں نے ان کے ذریعے ہی اسلام قبول کیا تھا۔ (بریف سٹوری آف لارڈ محمد' پروفیسر سی ایف برڈوڈ)

④ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کے ایک گہرے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں۔ جن کا نکاح چھوٹی سی عمر میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا اور وہ اپنے شوہر

سے تعلیم وتربیت پا کر سب پر فائق ہو گئیں' اسلام میں ان کی بڑی فضیلت ہے کیونکہ وہ قرآن' حدیث' فقہ اور دیگر علوم کی بڑی عالمہ تھیں۔ (ڈویلپمنٹ آف عربیہ' ایم گاربٹ)

۷ اربعین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اربعین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی چالیس احادیث

حدیث کے مجموعوں میں سے ایک قسم ''اربعین'' کے نام سے مشہور ہے۔ اربعین چالیس کو کہتے ہیں۔ چونکہ ان مجموعوں میں علماء نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چالیس چالیس احادیث یکجا کی ہیں' لہٰذا انہیں یہ نام دیا گیا ہے۔ اب تک بیسیوں علماء نے اربعین لکھیں۔ کشف الظنون میں ستر اربعین اور ان کے مؤلفین کے نام دیئے ہیں۔ جن میں کچھ اسمائے گرامی یہ ہیں:

1. محمد بن اسلم طوسی۔ م ۲۴۲ھ
2. حافظ دار قطنی۔ م ۳۳۵ھ
3. حافظ ابو بکر اجری۔ م ۳۶۰ھ
4. ابو عبداللہ حاکم۔ م ۴۰۵ھ
5. ابو سعید مالینی۔ م ۴۱۲ھ
6. حافظ ابو نعیم اصبہانی۔ م ۴۳۰ھ
7. حافظ ابو بکر بیہقی۔ م ۴۵۸ھ
8. ابو عثمان صابونی۔ م ۴۴۹ھ
9. حافظ ابن عساکر۔ م ۴۷۱ھ
10. حافظ ابو طاہر سلفی۔ ۵۷۶ھ
11. حافظ شمس الدین جزری۔ م ۸۳۳ھ
12. حافظ ابن حجر عسقلانی ۸۵۲ھ

اربعین کا سب سے پہلا مجموعہ مشہور تابعی حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ م ۱۸۱ھ نے تالیف فرمایا تھا۔ اس کے بعد یہ اربعین کا سلسلہ چل نکلا۔ مذکورہ علماء و محدثین میں حافظ ابو طاہر رحمۃ اللہ علیہ کی ''اربعون البدانیۃ'' کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ اس میں انہوں نے چالیس مختلف شہروں کے چالیس محدثین کی چالیس چالیس حدیثیں یکجا کیں۔ حافظ ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کی ''اربعون الطّوال'' بھی کافی مشہور

ہوئی۔ اسی مبارک نمونے کو اپناتے ہوئے امام محی الدین ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی رحمۃ اللہ علیہ نے ''اربعین نووی'' (Arbaeen Navave) تالیف فرمائی۔ ''اربعین نووی'' کو بھی قبولیت عامہ کا درجہ حاصل ہوا۔ اس کی قبولیت عامہ کی یہی دلیل کافی ہے کہ اس کی بہت سی شروح لکھی گئیں۔ مثلاً جامع العلوم والحکم احمد بن رجب الحنبلی، الفتح المبین ابن حجر عسقلانی، شرح الاربعین حدیثا النوویۃ فی الاحادیث الصحیحۃ النبویۃ ابن دقیق العید، متن الاربعین النوویہ مستور، المبین المعین تفہیم الاربعین ملا علی قاری حنفی، شرح اردو اربعین نووی مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری، شرح اربعین نووی مولانا عزیز زبیدی و مولانا نذر احمد شبلی، شرح اربعین نووی اردو مولانا عبدالمجید سوہدروی، شرح اربعین نووی مولانا عبدالحفیظ و مولانا ظفر اعوان وغیرہم۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حافظ ابو عمر بن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مجلس املاء منعقد کی۔ اور اس کا نام مجلس احادیث کلیہ رکھا۔ انہوں نے ایسی احادیث املاء کرائیں، جو صحت میں اعلیٰ ہونے کے علاوہ مدار دین کا درجہ رکھتی تھیں۔ ان احادیث کی تعداد انتیس تھی۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں احادیث کو لے کر ان میں ایسی ہی مزید گیارہ احادیث کا اضافہ کر دیا۔ اور یہ کتاب ''اربعین نووی'' کے نام سے مشہور رہوئی۔

متأخرین میں بھی جن علماء نے اس بابرکت شغل کا شوق فرمایا، ان کی تعداد بھی کافی ہے۔ ان کی تفصیل تو نہیں دی جا سکتی، نمونۃً کچھ کے نام پیش کیے جاتے ہیں:

❶ شاہ ولی اللہ ❷ مولانا جامی (اس کا فارسی اور اردو منظوم ترجمہ بھی ہے۔ فارسی منظوم ترجمہ مولانا جامی نے خود فرمایا۔ اور اردو منظوم ترجمہ قادر الکلام شاعر مولانا ظفر علی خاں نے کیا) ❸ مرزا عزیز فیضانی (یہ بھی مع اردو منظوم ترجمہ ہے) ❹ مولانا ثناء اللہ امرتسری ❺ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (اپنی اربعین کا ترجمہ وحاشیہ

موصوف نے خود بھی فرمایا۔ اور اس کی تشریح مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ مولانا سوہدروی کی تشریح ذرا مفصل ہے) ❻ مفتی محمد شفیع ❼ خواجہ عبدالحی ❽ مولانا عبدالرؤف فاروقی ❾ مولانا عبدالمجید سوہدروی (موصوف نے اربعین ابراہیمی کے علاوہ اربعین نووی کی بھی شرح فرمائی) ❿ مولانا عبدالرحیم اشرف ⓫ مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی ⓬ مولانا نور حسین گھرجاکھی ⓭ مولانا محمد سلیمان روڑی ⓮ مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی ⓯ مولانا محمد صدیق فیروز پوری ⓰ مولانا سید حسن ⓱ حافظ عنایت اثری ⓲ مولانا محمد یوسف اصلاحی وغیرہم رحمہم اللہ۔

بندۂ ناچیز نے بھی اربعین مرتب کی جس میں عقائد' ارکان و عبادات اور معاملات وغیرہ کو پیش نظر رکھا۔ علاوہ ازیں ''عفیفۂ کائنات'' کی مناسبت سے ۴۰ عدد مرویات عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو کتاب کے آخر میں شامل کر دیا۔ تاکہ خدامِ حدیث کی فہرست میں اپنا نام بھی شامل ہو جائے۔ کیونکہ حدیث مبارکہ میں ہے:

مَنْ حَفِظَ مِنْ اُمَّتِی اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا اَوْ مَنْ کَتَبَ عَنِّی اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا اَعْطَاءَ اللّٰہُ ثَوَابَ الشُّھَدَآءِ بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ الْعُلَمَآءِ بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَ کُنْتُ لَہٗ شَافِعًا وَّ شَھِیْدًا وَ قِیْلَ لَہٗ ادْخُلِ الْجَنَّۃَ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّۃِ شِئْتَ وَ مَنْ تَرَکَ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا بَعْدَ مَوْتِہٖ فَھُوَ رَفِیْقِی فِی الْجَنَّۃِ (کنز العمال ج ۴ ص ۵۷)

''جو شخص میری چالیس حدیثیں زبانی یاد کر لے یا لکھے' اللہ اسے شہداء کے برابر ثواب دے گا۔ اور اللہ اسے علماء' فقہاء کے ساتھ اٹھائے گا۔ اور میں اس کی سفارش کروں گا۔ پھر اسے کہا جائے گا کہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جا۔ اور جس نے یہ احادیث دوسرے کو یاد کروائیں وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔''

ویسے تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مرویات کی کل تعداد کوئی ۲۲۱۰ ہے۔ لیکن ہم نے یہاں ان کی ۴۰۔ احادیث دی ہیں۔ ان احادیث میں سے اکثر کا تعلق خواتین سے ہے اور بعض مردوں اور عورتوں کے لیے مشترک ہیں۔ پہلے حدیث کو بیان کیا ہے اور حاشیے میں اس کی تخریج ہے۔ پھر اس کا ترجمہ اور اس کے بعد اس کی ہلکی پھلکی اور ضروری تشریح دی گئی ہے۔ مقصد یہ ہے کہ جو خواتین اور بچیاں کتاب ''عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا'' کا مطالعہ کریں وہ چالیس احادیث کو بھی زبانی یاد کر لیں۔ تاکہ زیادہ اجر و ثواب کی حقدار بن جائیں۔

۱ اللہ تعالیٰ سے شوقِ ملاقات

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ اَحَبَّ اللّٰهُ لِقَائَهٗ وَ مَنْ كَرِهَ لِقَاءَ اللّٰهِ كَرِهَ اللّٰهُ لِقَائَهٗ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''جو شخص اللہ سے ملاقات کرنے کا شوق رکھتا ہے تو اللہ بھی اس سے ملنا پسند کرتا ہے' اور جو اللہ سے ملنا پسند نہیں کرتا تو اللہ بھی اس سے ملنا پسند نہیں کرتا۔''

تشریح اس حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ کی ملاقات کو ناپسند کرنے کا مطلب موت کو ناپسند کرنا ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر ہم سب ہی موت کو ناپسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لَيْسَ كَذَالِكَ' ایسے نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے وَلٰكِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا بُشِّرَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَ

❶ صحیح البخاری' الدقاق باب من آحب لقاء اللہ ......' حدیث : ۶۵۰۷
وصحیح مسلم' الذکر والدعاء' باب من أحب لقاء اللہ ......' حدیث : ۲۶۸۴ واللفظ لہ

رِضْوَانِهٖ وَ جَنَّتِهٖ اَحَبَّ لِقَاءَ اللّٰهِ۔ یعنی مومن کو جب اللہ کی رحمت اس کی رضا مندی اور جنت کی خوشخبری دی جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لیے بیتاب ہو جاتا ہے' پس اللہ بھی اس کی ملاقات کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اس کے برعکس کافر اور برا آدمی ایسی خواہش نہیں رکھتا۔ کیونکہ اپنے کرتوت اس کے سامنے ہیں۔ اس طرح اللہ بھی اس کی ملاقات کو ناپسند جانتا ہے۔

۴ جو اللہ سے محبت کرتا ہے اللہ اس سے محبت کرتا ہے

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَسَلَّمَ بَعَثَ رَجُلًا عَلٰى سَرِيَّةٍ وَكَانَ يَقْرَأُ لِاَصْحَابِهٖ فِيْ صَلَاتِهِمْ فَيَخْتِمُ (قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهٗ [1]

ترجمہ ''حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک مختصر سے لشکر کا ذمہ دار بنا کر بھیجا' یہ سربراہ اپنے ساتھ کے لوگوں کو نماز پڑھاتے تو ہمیشہ ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ'' پر ہی اپنی قراءت ختم کرتے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''ان کو بتا دو کہ اللہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔''

تشریح وہ صحابی ہمیشہ سورۂ اخلاص نماز میں پڑھتے کیونکہ اس میں توحید باری تعالیٰ کا ذکر ہے اور یہ انہیں بے حد محبوب تھی۔ چنانچہ وہ لوگوں سے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ لِاَنَّهَا صِفَةُ الرَّحْمٰنِ فَاَنَا

---

[1] صحیح البخاری' الاذان' باب الجمع بین السورتین' حدیث : ۷۷۴' و صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضل قراءۃ قل ھو اللہ احد' حدیث : ۸۱۳' واللفظ لہ

أُحِبُّ اَنْ اَقْرَأَبِهَا '' چونکہ اس سورۂ مبارکہ میں رحمان کی صفت بیان کی گئی ہے اس لیے مجھے اس کی قراءت بہت ہی پسند ہے۔ اس کے جواب آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اَخْبِرُوْهُ اَنَّ اللّٰهَ يُحِبُّهُ ' انہیں بتا دو کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرماتے ہیں۔ ظاہر ہے محبت کے جواب میں محبت ہی ہوتی ہے۔

۳ فکر آخرت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاَعْرَابِ جُفَاةً يَاْتُوْنَ النَّبِيَّ ﷺ فَيَسْاَ لُوْنَهُ مَتَى السَّاعَةُ؟ فَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى اَصْغَرِهِمْ فَيَقُوْلُ۔ اِنْ يَعِشْ هٰذَا لَا يُدْرِكُهُ الْهَرَمُ حَتّٰى تَقُوْمَ عَلَيْكُمْ سَاعَتُكُمْ قَالَ هِشَامٌ: يَعْنِي مَوْتَهُمْ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے پاس اکھڑ بدو آتے اور پوچھتے کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ ان میں سے سب سے کم عمر والے شخص کی طرف دیکھتے اور فرماتے اگر یہ زندہ رہا تو یہ بوڑھا نہیں ہونے پائے گا کہ تم پر تمہاری قیامت آ جائے گی۔

تشریح اس حدیث میں یہ بھی ہے فَكَانَ يَنْظُرُ اِلٰى اَصْغَرِهِمْ فَيَقُوْلُ اِنْ يَّعِشْ هٰذَا آپ ﷺ ان میں سے سب سے کم عمر شخص کی طرف دیکھ کر فرمائے' اگر یہ زندہ رہا تو بوڑھا نہیں ہونے پائے گا کہ تم پر قیامت آ جائے گی۔ آپ ﷺ نے بدوؤں کو ان کی سمجھ کے مطابق بتایا۔ جسے وہ بخوبی سمجھ گئے۔ مطلب یہ کہ قیامت کا دن اور تاریخ پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم اس کی تیاری کرو' جب کوئی مر جائے بس سمجھو

❶ صحيح البخاري' الرقاق' باب سكرات الموت' حديث : ٦٥١١ و صحيح مسلم' الفتن' باب قرب الساعة' حديث : ٢٩٥٢ واللفظ له

اس کی قیامت شروع ہوگئی۔

۴ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا سے بے رغبتی

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : مَا تَرَكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دِيْنَارًا، وَلَا دِرْهَمًا، وَلَا شَاةً، وَلَا بَعِيْرًا، وَلَا أَوْصٰى بِشَيْئٍ ۔ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے جاتے ہوئے نہ کوئی دینار چھوڑا نہ درہم، نہ کوئی بکری چھوڑی نہ اونٹ، اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی چیز کی وصیت فرمائی۔

تشریح انبیاء علیہم السلام کو دنیا سے کوئی لگاؤ نہیں ہوتا۔ ان کا اصلی ورثہ علم ہوتا ہے۔ اگر ان کا کوئی تھوڑا بہت ترکہ ہو تو وہ صدقہ کر دیا جاتا ہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام ایسے ہی تھے انہیں اپنی ذمہ داری سے غرض تھی دنیا کا مال جمع کرنے سے انہیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس باب میں سب سے آگے تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ زُہد اضطراری نہ تھا اختیاری تھا۔ اگر ہم بھی یہ روش اختیار کریں تو یہ عزیمت ہے۔

البتہ آنے والے وقت کے لیے مال پس انداز کیا جا سکتا ہے تاکہ کسی سے مانگنا نہ پڑے۔ اسے ناجائز کہنا درست نہیں۔ اگر یہ منع ہوتا تو مسئلہ وصیت و وراثت کے بیان کی کوئی ضرورت ہی نہ تھی۔ ترغیب انفاق اور حج و عمرہ کا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ مگر قرآن و حدیث میں ان مسائل کا مفصل بیان وارد ہے۔

۵ مزار پرستی اسلامی مزاج کے خلاف ہے

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ ...... : فَقَالَ: أُولٰئِكَ إِذَا مَاتَ مِنْهُمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا ثُمَّ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ

[1] صحیح مسلم، الوصیة، باب ترك الوصية لمن ليس له بشیء حدیث : ۱۶۳۵

الصُّوْرَةَ اُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ ۔ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا تو وہ اس کی قبر پر ایک عبادت گاہ تعمیر کردیتے۔ اور اس میں ان نیک لوگوں کی تصویریں بنادیتے۔ یہ لوگ اللہ کی مخلوق میں سب سے بدتر ہیں۔“

تشریح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض بیویوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ”ماریہ“ نامی ایک گرجے کا ذکر کیا۔ جو حبشہ میں تھا ام سلمہ اور ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے وہ گرجا دیکھا ہوا تھا۔ انہوں نے اس کی عمدہ عمارت، خوبصورتی اور اندرونی تصویروں کا ذکر کیا جو لوگوں نے اس میں ڈیکوریٹ کر رکھی تھیں، یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور ایسا کرنے والوں کو شِرَارُ خَلْقِ اللّٰهِ۔ یعنی دنیا کے بدترین لوگ فرمایا۔ معلوم ہوا قبروں پر عمارتیں یا مسجدیں بنوانا بہت بڑا جرم ہے۔ عوام و خواص کو ان سے بہت بچنا چاہیے۔ نیز شرکیہ عمارتوں اور وہاں ہونے والے کاموں سے متاثر ہوجانا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برا جانا ہے، کیونکہ اس سے اہل شرک کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے۔ شرک و بدعت کدوں کے گن گانا اور ان کی تعریف کرنے سے رب اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں اس سے گریز کرنا چاہیے۔

❻ رفق وحلم کی اہمیت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : مَا ضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهٖ، وَلَا امْرَاَةً، وَلَا خَادِمًا، اِلَّا اَنْ يُّجَاهِدَ

❶ صحیح البخاری، الجنائز، باب بناء المسجد علی القبر، حدیث : ۱۳۴۱، و صحیح مسلم، المساجد، باب النهی عن بناء المساجد علی القبور ......، حدیث : ۵۲۸

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ...... ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا نہ کسی بیوی کو مارا اور نہ کسی خادم کو' ہاں اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے ضرور مارا ہے۔

تشریح یہ حدیث اپنے مفہوم میں واضح ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم و رفق کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جنگ کے علاوہ کبھی کسی عزیز یا غیر عزیز کو نہیں مارا پیٹا۔ وہ لوگ جو اپنے بچوں' شاگردوں یا نوکروں کو بے تحاشا مارتے پیٹتے ہیں تا آنکہ ان کی ہڈی پسلی توڑ دیتے ہیں اسی طرح درسگاہوں کے وہ اساتذہ جو طلبہ کو ظالمانہ سزا دیتے ہیں وہ اس اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے درس عبرت لیں۔ اصلاح و کنٹرول کے اور بھی ذرائع ہیں انہیں اختیار کریں اور بصورت مجبوری عقوبت میں کم از کم درجہ اختیار کریں۔ اللہ توفیق دے۔

⑦ تین قسم کے اعمال نامے

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلدَّوَاوِیْنُ ثَلَاثَةٌ دِیْوَانٌ لَا یَغْفِرُہُ اللّٰہُ' اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰہِ' یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ: (اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِہٖ) وَدِیْوَانٌ لَا یَتْرُکُہُ اللّٰہُ' ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ' حَتّٰی یَقْتَصَّ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ' وَدِیْوَانٌ لَا یَعْبَأُ اللّٰہُ بِہٖ ظُلْمُ الْعِبَادِ فِیْمَا بَیْنَھُمْ وَ بَیْنَ اللّٰہِ فَذَاكَ اِلَی اللّٰہِ' اِنْ شَاءَ عَذَّبَہُ وَاِنْ شَاءَ تَجَاوَزَ عَنْہُ۔ ❷

---

❶ صحیح مسلم' الفضائل' باب مباعدۃ للآثام حدیث : ۲۳۲۸

❷ مسند احمد :۶/ ۲۴۰ و شعب الایمان' للبیهقی' باب فی طاعة اولی الامر' فصل فی ذکر ماورد من التشدید فی الظلم' حدیث : ۷۴۷۳

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اعمال نامے تین قسم کے ہوں گے ایک وہ اعمال نامہ ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ ہرگز معاف نہیں کرے گا۔ وہ اللہ کے ساتھ شرک ہے' اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں بے شک اللہ (یہ گناہ) نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے دوسرے اعمال نامے میں وہ گناہ درج ہوگا جو بندوں نے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی کی ہوگی' اس کو اللہ ہرگز نہ چھوڑے گا' یہاں تک کہ وہ دوسرے سے بدلہ لے لیں' تیسرے اعمال نامے میں وہ گناہ ہوگا جس کا تعلق خدا اور بندوں سے ہے' یہ اللہ کے حوالے ہے۔ اگر چاہے تو عذاب دے اور اگر چاہے تو درگزر فرمادے۔

تشریح ''دَوَاوِین'' دیوان کی جمع ہے۔ حدیث میں اس سے مراد اعمال نامے ہیں۔ وہ تین اعمال نامے یہ ہیں۔ **۱** اَلْاِشْرَاكُ بِاللّٰهِ ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔'' شرک کا قرآن مجید نے فیصلہ کردیا ہے کہ یہ کسی صورت معاف نہیں ہوگا۔ چنانچہ فرمایا' اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ (النسآء ٤٨) **۲** دوسرے اعمال نامے میں آپس کے ظلم اور زیادتیاں ہوں گی۔ یہ دنیا ہی میں ایک دوسرے سے معاف کرانا ہوں گی' ورنہ جان بخشی نہیں ہوگی۔ **۳** تیسرے اعمال نامے میں (شرک کے سوا) وہ گناہ ہوں گے جن کا تعلق اللہ اور بندوں سے ہے۔ یہ اللہ کے حوالے ہے۔ جسے اللہ چاہے گا عذاب دے گا اور جسے چاہے گا معاف کرے گا۔

◇۸◇ چھوٹے گناہوں سے بھی پرہیز کرنی چاہیے

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ((يَا عَائِشَةُ! اِيَّاكِ وَ مُحَقَّرَاتِ الْاَعْمَالِ فَاِنَّ لَهَا مِنَ اللّٰهِ طَالِبًا۔)) [1]

[1] سنن ابن ماجه' الزهد' باب ذكر الذنوب' حديث: ۴۲۴۳

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے عائشہ! چھوٹے چھوٹے برے اعمال سے بچتی رہنا' اس لئے کہ ان کے بارے میں بھی یقیناً اللہ کے ہاں پوچھا جائے گا۔''

تشریح بعض لوگ چھوٹے گناہوں کو معمولی سمجھتے ہیں اور بے دھڑک ان کا ارتکاب کرتے ہیں' ان لوگوں کو علم ہونا چاہیے کہ چھوٹے گناہ مل کر بڑے گناہ بن جاتے ہیں۔ دوسری یہ بات بھی ہے کہ بار بار صغیرہ گناہ کے ارتکاب سے دل مردہ اور جذبۂ ایمانی ماند پڑ جاتا ہے جس کے نتیجے میں کبیرہ گناہوں سے نفرت کم ہو جاتی ہے اور آدمی ان کا بھی ارتکاب کرنے لگ جاتا ہے۔ لوہے پر زنگ پہلے تھوڑا چڑھتا ہے پھر آہستہ آہستہ زیادہ ہوتا جاتا ہے زیادہ زنگ کو اتارنا بہ نسبت تھوڑا زنگ اتارنے کے زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ چھوٹے گناہوں کے ارتکاب سے بھی بچنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

⑨ اللہ کے خوف سے لرزاں و ترساں لوگ

حدیث أَنَّ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَتْ : سَأَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ) قَالَتْ عَائِشَةُ! اَهُمُ الَّذِيْنَ يَشْرَبُوْنَ الْخَمْرَ وَ يَسْرِقُوْنَ؟ قَالَ لَا' يَا بِنْتَ الصِّدِّيْقِ وَلٰكِنَّهُمُ الَّذِيْنَ يَصُوْمُوْنَ وَ يُصَلُّوْنَ وَ يَتَصَدَّقُوْنَ وَهُمْ يَخَافُوْنَ اَنْ لَّا يُقْبَلَ مِنْهُمْ ''اُولٰٓئِكَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُوْنَ'' [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے

[1] جامع الترمذی' تفسیر القرآن' باب ومن سورة المومنین' حدیث: ۳۱۷۵

اس آیت کے بارے میں سوال کیا' وَ الَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّ قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ۔ (اور وہ لوگ جو دیتے ہیں جو کچھ بھی دیتے ہیں اوران کے دل لرز رہے ہوتے ہیں)' کیا یہ وہ لوگ ہیں جو شراب پیتے ہیں اور چوری کرتے ہیں فرمایا نہیں۔ اے صدیق کی بیٹی! بلکہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں' نمازیں پڑھتے ہیں' اور صدقات دیتے ہیں۔ اور پھر بھی ڈر رہے ہوتے ہیں کہ کہیں ان کی یہ نیکیاں نا مقبول نہ ہو جائیں'' یہی لوگ ہیں جو نیکیوں کی طرف تیزی کے ساتھ بڑھتے ہیں اوران میں سبقت لے جاتے ہیں۔''

تشریح علم پوچھنے اور سیکھنے سے بڑھتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو جو علم حاصل ہوا' اور آپ رضی اللہ عنہا اتنی بڑی متبحر عالمہ اور فقیہ بنیں تو یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام پوچھ پوچھ کر مسائل سیکھ کر بنیں۔ یہاں بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ الاية کی تشریح دریافت کرتی ہیں کہ حضرت یہاں ڈرنے والوں سے مراد کیا شرابی اور چور وغیرہ قسم کے لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے صدیق کی بیٹی! نہیں' یہاں ڈرنے والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو روزے رکھتے ہیں' نمازیں پڑھتے اور صدقات و خیرات کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی نیکیاں نامنظور نہ ہو جائیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی شان میں اللہ نے فرمایا' الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرَاتِ (کہ وہ لوگ نیکیوں میں جلدی کرتے ہیں) مطلب یہ کہ نیکیوں پر اِترانا اور ناز نہیں کرنا چاہیے کہ کافی نیکیاں کر لی ہیں اب مزید نیکیوں کی ضرورت نہیں۔ ہر حال میں اللہ سے لرزاں و ترساں رہنا چاہیے' کیونکہ اصلی کامیابی یہ ہے کہ نیک عمل اللہ کی بارگاہ میں

قبول ہو جائے۔

⟨۱۰⟩ نماز میں استحضار وانابت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اِذَا نَعَسَ اَحَدُکُمْ وَهُوَ يُصَلِّىْ فَلْيَرْقُدْ حَتّٰى يَذْهَبَ عَنْهُ النَّوْمُ۔ (الحديث) ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے میں اونگھنے لگے تو وہ سو جائے' یہاں تک کہ نیند جاتی رہے۔

تشریح نماز عظیم ترین عبادت ہے۔ اس کے کچھ آداب ہیں۔ ان میں سے ایک اہم ادب استحضار وانابت ہے' یعنی دل کی پوری حاضری کے ساتھ اللہ کی طرف جھکنا۔ چونکہ اونگھ یا نیند خشوع وخضوع کو ختم کر دیتی ہیں اس لیے نماز میں ان کی اجازت نہیں دی۔ اور فرمایا' اگر کسی شخص پر نیند کا غلبہ ہو تو وہ پہلے نیند پوری کر لے۔ پھر نماز ادا کر لے۔ ایسا نہ ہو کہ سویا ہوا نماز پڑھ رہا ہو اور منہ سے کچھ کا کچھ بول رہا ہو۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جہاں نماز فرض ہے وہاں نماز کے لیے استحضار' توجہ اور خشوع وخضوع بھی فرض ہے۔ اس کے بغیر نماز نا تمام ہے۔

⟨۱۱⟩ انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّهُمْ ذَبَحُوْا شَاةً فَقَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم مَا بَقِیَ مِنْهَا؟ قَالَتْ مَا بَقِیَ مِنْهَا اِلَّا كَتِفُهَا قَالَ بَقِیَ كُلُّهَا غَيْرَ

❶ صحيح البخاری' الوضوء' باب الوضوء' من النوم' حديث : ۲۱۲ و صحيح مسلم' صلاة المسافرين' باب أمر من نعس فی صلاته' حديث : ۷۸۶

كَتِفِهَا ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ (اور گوشت ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بکری میں سے کچھ باقی ہے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا' صرف اس کا ایک شانہ باقی ہے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب باقی ہے سوائے اس شانہ کے۔''

تشریح عموماً لوگ عید الاضحیٰ اور عقیقہ پر ہی جانور قربان کرتے ہیں' جبکہ یہ قربانی آگے پیچھے بھی کر لینی چاہیے۔ اس سے بلائیں ٹلتی' پریشانیاں اور آنے والے حوادث دور ہوتے ہیں۔ افسوس! آج ہمارے ہاں یہ رواج نہیں رہا۔ یہی وجہ ہے جو ہم مقدمات' بیماریوں اور پریشانیوں میں گرفتار رہتے ہیں۔ ادھر ہمیں ہزاروں روپے خرچ کر لینا منظور ہے مگر جانور کا صدقہ دینا منظور نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بَقِيَ كُلُّهَا الخ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے جو اللہ کی راہ میں دیا وہ محفوظ رہا۔ یعنی اس انفاق فی سبیل اللہ کا ثواب آگے جمع ہو گیا۔ اور جو اپنے کھانے کے لیے رکھا اس کا ثواب نہ ہوا۔

⟨۱۳⟩ سارے سرمایہ کی تباہی کا باعث

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُوْلُ مَا خَالَطَتِ الزَّكٰوةُ مَالًا قَطُّ اِلَّا اَهْلَكَتْهُ۔ ❷

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا

❶ جامع الترمذی' صفة القيامة' باب قوله فی الشاة حديث : ۲۴۷۰

❷ مشكوة المصابيح: كتاب الزكوٰة' الفصل الثالث حديث ۲۶۵' رواه الشافعی' والبخاری فی تاريخه

آپ ﷺ فرماتے تھے، جس مال و دولت میں بھی زکوٰۃ کی ملاوٹ ہو جائے گی وہ زکوٰۃ اسے تباہ برباد کر کے رہے گی۔

تشریح زکوٰۃ کے لیے بنیادی طور پر تین شرائط ہیں۔ ① جس مال سے زکوٰۃ ادا کی جائے وہ حلال وطیب ہو۔ ② مال نصاب کو پہنچ چکا ہو۔ ③ اس مال پر ایک سال قمری گزر چکا ہو۔

حدیث مذکور میں جو مسئلہ بتایا گیا ہے یہ ہے کہ مالدار اور صاحب نصاب پر زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے۔ یہ زکوٰۃ غریبوں مسکینوں کا حق ہے۔ جو انہیں ادا کرنا چاہیے لیکن اگر اپنے مال میں ان کا مال شامل ہو گیا تو ان کا مال اپنے مال کو بھی لے ڈوبے گا۔ ایک دوسری صورت بھی ہے کہ آدمی خود مالدار ہے مگر پھر بھی صدقات زکوٰۃ خیرات اور عطیات جمع کرتا رہتا ہے۔ یقیناً یہ مال بھی اپنے مال کو برباد کر دے گا۔ یہ دونوں صورتیں ہی تباہ کن ہیں۔ یہ تباہی آخرت میں تو آئے گی ہی، کبھی دنیا میں بھی آجاتی ہے۔ اور اس کی متعدد صورتیں ہیں مثلاً کھیتی برباد ہو گئی۔ جانور مر گئے۔ بیماری نے گھیر لیا۔ مقدمات نے جکڑ لیا۔ مال چوری ہو گیا۔ ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ یا ویسے ہی کھو گیا۔ اگر تجارت کرتا ہے تو مال کسی بڑے خسارے کی نظر ہو گیا۔ یا فیکٹری بند ہو گئی۔ کارخانہ قُرق ہو گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا پتے کی ایک ہی بات یاد رکھیں کہ اپنے مال سے زکوٰۃ بہر صورت ادا کریں۔ پوری ادا کریں اور بروقت ادا کریں۔

⑬ رمضان المبارک کا اہتمام

حدیث سَمِعْتُ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُوْلُ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَتَحَفَّظُ مِنْ

شَعْبَانَ مَالَا يَتَحَفَّظُ مِنْ غَيْرِهٖ ثُمَّ يَصُوْمُ لِرُؤْيَةِ رَمَضَانَ، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْهِ عَدَّ ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ صَامَ (ابوداؤد) ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ شعبان کے دن اور تاریخیں یاد رکھنے کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایسا اہتمام کسی دوسرے مہینے کے دن اور تاریخیں یاد رکھنے کے لیے نہ فرماتے تھے' پھر رمضان کا چاند دیکھ کر روزے رکھتے' اور اگر چاند (۲۹ شعبان کو) نظر نہ آتا تو تیس دن پورے کرتے پھر روزے رکھتے۔

تشریح رمضان المبارک کا مہینہ بہت ذی شان اور بلند مرتبہ ہے۔ اس کے روزے فرض قرار دیئے گئے ہیں۔ اس کے ایک روزے کا ثواب سات سو گنا سے بھی زیادہ دیا جاتا ہے۔ بمطابق حدیث قدسی فرمان باری تعالیٰ ہے: فَإِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ کہ روزہ میرے لیے ہے میں خود ہی اس کی جزا دوں گا۔ بعض نے اسے "اَنَا اُجْزٰى بِهٖ" بھی پڑھا ہے۔ جس کے معنی ہیں رب فرماتا ہے کہ میں آپ کے روزے کی جزا بن جاتا ہوں۔ اس طرح اس کا مفہوم "اَنَا اَجْزِى بِهٖ" سے بھی اونچا ہو جاتا ہے۔ ماہ صیام کی ساری شان و بزرگی نزول قرآن کی وجہ سے ہے۔ یہ مبارک مہینہ ایک طرح سے جشن نزول قرآن ہے۔ اس میں جس قدر قرآن سنا اور سنایا' پڑھا اور پڑھایا جاتا ہے دوسرے دنوں میں نہیں سنایا جاتا۔ رمضان کو نسبت ہے قرآن سے' اور قرآن کو نسبت ہے صاحب قرآن سے۔ یہی وجہ تھی جو حضرت پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام اس کا اس قدر اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ اور اس سے پہلے مہینے شعبان کے دن گن کر رکھتے تاکہ ماہ رمضان المبارک میں

❶ سنن ابن داود' الصیام' باب اذا اغمی الشہر' حدیث : ۲۳۲۵

کوئی کمی بیشی نہ ہو جائے۔ اور عالم اسلام اس کے اس بابرکت دن سے محروم نہ رہ جائے۔ آج ہمیں بھی ماہ رمضان المبارک کا اہتمام اور فکر سے تیاری کرنی چاہیے۔

﴿۱۴﴾ عورتوں کا اعتکاف

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم : أَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی، ثُمَّ اعْتَکَفَ أَزْوَاجُهُ مِنْ بَعْدِهٖ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے' یہاں تک کہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا لیا' پھر آپ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رضی اللہ عنہن اعتکاف کرتی رہیں۔

تشریح ماہ رمضان المبارک کے آخری ایام میں عبادت کی نیت سے جامع مسجد میں الگ تھلگ بیٹھ جانا اعتکاف کہلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تادم واپسیں اعتکاف بیٹھتے رہے۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف رہ گیا۔ اور اگلے سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیس یوم اعتکاف بیٹھے۔ اور یوں وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا کا عملاً منظر پیش فرماتے رہے۔ اعتکاف میں دنیوی بات چیت' تعلقات اور دیگر مشاغل ممنوع ہیں' بہت سے لوگ اعتکاف کے آداب پامال کر دیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس ٹھوس اور پائیدار سنت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن عمل کرتی رہیں۔ اور وہ باقاعدگی سے اعتکاف بیٹھتی رہیں۔ اس سے

---

[1] صحیح البخاری' الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر' حدیث : ۲۰۲۶ و صحیح مسلم' الاعتکاف' باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان حدیث : ۱۱۷۲

معلوم ہوا کہ خواتین بھی اعتکاف بیٹھ کر یہ بے پایاں ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔ عورتوں کو بھی اعتکاف مسجد ہی میں بیٹھنا چاہیے۔ بہتر ہے کہ جامع مسجد میں اعتکاف بیٹھیں۔

⑮ شبِ قدر کا خاص وظیفہ

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! اَرَأَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ أَيَّ لَيْلَةَ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: قُوْلِيْ ''اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ (كَرِيْمٌ) تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ'' ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: اُن کا بیان ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کون سی رات شبِ قدر ہے تو میں اس رات میں کیا دعا مانگوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ دعا مانگو۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ كَرِيْمٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ۔ اے اللہ تو بہت بڑا معاف فرمانے والا ہے' بہت بڑا اکرم کرنے والا ہے' تجھے معاف کرنا بہت پسند ہے پس میری خطائیں معاف فرمادے۔

تشریح تاریخ اسلام میں چند راتوں کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً شب قدر' شب معراج' شب ہجرت وغیرہ۔ شب قدر ہی میں قرآن کا نزول ہوا' شب معراج میں صاحبِ قرآن کا صعود ہوا' اور شب ہجرت میں صاحب قرآن نے سوئے یثرب ہجرت فرمائی' اور جب نبی نے

---

❶ جامع الترمذی الدعوات' باب فی فضل سؤال العافية والمعافاة حديث : ۳۵۱۳' و سنن ابن ماجه' الدعاء' باب الدعاء بالعفود والعافية' حديث : ۳۸۵۰' و مسند احمد ج۶' ص ۱۷۱

یثرب میں نزول اجلال فرمایا وہ مدینۃ الرسول قرار پایا۔ یعنی رسول اللہ ﷺ کا شہر۔ یوں کہہ لیجیے کہ آپ ﷺ کے بابرکت قدم خاک مدینہ پر لگنے سے مدینہ کو چار چاند لگ گئے۔ قرآن مجید شب قدر (لیلۃ القدر) میں نازل ہوا۔ یوں رب کائنات نے انسانوں کے اجساد کے لیے اگر زمین سے خوراک مہیا کی تو ان کی ارواح کے لیے آسمانوں سے غذا فراہم کر دی۔ اور اس طرح کمال خوبی سے جسم کے ساتھ روح کی پرورش کا انتظام بھی فرما دیا...... لیلۃ القدر کی عبادت کا ثواب قرآن مجید نے خَيْرٌ مِنْ اَلْفِ شَهْرٍ بتایا۔ ایک ہزار ماہ یعنی (۸۳ سال ۴ ماہ) سے بھی زیادہ بتایا۔ کتنا زیادہ؟ یہ اللہ ہی جانتا ہے۔ سورۂ دخان کے شروع میں بھی اس کا ذکر ہے۔ اس رات کو ذکر و فکر، تلاوت، درود و سلام اور نوافل کے ساتھ گزارنا چاہیے۔ محض جاگنے یا گپیں ہانکنے سے فائدہ نہ ہوگا۔ اس شب کے اذکار میں سے ایک اہم ذکر اس روایت میں آیا ہے "اِنَّكَ عَفُوٌّ" الخ جب گناہ معاف ہو جائیں گے تو بات بن جائے گی۔ ہمیں بھی یہ ذکر لیلۃ القدر میں بکثرت کرنا چاہیے۔

⑯ مناسک حج کا فلسفہ

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ، اِنَّمَا جُعِلَ الطَّوَافُ بِالْبَيْتِ وَبَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَرَمْيُ الْجِمَارِ لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ۔ ❶

---

❶ سنن ابی داؤد، المناسك، باب فی الرمل، حديث : ١٨٨٨۔ وجامع الترمذی، الحج، باب ما جاء كيف ترمي الجمار، حديث : ٩٠٢

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا' اللہ کے گھر کا طواف' صفا اور مروہ کے درمیان سعی' اور جمرات پر کنکریاں مارنا' یہ سارے اعمال اللہ بلند و برتر کے ذکر کے قیام کے لیے ہیں۔

تشریح اس حدیث میں حج کے مناسک کا ذکر ہے۔ حج مالدار لوگوں پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ اور حج مبرور (یعنی کامل اور مسنون حج) کا ثواب جنت کے سوا کچھ نہیں۔ ایسا حاجی جب لوٹتا ہے تو وہ گناہوں سے یوں پاک ہوتے ہوئے لوٹتا ہے جیسے آج پیدا ہوا ہو۔ حدیث میں طواف' سعی اور رمی جمرات کا نام لے کر فرمایا ''لِاِقَامَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ'' مطلب یہ کہ یہ سارے کام اللہ کا ذکر قائم کرنے کے لیے ہیں۔ اللہ کی عظمت کے ڈنکے بجانے کے لیے ہیں۔ واقعی جس قدر یہاں ذکر الٰہی کے چرچے ہوتے ہیں اور کہیں نہیں ہوتے۔ طواف کے وقت ذکر الٰہی کا جو کیف ہوتا ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ اسی طرح سعی اور رمی جمار کے وقت ہر ایک کی زبان توحید الٰہی کے نغمات سے زمزمہ سنج ہوتی ہے ...... بظاہر یہ نشانات خاص حیثیت نہیں رکھتے۔ بیت اللہ (خانہ کعبہ) ایک پتھر کا کمرہ ہے اور اوپر سیاہ رنگ کا کپڑا لٹک رہا ہے۔ صفا اور مروہ دو ٹیلے ہیں۔ منیٰ کے جمرات پتھر کے سادہ اور بے کیف سے ستون ہیں۔ لیکن فی الواقع یہ ذکر الٰہی کی اقامت کا بہترین ذریعہ ہے۔ دو چار' دس بیس آدمی نہیں بلکہ لاکھوں فرزندان توحید کی زبانیں یاد الٰہی میں مشغول نظر آتی ہیں۔ تو پھر کچھ اور ہی سماں ہوتا ہے۔ ہر کوئی کیف وسرور و نشہ میں سرشار ہوتا ہے۔ جدھر دیکھو توحید کے غلغلے بلند ہو رہے ہوتے ہیں۔

⟨۱۷⟩ اللہ کے نزدیک محبوب ترین عمل

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: مَا عَمِلَ آدَمِيٌّ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ، اِنَّهُ لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَاَشْعَارِهَا وَ اَظْلَافِهَا، وَ اِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ مِنَ الْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا۔ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نحر کے دن اولادِ آدم کا کوئی بھی عمل اللہ کو قربانی سے زیادہ محبوب نہیں، اور قربانی کیا ہوا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں اپنے بالوں اور اپنے کھروں کے ساتھ لازماً حاضر ہوگا، قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے شرف قبولیت کے مقام پر جا پہنچتا ہے پس اے اللہ کے بندو! پوری خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو۔

تشریح حدیث میں قربانی سے مراد عید الاضحیٰ کے ایام میں مشروع جانور کی قربانی ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان دنوں کی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب اعمال سے زیادہ محبوب ہے۔ مثال کے طور پر قربانی کا جانور ملتا ہے پانچ ہزار روپے میں۔ مگر کوئی شخص کہتا ہے کہ بجائے جانور کی قربانی کے، غریبوں اور مسکینوں میں دس ہزار روپے کی جنس، کپڑا یا ادویات لے کر تقسیم کر دیں تاکہ ثواب زیادہ ہو جائے، مگر یہ حدیث اس نظریے کی تردید کرتی ہے کہ دس ہزار روپے تو رہا ایک طرف اگر پچاس ہزار روپیہ بھی خرچ کر دیا جائے تو وہ انفاق اس قربانی کا ہم پلہ

---

[1] جامع الترمذی، الاضاحی، باب ما جاء فی فضل الاضحیة، حدیث: ۱۴۹۳، و سنن ابن ماجه، الاضاحی، باب ثواب الأضحیة، حدیث: ۳۱۲۶

نہیں ہوسکتا۔ اس خون بہانے میں جو فوائد اور زکات ہیں وہ کسی اور صدقہ وخیرات میں نہیں ہیں۔ لہٰذا اور کوئی صدقہ اس قربانی کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

⟨۱۸⟩ ماں کی خدمت کا عظیم صلہ

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ نِمْتُ فَرَأَيْتُنِيْ فِي الْجَنَّةِ فَسَمِعْتُ صَوْتَ قَارِئٍ يَقْرَأُ فَقُلْتُ مَنْ هٰذَا؟ قَالُوْا: حَارِثَةُ بْنُ النُّعْمَانِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ كَذَاكَ الْبِرُّ، كَذَاكَ الْبِرُّ وَكَانَ اَبَرَّ النَّاسِ بِاُمِّهٖ۔ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا' میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں جنت میں ہوں وہاں میں نے کسی کے قرآن پڑھنے کی آواز سُنی' میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ماں کے ساتھ) بھلائی ایسی ہی چیز ہے' (ماں کے ساتھ) بھلائی ایسی ہی چیز ہے۔ یہ اپنی ماں کے ساتھ بھلائی کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے۔

تشریح اس حدیث میں ماں کی خدمت کا صلہ بتایا گیا ہے کہ کس قدر ہے۔ حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اندازہ کیجیے کہ حضور اکرم ﷺ نے خواب میں انہیں جنت میں قرآن پڑھتے ہوئے پایا۔ سبحان اللہ! ماں اور باپ دونوں کا بلند مرتبہ ہے۔ لیکن جب دونوں کا تقابل کریں گے تو ماں کا مرتبہ باپ سے فائق ہوگا۔ حدیث کے مطابق

---

[1] رواہ البیهقی فی شعب الایمان' باب فی بر الوالدین' حدیث : ۷۸۵۱' جلد ۶' ۱۸۴

ماں کا حق باپ سے تین گنا زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ماں نے بچے کی خاطر تین بڑی مشقتیں برداشت کیں' بالفاظ دیگر بچے پر تین بڑے احسانات کیے۔ ایک حمل کے اٹھانے کا' دوسرا وضع حمل کا' تیسرا دودھ پلانے کا۔ ماں کی خدمت گناہوں کا کفّارہ' توبہ کی قبولیت' مغفرت کا سبب' کشائش رزق کا باعث اور دخول جنت کا ذریعہ ہے۔ آدمی خواہ کس مرتبے پر پہنچ جائے' والدین خصوصاً ماں کو کبھی فراموش نہ کرے۔ اور ماں کا تو خاص الخاص خیال رکھے۔

⟨۱۹⟩ سب سے بڑا حق

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ؟ قَالَ: زَوْجُهَا قُلْتُ: مَنْ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ؟ قَالَ: اُمُّهٗ (هذا حديث صحيح الاسناد) [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ' عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اس کے خاوند کا' میں نے کہا' مرد پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا! اس کی ماں کا۔ (حدیث کی سند صحیح ہے)

تشریح امام حاکم رحمہ اللہ اپنی مستدرک میں یہ حدیث لائے ہیں' کہ عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے۔ اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں ہے۔ آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد گرامی نے ہمارے بہت سے جھگڑے نمٹا دیئے۔ اور ہماری Headick (دردسر) ختم کر دی۔ عورت جب تک شادی شدہ نہیں اس پر سب سے زیادہ حق اس

---

[1] مستدرك حاكم' البر والصلة' حديث: ۷۳۳۸ جلد ۷' ص ۲۶۲۰

کے والدین کا ہے۔ اور بتایا جا چکا ہے کہ والدین میں بھی والدہ کا حق زیادہ ہے، مگر جب اس کی شادی ہوگئی تو اب اس پر سب سے زیادہ حق اس کے خاوند کا ہو جاتا ہے۔ اب اس کا خاوند اس کا زندگی کا ساتھی، سفر حیات کا راہی، مایوسی میں امید کا چراغ، اور جلوت وخلوت کا ہمدم وہمراز ہے۔ شادی کے بعد عورت کے بہت سے عزیز بڑھ جاتے ہیں۔ کبھی ان میں اختلاف بھی ہو جاتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ بصورت اختلاف کسے ترجیح دے؟ اس حدیث میں بتلایا کہ وہ اپنے شوہر کو ترجیح دے۔ اس کا ساتھ دے۔ اس کا خیال رکھے۔ اس کی ہاں میں ہاں ملائے۔ کیونکہ پہلے اس پر سب سے زیادہ حق ماں کا تھا۔ اب اس پر سب سے زیادہ حق اس کے شوہر کا ہے۔ اپنے شوہر کا زیادہ احترام کر کے گویا اس نے جناب رسول اللہ ﷺ کی بات مانی۔ بیٹا سب سے زیادہ بات ماں باپ کی مانے۔ مگر بیٹی سب سے زیادہ بات شوہر کی تسلیم کرے۔ ہاں، جو حکم شرع کے خلاف ہو وہ کسی کا بھی نہیں مانا جائے گا۔

⟨۲۰⟩ شوہر کے مال سے خرچ کرنا

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ هِنْدًا بِنْتَ عُتْبَةَ قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اَبَا سُفْيَانَ رَجُلٌ شَحِيْحٌ وَ لَيْسَ يُعْطِيْنِيْ مَا يَكْفِيْنِيْ وَ وَلَدِيْ اِلَّا مَا اَخَذْتُ مِنْهُ وَهُوَ لَا يَعْلَمُ، فَقَالَ: خُذِيْ مَا يَكْفِيْكِ وَ وَلَدَكِ بِالْمَعْرُوْفِ۔ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سفیان کی بیوی ہند نے حضور ﷺ

❶ صحيح البخاری، النفقات، باب اذا لم ينفق الرجل ...... حديث: ۵۳۶۴

سے عرض کیا کہ ابوسفیان ایک کنجوس آدمی ہیں۔ وہ مجھے اتنا خرچ نہیں دیتے جس سے میری اور میری اولاد کی ضرورتیں پوری ہوسکیں' ہاں یہ کہ میں خود ہی اس کی لاعلمی میں اس کے مال سے کچھ لے لوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جتنے مال سے تمہاری اور تمہاری اولاد کی ضرورتیں پوری ہوسکیں اتنا معروف کے مطابق لے لو۔''

تشریح یہ بھی مسئلہ ہے کہ عورت اپنے جسم کی بھی امین ہے اور اپنے شوہر کے گھر اور مال کی بھی امین ہے۔ یعنی سب کی حفاظت اس کے ذمے ہے۔ ہاں' وہ مرد کی اجازت کے ساتھ خرچ کرسکتی ہے۔ بلا اجازت خرچ نہیں کرسکتی۔

اب حدیث مذکور میں یہ صورت سامنے ہے کہ شوہر بوجہ تنگ دلی اور کنجوسی کا باعث گھر کا خرچہ نہیں دیتا۔ اور اگر دیتا بھی ہے تو پورا نہیں دیتا بلکہ ادھورا دیتا ہے' جس سے اہل وعیال کا گزارا نہیں ہوتا۔ تو ایسی صورتحال میں عورت انصاف سے اتنا خرچہ لے سکتی ہے جس سے اہل وعیال کے ناگزیر اخراجات پورے ہوسکیں۔ کیونکہ آخر اپنا اور بچوں کا پیٹ بھی پالنا ہے۔ سفیان کی بیوی ہند (جسے اردو میں ہندہ کہتے ہیں) کی پابندیٔ شرع کا یہ عالم ہے کہ وہ جناب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھے بغیر کوئی قدم اٹھانا نہیں چاہتیں۔ یہ بات بھی ان کے تقویٰ پر دلالت کرتی ہے۔ ہماری خواتین کو بھی مسائل پوچھتے رہنا چاہیے۔ اور شریعت کے دائرہ میں رہ کر ہر مسئلہ کا حل نکالنا چاہیے۔

۲۱ بیوی کے جذبات کا خیال رکھنا

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَسْتُرُنِي بِرِدَائِهِ' وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى الْحَبَشَةِ يَلْعَبُوْنَ فِي الْمَسْجِدِ حَتّٰى أَكُوْنَ أَنَا الَّذِيْ أَسْأَمُ' فَاقْدُرُوْا قَدْرَ الْجَارِيَةِ الْحَدِيْثَةِ السِّنِّ الْحَرِيْصَةِ

عَلَى اللَّهْوِ۔ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں' میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ اپنی چادر سے آڑ کرلیا کرتے اور میں حبشی لوگوں کو جنگی مشقیں اور کھیل کرتے دیکھتی رہتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنی چادر سے آڑ کیے رہتے' جب تک کہ میں خود ہی اُکتا نہ جاتی۔ (فرمایا لوگو!) تم لوگ جب کسی نوجوان لڑکی سے شادی رچاؤ تو اس کے جذبات واحساسات کا لحاظ وخیال رکھو کہ نوخیز لڑکیاں کھیل' تفریح سے بڑی دل چسپی رکھتی ہیں۔''

تشریح اللہ تعالیٰ نے عورت کو مرد کی رفیقۂ حیات بنایا ہے۔ یعنی زندگی کے ساتھ مرد کو عورت کے جذبات واحساسات اور ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے۔ احادیث میں آتا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا خیال فرمایا کرتے تھے۔ ان کے نان ونفقہ کا خیال ان کی رہائش کا خیال' ان کی عام ضروریات کا خیال' ان کی عزت کا خیال' ان کے جذبات واحساسات کا خیال۔ جس لڑکی کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا جیون ساتھی بنایا ہے وہ بھی آخر انسان ہے۔ اس کا جی لگانا اور ہر جائز طریقہ سے خیال رکھنا شوہر کا فریضہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو ہمارے لیے بہترین نمونہ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کا بہت خیال فرماتے تھے۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھے مرد کی تعریف ہی یہ فرمائی' ''خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهِ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِي'' ❷ ''تم میں سے اچھا وہ

---

❶ صحیح البخاری' النکاح' باب نظر المرأة الی الحبش ونحوهم من غیر ریبة' حدیث: ۵۲۳۶

❷ سنن ابن ماجه' النکاح' باب حسن المعاشرة النسآء' حدیث: ۱۹۷۷' و جامع الترمذی' المناقب' باب فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم' حدیث: ۳۸۹۵

ہے جو اپنی بیوی کے حق میں اچھا ہے اور میں اپنی بیویوں کے حق میں تم سب سے بہتر ہوں۔'' مذکورہ حدیث کو دیکھ کر اندازہ لگائیں کہ آپ ﷺ اس قدر مصروفیت کے باوجود اہل خانہ کا کس قدر خیال فرمایا کرتے تھے' کہ انہیں مجاہدین کی جنگی مشقیں دکھایا کرتے تھے۔ جنہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دیکھ دیکھ کر محظوظ ہوتی تھیں۔

۲۲ اپنے بچوں سے شفقت و پیار

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: جَاءَ اَعْرَابِيٌّ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ' فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اَوَ اَمْلِكُ لَكَ اَنْ نَّزَعَ اللّٰهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ دیہات کا رہنے والا ایک بدّو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو کہنے لگا لوگ اپنے بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہیں! ہم تو کبھی اپنے بچوں کو نہیں چومتے۔ تو اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے قبضے کی کیا بات ہے اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا مادّہ کھینچ نکالا ہے۔ (تو کیا کہا جا سکتا ہے؟)

تشریح بیوی کے بعد بچوں کا نمبر آتا ہے۔ انسان کو ان کے ساتھ بھی محبت ہونی چاہیے۔ آنحضرت ﷺ اپنی اولاد اور آگے ان کی اولاد سے بھی شفقت و پیار کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک اعرابی بارگاہ نبوی میں آیا۔ آپ اپنے بچوں کو پیار کر رہے تھے۔ اس نے کہا۔ تُقَبِّلُوْنَ الصِّبْيَانَ فَمَا نُقَبِّلُهُمْ ''آپ ﷺ اپنے بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہیں

---

[1] صحيح البخاری' الادب' باب رحمة الولد وتقبيله ومعانقته' حديث : ۵۹۹۸

ہم تو ایسا نہیں کرتے‘ یعنی انہیں چومتے ہیں نہ ان سے پیار کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَنْ نَزَعَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِنْ قَلْبِكَ ’’اگر اللہ نے تمہارے دل سے شفقت و پیار نکال دیا ہے تو کیا کیا جا سکتا ہے؟ بچے پیار کے ہوتے ہیں۔ وہ توجہ چاہتے ہیں۔ والدین کا فریضہ ہے کہ ان سے شفقت و پیار کریں۔ ان سے نرمی اور محبت کا رویہ رکھیں۔ بعض لوگ بہت خشک‘ سنگ دل اور اکھڑ ہوتے ہیں۔ وہ بچوں سے دور رہتے ہیں۔ انہیں اپنے رویے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ اور اپنے دل کے کاسے کو ان کے پیار کی شبنم سے بھر لینا چاہیے۔ اس کے اثرات اچھے رہتے ہیں۔ اور دیر تک رہتے ہیں۔ بڑے ہو کر ان کو ماں باپ کا آزار یا پیار یاد رہتا ہے۔ لیکن پیار حضور ﷺ جیسا ہو ساتھ ان کی تربیت بھی ہو۔ نیز ان کا پیار اللہ کی محبت پر کسی حال میں بھی غالب نہ آئے۔

﴿۲۳﴾ بیٹی کی پرورش اور اسلامی ذہن

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ ’’مَنِ ابْتُلِيَ مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَيْءٍ فَأَحْسَنَ إِلَيْهِنَّ كُنَّ لَهُ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: آپ ﷺ نے فرمایا ’’...... جس کسی کو بھی لڑکیوں کے ذریعے آزمایا گیا۔ اور اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا تو بچیاں اس کے لئے جہنم سے آڑ بن جائیں گی۔

تشریح عرب میں لوگ عموماً بیٹیوں کو منحوس خیال کرتے تھے۔ تا آنکہ انہیں

[1] صحیح البخاری‘ الزکاۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ ...... حدیث : ۱۴۱۸ و صحیح مسلم‘ البر والصلۃ‘ باب فضل الاحسان الی البنات‘ حدیث : ۲۶۲۹

قتل کر دیتے تھے۔ کسی کے ہاں بیٹی پیدا ہوتی تو وہ منہ چھپاتا پھرتا۔ جب آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے تو آپ ﷺ نے ایسی فکر کو باطل اور رسم کو ظلم قرار دیا' اس کے برعکس آپ ﷺ نے لڑکیوں کو رحمت اور بخشش ونجات کا ذریعہ ٹھہرا دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے ''صحیح مسلم'' میں ایک اور حدیث مروی ہے جو مذکورہ حدیث سے بہت ملتی جلتی ہے' اس میں ہے کہ اللہ نے ان بچیوں سے نیک سلوک کرنے کی وجہ سے اس عورت پر جنت واجب کر دی۔ صحیح مسلم کی حضرت انس رضی اللہ عنہ' سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا' کہ جس شخص نے دو بیٹیوں کی صحیح پرورش وتربیت کی وہ میرے ساتھ ان دو انگلیوں کی طرح ساتھ رہے گا...... کئی لوگ لڑکیوں کے شادی بیاہ کے اخراجات سے پریشان رہتے ہیں اور بیچاری معصوم بیٹیوں کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں' لیکن کیا معلوم اللہ تعالیٰ ان بیٹیوں یا بہنوں ہی کے سبب سے وسیع رزق دے رہا ہو۔ امام بخاریؒ کی کتاب ''ادب المفرد'' میں ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی متعدد بیٹیاں تھیں۔ اس نے کہا: کاش یہ ساری مر جاتیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے ناراض ہو کر فرمایا' کیا تو ان بیٹیوں کو روزی دیتا ہے؟ جو تو اتنا پریشان ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ بندوں کو جو روزی ملتی ہے وہ کمزوروں کی وجہ سے ملتی ہے۔ ''المعجم الصغیر'' میں ہے۔ کہ جب کوئی لڑکی پیدا ہوتی ہے تو فرشتے آ کر گھر والوں پر سلامتی بھیجتے ہیں۔ اور نو مولود لڑکی کو اپنے پروں کے سایہ میں لے لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں جو اس لڑکی کی مدد کرے گا' قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا۔

۲۴ نومولود کے لیے دُعائے خیر اور گھٹی

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَ يُحَنِّكُهُمْ ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ لوگ اپنے بچوں کو اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے تھے' آپ ﷺ ان کے لیے خیر و برکت کی دُعا فرماتے اور کھجور وغیرہ چبا کر ان کے تالو پر مل دیتے۔

تشریح نومولود بچے کا پہلا حق یہ ہے کہ کسی نیک آدمی سے اس کے لیے دعائے خیر کرائی جائے۔ اور تحنیک یعنی گھٹی دلوائی جائے۔ دور نبوی میں لوگ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں بچوں کو لاتے۔ آپ ﷺ ان کے لیے دعائے خیر فرماتے۔ اور نرم کھجور چبا کر یا انگلی مبارک سے شہد وغیرہ لگا کر اس کے تالو پر لگاتے۔ عموماً دیکھا گیا ہے کہ گھٹی دینے والے کے اخلاق و کردار کا بچے کے عادات و اطوار پر اثر پڑتا ہے۔ اس لیے ایسے موقع پر عقیدہ و عمل اور لیاقت کے اعتبار سے بہتر مرد/عورت کا انتخاب کرنا چاہیے' تاکہ بچے پر خوشگوار اثر پڑے۔ آدمی انگلی سے میٹھا لگا کر بھی گھٹی دے سکتا ہے اپنے منہ میں ڈال کر اسے لگانا کوئی ضروری نہیں' البتہ دلانی ضرور چاہیے تاکہ سنت پر عمل ہو۔

۲۵ اسلام میں عقیقہ

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ اِجْعَلُوْا مَكَانَ الدَّمِ خُلُوْقًا ❷

---

❶ صحیح مسلم' الادب' باب استحباب تحنيك المولود عند ولادته' حدیث : ۲۱۴۷

❷ صحیح ابن حبان' الاطعمة' باب العقيقة' حدیث : ۵۳۰۸' جلد ۱۲' ص ۱۲۴

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس خون کے بجائے بچّے کے سر پر خلوق (زعفرانی خوشبو) لگاؤ۔

تشریح عقیقہ ایک مسنون عمل ہے عربی میں عقیقہ کے معنی ہیں کاٹی ہوئی۔ جو بچے کی پیدائش کے موقع پر کیا جاتا ہے۔ لڑکی کی طرف سے ایک بکری اور لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ذبح کی جاتی ہیں۔ ان کا گوشت عزیزان اور یار احباب میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اور خود بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ بصورت مجبوری لڑکے کی طرف سے ایک بکری/ بکرے کی قربانی بھی دی جاسکتی ہے۔ ''جامع ترمذی'' حدیث ۱۵۱۹ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے ایک بکری ذبح کی۔ اسی طرح ابوداؤد حدیث ۲۸۴۱ اور نسائی ۷/ ۱۶۶ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عَقَّ عَنِ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ كَبْشًا كَبْشًا۔ بہرحال افضل دو بکروں کی قربانی ہی ہے۔ دیکھیے ھدایۃ الرواۃ لابن حجر۔ عقیقہ ساتویں دن کرنا چاہیے۔ اس سے وبائیں ٹلتی اور بچے سے بلائیں دور ہوتی ہیں۔ عقیقہ میں چار باتوں کا خیال کیا جاتا ہے۔ ① جانور ذبح کرنا ② بچے کا سر مونڈنا ③ بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کرنا ④ بچے کا نام رکھنا۔

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے عوض رہن ہوتا ہے۔ ساتویں روز اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے' بچے کا نام رکھا جائے' اور اس کے سر کے بال منڈوائے جائیں۔'' ہمیں چاہیے کہ خلاف شرع کام کرنے کی بجائے ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں۔ اس میں ہمارا بھی فائدہ ہے اور اولاد کا بھی فائدہ ہے۔

۲۶ حقوق العباد کی اہمیت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ ﷞ ...... : قَالَ: (رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ) يُحْسَبُ مَاخَانُوْكَ وَ عَصَوْكَ، وَكَذَبُوْكَ وَ عِقَابُكَ اِيَّاهُمْ الحديث ❶

ترجمہ حضرت عائشہ ﷞ سے روایت ہے: رسول ﷺ نے فرمایا: جب قیامت کا دن آئے گا تو ان کے جھوٹ، خیانت، اور نافرمانی کا۔ اور تمہاری ڈانٹ پھٹکار اور سزا کا جو تم نے انہیں دی ہے، حساب کیا جائے گا۔

تشریح جامع ترمذی کی اس روایت میں ہے کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے، خیانت کرتے اور میرا کہا نہیں مانتے۔ میں تنگ آ کر انہیں سخت برا بھلا کہتا ہوں اور مارتا بھی ہوں۔ ان کے معاملے میں میرے ساتھ کیا سلوک ہوگا؟ مطلب یہ کہ میرے اوپر تو کوئی فرد جرم عائد نہیں ہوگی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: روز قیامت دونوں کی زیادتیوں کا حساب کیا جائے گا۔ اگر دونوں کی ایک دوسرے پر کی گئی زیادتی برابر ہوئی تو پھر دونوں کو کوئی مؤاخذہ نہیں ہوگا۔ جس کا قصور زیادہ ہوگا اسے اس کا بدلہ دینا ہوگا۔ یہ سن کر وہ شخص دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے قرآن مجید کی یہ آیت نہیں پڑھی؟ وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ط وَ كَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ (سورۃ الانبیاء : ٤٧) ترجمہ: ''ہم قیامت

---

❶ جامع الترمذی، تفسیر القرآن باب ومن سورۃ الانبیاء، حدیث : ۳۱۶۵

کے روز میزانِ عدل رکھ دیں گے۔ پھر کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اگر کسی شخص نے کا رائی کے دانے کے برابر کوئی کیا دھرا ہوگا ہم وہ بھی لے آئیں گے۔ اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' پھر اس آدمی نے آنحضرت ﷺ کو گواہ بنا کر وہ غلام آزاد کر دیئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا جس طرح ہمارے لیے حقوق اللہ ضروری ہیں، اسی طرح حقوق العباد بھی ضروری ہیں۔ بہتر ہے کہ دنیا کا معاملہ دنیا ہی میں چکا لیں ورنہ آئندہ کا معاملہ بڑا کٹھن ہوگا۔ پتہ نہیں دوسرے کا کتنا بوجھ اٹھانا پڑ جائے۔

۲۷ امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مُرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ، قَبْلَ اَنْ تَدْعُوْا فَلَا يُسْتَجَابَ لَكُمْ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نیکیوں کا حکم دیتے رہو، بُرائیوں سے روکتے رہو، قبل اس کے کہ وہ وقت آئے کہ تم مُجھ سے دُعائیں کرو اور میں تمہاری دُعائیں قبول نہ کروں۔

تشریح اسلام میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران : ۱۱۰) اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ (آل عمران : ۱۰۴) دونوں آیات مبارکہ کا مفہوم ایک ہی ہے یعنی

---

[1] سنن ابن ماجہ، الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، حدیث : ۴۰۰۴

معروف کا حکم دو اور منکر سے منع کرو عربی میں ''معروف'' عرف سے اسم مفعول ہے جس کے معنی ہیں جانی پہچانی چیز۔ اور منکر اجنبی اور غیر مانوس چیز کو کہتے ہیں۔ قرآن و حدیث میں معروف نیکی اور بھلائی کو اور منکر برے اور ناپسندیدہ کام کو کہتے ہیں۔ کیونکہ اوصاف جمیلہ فطرت صحیحہ کے قریب ہیں۔ اور منکر اس کے برعکس برے اور ناشائستہ کاموں کو کہتے ہیں۔ اللہ اور اس کے پیغمبر علیہ السلام کی یہی چاہت ہے کہ نیکی پھیل جائے اور برائی مٹ جائے۔ یہ اگرچہ علی الاطلاق ناممکن ہے مگر اس کی کوشش تو ناممکن نہیں۔ ہمیں بہر صورت وہ جاری رکھنی چاہیے۔ کچھ مرد و خواتین ماحول اور حالات دیکھ کر مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ انہیں دل شکستہ کر کے بیٹھے نہیں رہنا چاہیے بلکہ اپنی تگ و تاز جاری رکھنی چاہیے۔ اس میں فائدہ بھی ہے اور ثواب بھی۔

۲۸ حدود اللہ اور معافی؟

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ''اَقِیْلُوْا ذَوِی الْهَیْئَاتِ عَثَرَاتِهِمْ اِلَّا الْحُدُوْدَ۔'' [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیثیت والوں کی لغزشیں معاف کر دیا کرو۔ مگر اللہ کی حدود میں کوئی معافی نہیں۔

تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی موٹی باتوں میں اہل حیثیت لوگوں سے درگزر کرنے کی تلقین فرمائی' البتہ حدود اللہ میں ان سے بھی کوئی رعایت نہیں برتی۔ حدود یعنی شرعی منصوص و متعین سزائیں ان سے وہ

---

[1] سنن ابی داود' الحدود' باب فی الحد یشفع فیه' حدیث: ۴۳۷۵

بھی مستثنیٰ نہیں' حدود کے علاوہ فروگذاشتوں میں ان سے ممکنہ نرمی اور رعایت برتنے کی تلقین فرمائی ہے۔ حدیث مذکور کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ''صاحبان اقتدار لوگ' حدود کے سوا دیگر لغزشوں میں درگزر سے کام لیں''۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے ذوی الھیئات سے مراد صاحب حیثیت لوگ ہیں۔ یہاں صاحبِ حیثیت سے مراد اصحاب علم وفضل ہیں۔ جن کی مذہبی وملی خدمات اور علمی کارناموں سے لوگ آشنا ہوں۔ ایسے لوگ بھی آخر انسان ہوتے ہیں۔ ان سے بھی بتقاضائے بشریت بھول چُوک' لغزش' خطا اور غلطی ہو سکتی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی غلطی کو اچھالنا اور اجالنا نہیں چاہیے۔ ایسے لوگوں کے پیچھے پڑے رہنا اور ان پر بہت زیادہ نظر رکھنا مناسب نہیں۔ ان سے اگر کوئی لغزش یا کوتاہی ہو جائے تو انہیں معاف کر دینا چاہیے۔ اصلاح معاشرہ کے لحاظ سے درگزر اور معافی کا رویہ ہی بہتر اور موزوں ہے۔ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بدری صاحب حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا سنگین جرم معاف فرما دیا تھا۔ جہاد سے پیچھے رہ جانے والے تین صحابہ ہلال بن امیہ' مرارہ بن ربیع' کعب بن مالک رضی اللہ عنہم اور احد کے تیر اندازوں کے ساتھ بھی رعایت فرمائی تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ناروا جملہ کو بھی معاف فرما دیا تھا' جو آپ رضی اللہ عنہ نے غامدیہ ''مرجومہ'' کے بارے میں بولا تھا۔ لیکن یہ معافی تنفیذ حدود سے نیچے کے جرائم و معاصی میں ہے۔ اور جو جرائم تنفیذ حدود کی دیواروں تک پہنچیں ان میں معافی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدکاری کی مرتکب عورت کو سنگسار کروا دیا۔ عفیفۂ کائنات

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے والے تین صحابہ حسان، مسطح اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم پر حد قذف اور قبیلہ بن مخزوم کی فاطمہ پر حد سرقہ جاری فرمائی۔ خطا اور حد میں فرق کرنا ہر کسی کا کام نہیں یہ اصحاب بصیرت اور ارباب فضل وکمال کا کام ہے۔ ایک مثال سے بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً ایک آدمی کا کوئی نوکر ہے۔ مالک نے اسے گالیاں دیں۔ اگلے روز مارا پیٹا۔ کچھ دنوں بعد اس کا دو ایک دن کے لیے کھانا بند کر دیا۔ ایک دن مالک ایسا مغلوب الغضب ہوا کہ اسے قتل ہی کر دیا۔ مالک کا پہلا گناہ معاف کیا جا سکتا ہے دوسرا بھی۔ اسی طرح تیسرا بھی۔ لیکن قتل کرنے کا ایسا گناہ ہے جو معاف نہیں کیا جا سکتا۔ قتل عمد کرنے سے اس کے مالک پر حد لگے گی۔ اس حدیث میں یہی بات بتلائی گئی ہے۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھیے کہ ہر شخص حد نہیں لگا سکتا ہے قانون لگا سکتا ہے۔ خود حد لگانے کی اجازت نہ ملکی قانون میں ہے نہ شرعی قانون میں۔ اللہ کرے ملک میں شرعی قانون نافذ ہو تا کہ مجرمین کیفر کردار تک پہنچیں۔ ہم صرف اخلاقی اور معاشرتی دباؤ ڈال سکتے ہیں یا تبلیغ ودعوت کے ذریعے برائی روکنے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ ہمیں اپنے طور پر خود اصلاح کا سلسلہ ضروری جاری رکھنا چاہیے۔ کیونکہ اس کے تھوڑے یا زیادہ کچھ نہ کچھ فوائد یقیناً ہوتے ہیں۔

۲۹ مجرم کی سفارش

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ (صلی اللہ علیہ وسلم): "اِنَّمَا اَهْلَكَ الَّذِيْنَ قَبْلَكُمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا اِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ الشَّرِيْفُ تَرَكُوْهُ وَاِذَا سَرَقَ فِيْهِمُ

الضَّعِيفُ اَقَامُوْا عَلَيْهِ الْحَدَّ، وَ ايْمُ اللّٰهِ لَوْ اَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا" ❶

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم سے پہلے کے لوگ اسی لئے تو ہلاک ہوئے۔ کہ ان میں سے اگر کوئی صاحبِ اثر وحیثیت شخص چوری کرتا تو اُسے یونہی چھوڑ دیتے، اور جب کوئی کمزور اور بے حیثیت آدمی چوری کرتا، تو اس پر حد جاری کر دیتے۔ اللہ کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے چوری کی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔

تشریح وہ سزائیں جن کی قرآن وحدیث کے واضح نصوص میں تعیین وارد ہوئی ہے انہیں ''حدود'' کہتے ہیں۔ جیسے قتل کی سزا، چوری کی سزا، زنا کی سزا۔ تہمت کی سزا وغیرہ۔ لیکن جو سزائیں متعین نہیں اور حالات پر اٹھا رکھی گئی ہیں انہیں ''تعزیرات'' کہتے ہیں۔ حاکم دلائل وشواہد کا بنظر امعان جائزہ لے کر تعزیر (سزا، عقوبت) دے سکتا ہے...... حد کا کیس جب حاکم کے پاس پہنچ جائے تو اس میں نہ سفارش کی جائے گی، نہ سفارش قبول کی جائے گی۔ البتہ تعزیر میں سفارش کی گنجائش ہے۔ اور بخلاف حد کے تعزیر میں تخفیف (کمی) بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی دلیل حدیث ابوداؤد ''اقیلوا ذوی الھیئات عثراتھم ہے جو پیچھے مذکور ہوئی۔ اس حدیث میں ''حد'' کا ذکر ہے کہ اس میں پیغمبر علیہ السلام نے کوئی سفارش نہیں سنی۔ اسی طرح کی مثال صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کا

---

❶ صحیح البخاری، احادیث الانبیآء، باب حدیث الغار، حدیث: ۳۴۷۵ و صحیح مسلم، الحدود، باب قطع السارق، الشریف وغیرہ والنھی عن الشفاعۃ، حدیث: ۱۶۸۸ و سنن ابی داؤد، الحدود، باب فی الحد یشفع فیه، حدیث: ۴۳۷۳

واقعہ ہے جو مسند احمد کے علاوہ سنن اربعہ میں ہے' سبل السلام ج ۲ ص ۳۵ میں بھی مرقوم ہے۔ موصوف کی چادر مسجد سے چوری ہوگئی۔ یہ مقدمہ بارگاہ نبوی میں پہنچا تو آپ ﷺ نے چور کا ہاتھ کاٹنے کا حکم ارشاد فرمایا تو صفوان سفارش کے لیے آئے اور اپنے دعویٰ سے دستبردار ہونے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس مقدمہ لانے سے پہلے تم نے ایسا کیوں نہ کیا؟ مطلب یہ کہ جب ''حدود'' کا کیس عدالت میں چلا جائے تو پھر سفارش نہیں ہوتی۔

۳۰ کرایہ پر مکان/ دوکان دینا

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّهٗ بَلَغَهَا: اَنَّ اَهْلَ بَيْتٍ فِيْ دَارِهَا كَانُوْا سُكَّانًا فِيْهَا وَعِنْدَهُمْ نَرْدٌ، فَاَرْسَلَتْ اِلَيْهِمْ: لَئِنْ لَّمْ يُخْرِجُوْهَا لَأُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ دَارِيْ، وَ اَنْكَرَتْ ذَالِكَ عَلَيْهِمْ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ انہیں معلوم ہوا کہ کچھ لوگ جو ان کے مکان میں رہا کرتے تھے' ان کے پاس شطرنج ہے' آپ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہلا بھیجا کہ اگر تم نے یہ کھیل گھر سے باہر نہ نکال پھینکا تو میں تم لوگوں کو اپنے مکان سے نکال دوں گی۔ اور آپ رضی اللہ عنہا نے ان کو بہت برا بھلا کہا۔

تشریح بعض لوگ دوکان یا مکان وغیرہ کرایہ پر یا اپنے کسی دوست عزیز کو بلا کرایہ عاریۃً دے دیتے ہیں۔ مالکان کو اس سلسلے میں یہ خیال رکھنا

---

[1] الموطا للامام مالك' الرويا' باب ما جاء فى الزد' حديث : ۱۸۳۷' الادب المفرد للبخارى' تخريج البانى' باب الاداب و اخراج الذين يلعبون بالزد' حديث : ۹۶۱/ ۳۶۴' ص ۳۷۰

چاہیے کہ ان کے مکان یا دوکان میں کوئی ناجائز و ممنوع کاروبار تو نہیں ہو رہا۔ کیونکہ ناجائز کام ناجائز ہے جو ہر صورت میں منع ہے۔ بصورت دیگر مالکان عنداللہ خود جواب دے ہوں گے۔ دیکھ لیجیے عفیفۂ کائنات رضی اللہ عنہا نے شطرنج کھیلنے والوں کو کہلا بھیجا' لَئِنْ لَّمْ تَخْرُجُوْهَا لَأُخْرِجَنَّكُمْ ''اگر تم نے یہ کھیل گھر سے باہر نہ نکال پھینکا تو میں تمہیں اپنے مکان سے باہر نکال دوں گی۔ وَاَنْكَرَتْ ذَالِكَ عَلَيْهِمْ ۔ آپ رضی اللہ عنہا نے انہیں بہت برا بھلا کہا۔

ایسے ناجائز کاموں میں بہت سے کام ہو سکتے ہیں مثلاً' مسکرات' مخدرات' تمباکو' نسوار' آڈیو' وڈیو اور بلو پرنٹ' سودی کاروبار' داڑھی مونڈھنے اور غیر اسلامی حجامت بنوانے کے حمام' عورتوں کے بال کاٹنے اور بناؤ سنگار کے بیوٹی پارلر' حرامکاری اور بدکاری کے اڈے وغیرہ' دوکان/ مکان کرائے پر دیتے وقت ایسے کاروباروں کو دیکھ لینا چاہیے۔ وہاں ناجائز اور ممنوع کاروبار نہیں ہونے چاہئیں۔ ناجائز و حرام کاموں میں لاشعوری طور پر معاونت ہو کر آپ گناہ میں شریک ہو جائیں گے اور دنیوی فائدے کی خاطر اخروی نقصان کر بیٹھیں گے۔ جو یقیناً بڑے نقصان کا سودا ہے۔

۳۱ پڑوسی کے ساتھ حُسنِ سلوک

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا عَنِ النَّبِیِّ ﷺ قَالَ: مَا زَالَ جِبْرِيْلُ يُوْصِيْنِی بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ [1]

---

[1] صحیح البخاری' الادب' باب وصاءة بالجار' حدیث: ۶۰۱۴۔ و صحیح مسلم' البر و الصلة' باب الوصیة بالجار والاحسان الیه' حدیث : ۲۶۲۴' و جامع الترمذی' البر والصلة' باب ما جاء فی حق الجوار' حدیث : ۱۹۴۲' و سنن ابی داود' الادب' باب فی حق الجوار' حدیث : ۵۱۵۱

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا...... ”جبریل علیہ السلام مجھے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی برابر تاکید کرتے رہے' یہاں تک کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ پڑوسی کو پڑوسی کا وارث بنا دیں گے“۔

تشریح ہمسائے کے حقوق کے بارے میں قرآن و حدیث میں متعدد احکام وارد ہوئے ہیں۔ جن سے مقصود اصلاح معاشرہ اور باہمی اخوت اور پیار و محبت کی فضا کو ہموار کرنا ہے۔ ہر آدمی کسی نہ کسی کا پڑوسی ہے۔ جب ہر آدمی اپنے پڑوسی کا خیال رکھے گا تو کیوں نہ ملکی و ملی فضا دلکش اور خوشگوار ہوگی؟ کیوں نہ باہمی احترام اور جذبۂ ہمدردی و خیر سگالی پروان چڑھے گا؟

طبرانی اور حاکم کی روایت ہے کہ وہ شخص مؤمن نہیں ہے جو خود تو پیٹ بھر کر رات گزارے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکا پڑا رہے۔

......ایک حدیث میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار قسم اٹھا کر فرمایا کہ جس کے ایذا سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ رہے وہ مومن نہیں ہے۔ بخاری کی حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو اللہ اور یوم آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ پہنچائے۔ ”ابن حبان“ کی حدیث ہے جس نے پڑوسی کو ایذا دی اس نے مجھے ایذاء دی۔

ابن حبان اور احمد کی حدیث ہے' ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ایک عورت بڑی عبادت گزار اور سخی ہے مگر پڑوسی کو ایذا پہنچاتی ہے۔ فرمایا: وہ جہنم میں جائے گی۔

پہلا درجہ ہے پڑوسی سے حسن سلوک اور مہر و مروت کا کہ اس کی اعانت اور تحفے تحائف بھیجے اور بوقت ضرورت اس کے کام آئے۔ دوسرا

درجہ ہے' اگر یہ نہیں کر سکتا تو کم از کم اسے ایذا نہ پہنچائے۔ فی زمانہ ارشادات نبوی ﷺ کا خیال رکھنے کی بھی بے حد ضرورت ہے' کیونکہ بھاری اکثریت پڑوسیوں کے حقوق و آداب کے مطلق خیال نہیں کرتی۔ اگر پڑوسی غیر مسلم ہو تو اس کا بھی خیال کرنا چاہیے اور جو پڑوسی مسلمان ہو اور رشتہ دار بھی ہو تو اس کا تو اور زیادہ حق ہے' اس کا بہت زیادہ خیال کرنا چاہیے۔

۳۲ حُسن صورت اور حُسن سیرت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اکثر یہ دُعا مانگا کرتے تھے "اے اللہ تو نے میرے جسم کی ساخت بہت اچھی بنائی ہے' پس اسی طرح تو میرے اخلاق بھی اچھے بنا دے"۔

تشریح اللہ تعالیٰ نے سب مخلوقات میں حضرت انسان کو زیادہ حسن عطا فرمایا۔ سورۂ والتین میں چار قسمیں کھا کر انسان کو "احسن تقویم" (سب سے اچھی بناوٹ) فرمایا۔ سورۂ انفطار میں انسان کی ترکیب جسمانی کے بے مثال حسن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اور کیا خوب فرمایا' اَلَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ۔ "وہ ذات بابرکات جس نے تجھے پیدا فرمایا۔ برابر کیا اور تیرے اعضاء میں تعدیل تناسب کو ملحوظ رکھا۔" غرض احسن الخالقین نے انسانی مخلوق کو سب سے زیادہ دلکش' حسین جمیل اور جاذب نظر بنایا۔ اور پھر انبیاء علیہم السلام کو اور بہتر پیدا فرمایا۔ ہر

---

[1] ... ۱۸۵

نبی بڑا حسین جمیل اور جسمانی اعتبار سے قوی اور صحت مند تھا۔ نبیوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن بہت مشہور ہے۔ ان کے بے پایاں حسن اور جوانی کے بانکپن اور پیکر جمیل کی دلربائی کو دیکھ کر زنانِ مصر نے زبان سے بلا ساختہ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ کہا۔ ہاتھوں پر قابو نہ رہا۔ اور بجائے پھل کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لیے۔ بے شک یہ بہت حسن تھا، مگر خالق و بدیع مالک نے جو حسن و جمال کا حظِ وافر سرکارِ طیبہ امام ہدیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ودیعت فرمایا تھا وہ حسنِ یوسف سے بھی بڑھ کر تھا جس کی تفصیلات ہیں۔ ❶ بلاشبہ حسن صورت ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حسن صورت کو دیکھ حسن سیرت کی دعا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِي فَاَحْسِنْ خُلُقِي ''اے مالک ارض و سما! آپ نے میری صورت میں جو حسن و کمال کا رنگ بھرا ہے وہ میری سیرت میں بھی بھر دیجیے۔'' اس مجیب نے اپنے مستجاب الدعوات محبوب کی نہاں خانۂ قلب سے نکلتی ہوئی دعا کو شرف قبول سے نوازتے ہوئے وہ حسن اخلاق و سیرت عطا فرمایا کہ حد ہی کر دی۔ سچ کہا شاعر نے:

تری صورت تری سیرت ترا نقشہ ترا جلوہ
تبسم گفتگو بندہ نوازی خندہ پیشانی

حضرت جبریل کی زبان میں فارسی قالب میں کسی نے یوں کہا:

شاہ ندیدم در جہاں از قاف تا ہم قیرواں
نہ در زمیں نہ در سماں چوں مصطفیٰ باشد دیگر

❶ جمال نبوی کا مشاہدہ کرنے کے لیے رہبر کامل باب ۱۹، جمال مصطفیٰ اور مہر نبوت وغیرہ کا مطالعہ کیجیے۔

''میں نے قاف سے قیرواہ' زمین سے آسمان تک مطلب یہ کہ ساری کائنات دیکھی بھالی مگر آپ ﷺ جیسا دلرباء اور صاحب کمالات عظیم شخص کہیں نہیں دیکھا۔''

۴۳ نرم خوئی کی اہمیت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: يَا عَائِشَةُ! اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ' وَ يُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَا يُعْطِيْ عَلٰى مَاسِوَاهُ۔ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ نرم خو ہے' اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے' اور نرم خوئی پر جتنا کچھ دیتا ہے سخت مزاجی پر نہیں دیتا' بلکہ نرم خوئی پر اتنا دیتا ہے کہ اس کے علاوہ کسی بھی چیز پر اتنا نہیں دیتا''۔

تشریح اللہ تعالیٰ دل کی سختی کو پسند نہیں کرتا' دل کی نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ سورۂ بقرہ میں یہود کی سنگدلی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (البقرة : ۷۴) ''یعنی اے یہود! ان ایمان افروز واقعات کا مشاہدہ کرنے کے بعد بھی تم نے مطلق اثر نہیں لیا۔ اور تمہارے دل پتھروں جیسے بلکہ ان سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔'' دل کی سختی غضب الٰہی کا اور دل کی نرمی رحمت الٰہی کا باعث ہے۔ اس حدیث میں اسی نرمی کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ رفیق اور نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے۔ اور وہ نرمی پر بہت زور دیتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

---

[1] صحیح مسلم' البر والصلہ' باب فضل الرفق' حدیث : ۲۵۱۳

الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ كُلِّهِ" ❶ اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے تھے۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی نرمی کو پسند کرتے تھے اسی نرمی' لینت اور شفقت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبولیت عامہ حاصل ہوئی۔ تا آنکہ دشمن بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرویدہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ آل عمران آیت ۱۵۹ میں ذکر فرمایا ہے فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ حدیث میں ہے "جو شخص نرمی سے محروم کیا گیا وہ ہر خیر سے محروم کیا گیا۔" شفقت ونرمی کو اللہ پسند کرتا ہے' انبیاء پسند کرتے ہیں' ملائکہ پسند کرتے ہیں۔ اور لوگ پسند کرتے ہیں۔ اس وصف سے آدمی محبوب خلائق بن جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اسے ممتاز کر دیتے ہیں۔

﴿۳۴﴾ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازِ تکلم

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ...... : اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَمْ يَكُنْ يَسْرُدُ الْحَدِيْثَ كَسَرْدِكُمْ كَانَ يُحَدِّثُ حَدِيْثًا لَوْ عَدَّهُ الْعَادُّ لَاَحْصَاهُ۔ ❷

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم روانی کے ساتھ لگاتار باتیں نہیں کیا کرتے جس طرح تم تیزی کے ساتھ مسلسل بولے چلے جاتے ہو آپ اس طرح بات کیا کرتے ہیں کہ اگر کوئی شمار کرنے والا آپ کے ملفوظات کو شمار کرنا چاہے تو شمار کر سکتا۔

---

❶ صحیح البخاری' الادب' باب الرفق فی الامر کلہ' حدیث : ۶۰۲۴

❷ صحیح البخاری' المناقب' باب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث : ۳۵۶۸ و ۳۵۶۷' و صحیح مسلم' فضائل الصحابة' باب من فضائل ابی هریرة رضی اللہ عنہ حدیث : ۲۴۹۳

تشریح کئی لوگ بولتے جاتے ہیں بولتے جاتے ہیں کہ شاید ہی بات چیت میں وہ وقفہ کریں۔ یاد رکھیے۔ یہ طریقہ نبوی اندازِ تکلم سے آہنگ نہیں۔ احادیث اور کتب سیرت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے:

۱۔ آپ ﷺ غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔

۲۔ آپ ﷺ پُر مغز بات کرتے تھے۔

۳۔ آپ ﷺ اطمینان وسکون اور خوداعتمادی سے بات کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی گفتگو یوں تھی جیسے باری باری موتی گر رہے ہوں۔ یعنی جدا جدا لفظ ہوتا تھا۔

خلاصہ کلام: آپ ﷺ کے کلام میں متانت' ٹھہراؤ' وقار اور تمکنت ہوتی تھی۔ اور کوئی بات بے محل' اور بے جوڑ نہ ہوتی تھی۔ فصاحت و بلاغت کی تمام خوبیاں اس میں موجود ہوتی تھیں۔ آپ ﷺ کی بات چیت حشو و زوائد سے پاک ہوتی تھی۔ ہمارے مردوں اور خواتین کو بھی نبوی اندازِ گفتگو اپنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مسلسل کوشش سے طرزِ تکلم میں فرق پڑ سکتا ہے۔

۳۵ دائیں اور بائیں کے استعمال میں فرق

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : كَانَتْ يَدُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ الْيُمْنٰى لِطُهُوْرِهٖ وَ طَعَامِهٖ، وَ كَانَتْ يَدُهُ الْيُسْرٰى لِخَلَائِهٖ وَ مَا كَانَ مِنْ اَذًى (ابو داؤد) [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے بیان کرتی ہیں کہ اللہ کے رسول

[1] سنن ابی داود' الطهارت' باب کراهية سنن الذكر باليمين في الاستبراء' حديث : ۳۳

ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو اور طہارت کے لیے اور کھانے پینے کے لیے تھا اور بایاں ہاتھ استنجا کے لیے اور اسی طرح کے غلاظت دور کرنے والے کاموں کے لیے۔

تشریح یہ آداب آنحضرت ﷺ کے علاوہ ہمیں کوئی نہیں سکھا سکتا۔ بے شک دونوں ہاتھ اللہ کے بنائے ہوئے ہیں مگر آپ ﷺ نے لوگوں کی بھلائی کے لیے دونوں کا استعمال بتا دیا۔ آپ دائیں ہاتھ کو طہارت کرنے اور کھانا کھانے کے لیے اور بائیں ہاتھ کو استنجاء اور اسی طرح کی دیگر غلاظت دور کرنے کے لیے رکھیں۔ ہمیں اس حکم کے مطابق ہر اچھا کام دائیں ہاتھ سے یا دائیں طرف سے' اور ہر دوسرے درجہ کا کام بائیں ہاتھ یا بائیں طرف سے کرنا چاہیے۔ مثلاً کھانا' پینا' مصافحہ کرنا' ذکر کرنا' قرآن مجید پکڑنا یا کھولنا' مسواک کرنا' سرمہ لگانا' کنگھی کرنا' بچوں کے سر پر پیار کے لیے ہاتھ پھیرنا' ہاتھ میں چھڑی پکڑنا' جانور ذبح کرنا' کافر پر فائر کرنا' کافر کو قتل کرنا' لکھنا' ورق الٹنا' کپڑے یا برتن صاف کرنا وغیرہ۔ یہ سارے کام دائیں ہاتھ سے سر انجام دینے چاہییں۔ اس کے برعکس جیسا کہ بتایا' استنجا کرنا' ناک صاف کرنا' کھجلی کرنا' جوتے اٹھانا' غلاظت پکڑنا' استنشاق و استنثار کرنا وغیرہ۔ اس طرح کے سب کام بائیں ہاتھ سے سر انجام دینا چاہییں۔ ۔۔ نبی اکرم ﷺ ہر کار خیر کو داہنی طرف سے کرنا پسند فرماتے تھے۔ لباس زیب کرنے' کنگھی کرنے' جوتا پہننے تا آنکہ سونے میں بھی دائیں پہلو پر سوتے تھے۔ لہٰذا ہمیں بھی آپ ﷺ کی کامل اتباع کی کوشش کرنی چاہیے۔ اسی میں برکت اور فائدہ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو مسلم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' ایک شخص نبی کریم ﷺ کے

قریب بائیں ہاتھ سے کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا۔ کُلْ بِيَمِينِكَ (اپنے داہنے ہاتھ سے کھاؤ) اس نے انکار کر دیا' کہ میں ایسا نہیں کرسکتا۔ آپ ﷺ کو ناگوار گزرا اور فرمایا۔ ''تم ایسا نہ کرسکو' اس کے بعد وہ اپنا دایاں ہاتھ کبھی منہ تک نہ لاسکا وہ اکڑ گیا۔

یاد رکھیے سنت میں سستی گناہ ہے' اور اس کا استحکار وانکار کفر ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہو جاتے ہیں۔ حالات کیسے ہوں' بات عقل میں آئے یا نہ آئے' ہمیں ہمیشہ ہر حال میں سنت رسول (ﷺ) کا خیال رکھنا چاہیے۔

۳۶ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملیں

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ رَجُلًا اِسْتَاْذَنَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا رَاٰهُ قَالَ: ''بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ وَبِئْسَ ابْنُ الْعَشِيْرَةِ'' فَلَمَّا جَلَسَ تَطَلَّقَ النَّبِيُّ ﷺ فِيْ وَجْهِهِ وَ انْبَسَطَ اِلَيْهِ۔ (الحديث) [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی' آپ ﷺ نے کہا اسے اجازت دے دو' یہ اپنے قبیلہ کا بڑا ہی برا شخص ہے' پھر جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آکر بیٹھا' تو آپ ﷺ نہایت خندہ پیشانی اور بے تکلفی سے پیش آئے۔

تشریح کاہے برے آدمی کی برائی سے دوسروں کو آگاہ کیا جا سکتا ہے' تاکہ دوسرے لوگ اس کے نقصان سے بچ جائیں۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی برائی سے جو آگاہ کیا اس سے بھی یہی مقصد تھا تاکہ کوئی شخص

[1] صحیح البخاری' الادب' باب لم یکن النبی فاحشا ولا متفاحشا' حدیث: ۶۰۳۲

اس کے بھرّے میں نہ آ جائے۔ اور اس سے گفتگو میں بھی احتیاط کرے۔ لیکن کسی کی ایسی خرابی ظاہر کرنا جواز کا درجہ رکھتی ہے ہمیں مستقل ایسی عادت نہیں بنا لینی چاہیے۔ کہ جو آیا یا گیا' جھٹ اس کی برائی بیان کرنا شروع کر دی۔ یہ انداز بہت برا اور نقصان دہ ہے۔ اس سے دوسرے ساتھی کو نقصان پہنچے نہ پہنچے' اپنی ساکھ کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایسے غلط آدمی کی معاشرہ میں کوڑی کی عزت نہیں رہتی ہے۔

اس سلسلے میں چند باتیں پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے:

1 کوئی شخص کسی کے بارے میں بغیر پورا یقین حاصل ہونے کے کوئی بری رائے قائم نہ کرے کیونکہ یقین حاصل ہوتا ہے کوئی واقعہ خود دیکھنے سے' کوئی بات خود سننے سے' یا اسلامی قانون کے مطابق عینی شواہد ملنے سے۔ کیونکہ پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے "كَفٰى بِالْمَرْءِ اِثْمًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ" [1] (وہ آدمی قطعی جھوٹا ہے جو سنی سنائی بات آگے بیان کر دے۔) ہمارے معاشرے میں آج کل ایسے ہی ہو رہا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ۔ اچھے بھلے لوگ اس میں ملوث ہیں۔

ارشاد قرآنی ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ﴾ (سورة الحجرات : ٦)

"اے ایمان والو! فاسق شخص کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تم لوگ جہالت کا شکار ہو کر بعد میں پشیمانی کا منہ دیکھو)

......عموماً ادھر ادھر کے خبریں ایسے ہی تیرہ بخت لوگ اڑاتے ہیں جن کا خمیازہ دوسروں کو بھگتنا پڑتا ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۭ وَلَوْ

---

[1] سنن ابی داود' الادب باب التشدید فی الکذب حدیث: ۴۹۹۲

رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ﴾ (سورۃ النساء : ۸۳) (کمزور، کم علم اور کم سواد مسلمانوں کا ذکر فرمایا) کہ اگر انہیں کوئی خبر ملتی ہے تو وہ اسے اڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ اَذَاعُوا سے مِذْیَاعُ بنا ہے جس کے معنی ریڈیو کے ہیں۔ مطلب یہ کہ سچی جھوٹی بتلانے والی یا نہ بتلانے والی سب خبروں کو ریڈیو کی طرح نشر کرنے لگ جاتے ہیں۔ اگر یہ اس کی بجائے ایسی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا اہل علم و دانش کو پہنچا دیتے تو کتنا اچھا ہوتا۔ بالفرض اگر کسی شخص کے بارے میں آپ تک کوئی بات پہنچی ہو تو خوش اسلوبی سے بات کو سمیٹنے یا حل کرنے کی کوشش کریں، نہ کہ آگے اڑانا اور پھیلانا شروع کر دیں۔ کسی بات کو اڑانا اور پھیلانا بڑا جرم ہے۔ اگر آپ کے پاس کافی وقت سچا جذبہ اور مسئلہ حل کرنے کے ذرائع یا اختیارات ہوں تو مسئلہ حل کرنے کی کوشش کریں۔ ورنہ خاموشی اختیار کریں۔ اور خواہ مخواہ ''نیئوں'' نہ لیں۔ کسی کی عزت سے کھیلنا کوئی کھیل تماشا نہیں ہوتا اس سے دونوں کا ستیاناس ہو جاتا ہے۔ یہ اس سے بھی بڑا جرم ہے۔ حدیث میں آتا ہے جو کسی پر الزام لگاتا ہے اپنی زندگی میں ایک نہ ایک روز اس پر وہی الزام لگ جاتا ہے۔ اور ایسے واقعات دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔

۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے بارے میں بات سنی۔ مگر انہوں نے سن کر اس کے بارے میں مزید تبصرہ نہیں کیا۔ معلوم ہوا کسی کے بارے میں ناخوشگوار تبصرہ یا رائے سن کر پی جانا چاہیے۔ اسے دوسروں تک پہنچانا اور پھیلانا بڑا گناہ ہے۔ کیونکہ

بمطابق حدیث کسی مسلمان کی عزت سے کھیلنا بیت اللہ گرانے سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے۔ بے کار باتوں کے اِدھر اُدھر چرچے کرنا کوئی اچھا اور شریفوں کا کام نہیں۔ اس سے معاشرے میں ناقابل تلافی مفاسد جنم لیتے ہیں۔

۴ آدمی عملاً برا ہی کیوں نہ ہو اس سے بخندہ پیشانی پیش آنا چاہیے نہ کہ ترشروئی اور تند خوئی سے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بِئْسَ اَخُو الْعَشِیْرَۃِ (اپنے قبیلے کا برا شخص) کہنے کے باوجود بمطابق بیان عفیفہ کائنات رضی اللہ عنہا تَطَلَّقَ وَانْبَسَطَ اِلَیْهِ (آپ اس سے کھلی پیشانی اور خوش دلی سے ملے۔) اسی طرح ملنا اخلاق عالیہ اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اختلاف اور بات ہے لیکن اخلاق اپنی جگہ عمدہ ترین وصف ہے اسے دھچکا نہیں لگنا چاہیے۔ صرف ایک بات لے لیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی برائی بیان کی تھی لہٰذا ہمیں بھی دوسروں کی برائی بیان کرتے رہنا چاہیے اور باقی سب نکات اسباق اور فوائد ترک کر دینا کہاں کی دانش مندی ہے؟ یہ نہ اپنے ساتھ انصاف ہے نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے ساتھ انصاف ہے۔ یہ ظلم پر ظلم ہے۔ اور سوائے چسکا اور مزا لینے کے کچھ بھی نہیں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

۳۷ حقارت و تمسخر کی مذمت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: قُلْتُ لِلنَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم حَسْبُكَ مِنْ صَفِیَّةَ كَذَا وَ كَذَا، تَعْنِی قَصِیْرَةً فَقَالَ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ [1]

---

[1] سنن ابی داود، الادب، باب فی الغیبة، حدیث: ۴۸۷۵، و جامع الترمذی، صفة القیامة، باب لو مزج بها ماء البحر، حدیث: ۲۵۰۲

ترجمہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے (ایک موقع پر) نبی ﷺ سے کہا "صفیہ کا یہ عیب آپ ﷺ کے لیے کیا کم ہے" (یعنی یہ کہ ان کا قد ذرا چھوٹا ہے) اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "عائشہ! تم نے ناپسندیدہ بات زبان سے نکالی ہے کہ اگر اس کو سمندر میں گھول دیا جائے تو اس سے پورے سمندر کا ذائقہ بدل جائے"۔

تشریح

یہ عموماً لوگوں کی عادت رہی ہے کہ دوسروں کو حقیر جانتے اور ان کا تمسخر اُڑاتے ہیں۔ یہ بات اللہ اور رسول کو سخت ناپسند ہے۔ مثلاً اگر کسی کا رنگ سیاہ ہے تو اسے کالا یا کالو' کوئی دراز قامت ہے تو لمبو یا زرافہ' کوئی کوتاہ قامت ہے تو ٹھگنا' کسی کی آنکھ ٹیڑھی ہے تو بھینگا' سر کے بال اڑ گئے ہیں تو گنجا' ناک بیٹھی ہے تو پھینا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے معاشرے میں بہت بگاڑ کر نام لیتے ہیں مثلاً بتھل' چھنا' چنا' ٹینڈا' کھنگ' رولا' لنگا' کوڑھا' کنبنا (رعشہ والا) وغیرہ۔ خواتین بھی آپس میں نام بگاڑتی اور تمسخر اڑاتی ہیں۔ انہیں بھی بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (اصلی نام زینب) کی شان میں ناروا کلمہ کہہ دیا' یعنی "قصیرۃ" (کوتاہ قامت)...... آنحضرت ﷺ نے اسے بہت برا جانا۔ کیونکہ یہ جملہ عفیفۂ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان اقدس سے فروتر تھا۔ نیز اپنے گھرانے کی عورتوں کو دیگر خواتین کے لیے نمونہ بنانا تھا۔ اور نمونہ اچھا اور ایسی کمزوریوں سے مبراء ہوتا ہے۔ اسی لیے فرمایا۔ لَقَدْ قُلْتِ كَلِمَةً لَوْ مُزِجَ بِهَا الْبَحْرُ لَمَزَجَتْهُ "یعنی یہ ایسا کلمہ ہے اگر اسے سمندر میں ملا دیا جائے تو سمندر کا ذائقہ بدل جائے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ''الادب المفرد'' ص ۱۲۹ میں ہے کہ ایک مصیبت زدہ شخص چند عورتوں کے پاس سے گزرا۔ وہ عورتیں اس کا مذاق اڑانے لگیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے ایک عورت خود اس بیماری میں مبتلا ہوگئی۔'' اللہ محفوظ فرمائے۔ ہمیں بھی کسی کو حقیر سمجھ کر اس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔

۳۸ اسلام اور پردہ

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا اَنَّ اَسْمَاءَ بِنْتَ اَبِیْ بَكْرٍ دَخَلَتْ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَ عَلَيْهَا ثِيَابٌ رِقَاقٌ فَاَعْرَضَ عَنْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (الحدیث) [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور باریک کپڑے پہنے ہوئے تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے رخ پھیر لیا۔

تشریح بالغ خواتین کے لیے پردہ ایک شرعی فریضہ ہے۔ بلکہ سات آٹھ سال کی لڑکیوں کو بھی بڑی چادر یا برقعہ کا استعمال نہ سہی' کم از کم پیشانی' گردن' سینہ' کندھے وغیرہ ڈھانپنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے۔ شیطان کی نظر بڑی تیز اور سوچ بے حد گندی ہوتی ہے۔ وہ کسی کو معاف نہیں کرتا...... اسماء رضی اللہ عنہا عفیفہ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بہن اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سالی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں باریک لباس میں دیکھا تو ان کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ یہ دراصل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی اور کراہت کا انداز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے باریک لباس کو برا جانا جس

[1] سنن ابی داود' اللباس' باب فیما تبدی المرأة من زینتها' حدیث : ۴۱۰۴

سے جسم عریاں نظر آتا ہو۔ عورت کو جن عزیزان کے سامنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت ہے ان سے بھی جسم کے سارے اعضاء چھپانا ضروری ہے۔ عورت جب باہر نکلے گی تو چہرہ ہاتھ وغیرہ بھی پردے میں رکھے گی۔ کیونکہ چہرہ اور آنکھوں کو چھپانا تو اور زیادہ ضروری ہے۔ سارا فتنہ چہرے اور آنکھوں ہی سے اٹھتا ہے۔ عام لوگوں سے چہرہ ہاتھ اور پاؤں کا پردہ ہونا چاہیے۔

۳۹ شعر و نغمہ کی شرعی حیثیت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ : ذُكِرَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلشِّعْرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهُ حَسَنٌ وَ قَبِيْحُهُ قَبِيْحٌ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شعر کا ذکر ہونے لگا تو ارشاد فرمایا: شعر ایک کلام ہے پس اچھا شعر اچھا ہے اور برا شعر برا ہے۔

تشریح شعر کلامِ منظوم کو کہتے ہیں۔ منظوم کلام میں اوزان کا خیال کیا جاتا ہے۔ جس کلام میں اوزان کا خیال نہیں کیا جاتا وہ کلام منثور ہوتا ہے۔ کلامِ منثور سے مراد نثر کلام ہے۔ جو نظم کے برعکس ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوئی کلام نظم ہو یا نثر بجائے خود اچھا ہے نہ برا۔ جو کلام اچھا ہے وہ اچھا ہے جو برا ہے وہ برا ہے۔ مثلاً اگر نثر میں اچھی باتیں لکھی ہوں تو وہ اچھی ہے' اگر بری باتیں لکھی ہوں تو وہ بری ہے یہی حال نظم کا ہے' یہی مطلب ہے اس حدیث کا۔

---

[1] سنن الدار قطنی' الوکالة' باب خبر الواحد یوجب العمل' حدیث : ۴۲۶۱' جلد ۴ و صفحہ ۹۰

کچھ لوگوں کو نظم سے جیسے چڑ ہو۔ وہ نثر پر اعتراض نہیں کرتے البتہ نظم پر جھٹ اعتراض کرنے لگ جاتے ہیں۔ کہ نظم اچھی نہیں ہوتی' یہ تقریر یا خطبہ میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ نے قرآن میں فرمایا''وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا یَنْبَغِیْ لَهٗ (یٰسٓ: ٦٩) ''اور ہم نے اپنے نبی کو شعر نہیں سکھایا۔ اور نہ ہم اسے اس کے لائق سمجھتے ہیں''۔ اور دوسری جگہ شاعروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ○ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ○ وَاَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَالَا یَفْعَلُوْنَ ○ (الشعراء: ٢٢٤ تا ٢٢٦) ''یعنی شعراء بیہودہ باتوں کے پیچھے لڑتے رہتے ہیں۔ وہ ہر وادی میں گھومتے پھرتے ہیں۔''

ایسی باتوں کو دیکھ کر بعض لوگوں کو خیال ہو چلا تھا کہ شعر اور شاعر اچھے نہیں ہوتے۔ بارگاہِ نبوی میں جب یہ مسئلہ پیش ہوا تو آپ نے اس کا نہایت خوبصورت جواب ارشاد فرمایا: هُوَ كَلَامٌ فَحَسَنُهٗ حَسَنٌ وَ قَبِیْحُهٗ قَبِیْحٌ۔ یعنی شعر ایک کلام ہے پس مفہوم کے اعتبار سے اچھا شعر اچھا ہے اور برا شعر برا ہے۔ اس مسئلہ میں اب کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا۔ مگر لوگ پھر اعتراض کر دیتے ہیں' کہ مسجد میں شعر؟ دوران خطبہ شعر؟ اگر کوئی شعر پڑھ دے تو اس پر طرح طرح کے اعتراضات کیے جاتے ہیں' مگر وہ نثر کی بابت یہ اعتراض نہیں کرتے۔ دراصل انہیں مذکورہ آیات اور ایک خاص طبقے کے خاص ذہن کی وجہ سے اشعار کے جوازِ استعمال میں شبہ ہو جاتا ہے۔ اشعار کا مخالف مخصوص ذہن کبھی یہ کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی تقاریر میں اشعار کیوں نہیں پڑھے۔ ...... یہ کتاب اس

موضوع پر مزید نقد و جرح کی متحمل نہیں' فی الحال ہم بعض لوگوں کے اشعار کے خلاف نظریات کا ذکر کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ حدیث ہٰذا کے ہوتے ہوئے ہمیں کسی شک وشبہ میں گرفتار نہیں ہونا چاہیے۔ اس حدیث مبارکہ نے فیصلہ کر دیا کہ شعر ایک کلام ہے۔ پس اچھا شعر اچھا ہے اور برا شعر برا ہے۔ جس مسجد میں اور منبر پر اچھی نثر پڑھی جا سکتی ہے وہاں اچھی نظم بھی پڑھی جا سکتی ہے۔ البتہ مقصود لوگوں کو دین کی طرف راغب کرنا اور قرآن وسنت کی طرف مائل کرنا ہو۔ البتہ بیان میں اشعار کا معیار بلند اور تناسب مناسب اور مسجد کا احترام ضرور ملحوظ رہنا چاہیے۔

۴۰ مستقل مزاجی کی اہمیت

حدیث عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَ ((مَهْ' عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ' فَوَاللّٰهِ! لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا)) وَ كَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ۔ [1]

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم بآسانی سے کر سکو' اللہ کی قسم! اللہ نہیں اکتاتا جب تک تم نہ اکتا جاؤ۔ اللہ کو وہی دین واطاعت زیادہ پسند ہے' جس کو مداومت کے ساتھ کیا جائے۔

تشریح عبادت سب سے بڑی نیکی ہے۔ انسان کی تخلیق کا مقصد ہی عبادت ہے۔ ارشاد قرآنی ہے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

---

[1] صحیح البخاری' الایمان' باب احب الدین الی اللہ ادومہ' حدیث : ۴۳ و صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضیلۃ العمل الدائم' حدیث ۷۸۵ واللفظ لمسلم: عَلَيْكُمْ مِنَ الْعَمَلِ مَا تُطِيْقُوْنَ'

(الذاریات : ۵۶) ''یعنی جن و انس کا مقصد تخلیق محض عبادت ہے۔'' عبادت تخلیق انسان کی علت غائی ہے۔ قرآن مجید میں دوسری جگہ فرمایا: وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر : ۹۹) ''یعنی تادم واپسیں اللہ ملک العلام کی بندگی میں لگے رہو۔'' ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ (المؤمن : ۶۰) ''جو لوگ میری عبادت سے بے نیازی برتتے ہیں وہ سب اکٹھے کر کے جہنم میں جائیں گے۔'' (اللہ سب کو جہنم سے بچائے۔ آمین)

عفیفۂ کائنات سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی کثرت نماز کا ذکر کیا۔ (یہاں فرائض کے علاوہ نماز مراد ہے وہ اشراق ہو یا تہجد یا عام نوافل) تو حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ ''یعنی چھوڑو ایسی بات کو' تم پر اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم آسانی سے کر سکو۔'' آگے فرمایا۔ وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ ''مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کو وہی دین پسند ہے کہ جس میں ہر کام ہیشگی اور مستقل مزاجی کے ساتھ کیا جائے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی سے مسلم کی ایک اور روایت ہے وَإِنَّ أَحَبَّ الْأَعْمَالِ إِلَى اللّٰهِ مَا دُوْوِمَ عَلَيْهِ وَإِنْ قَلَّ [1]۔ ''یعنی اللہ کے نزدیک وہ عمل محبوب ترین ہے جو مستقل اور ہمیشہ ہو اگرچہ قلیل ہو۔'' یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک مہینہ روزانہ سو سو نفل ادا کرے اور اگلے مہینے سنت اور وتر بھی پورے ادا کرنا مشکل ہو جائے۔ کبھی روزانہ پانچ پانچ

[1] صحیح مسلم' صلاۃ المسافرین' باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل' حدیث: ۱۸۲۷' ۱۸۳۰

پارے تلاوت قرآن کرے اور کبھی قرآن مجید کو ہاتھ ہی نہ لگائے' کبھی ہزار دانے کی تسبیح پر روزانہ پانچ پانچ ہزار بار درود شریف پڑھے اور کبھی سو دانے کی تسبیح پڑھنا بھی مشکل ہو جائے۔ (ویسے ہاتھ کی انگلیوں پر شمار کرنا چاہیے' یہ افضل اور مسنون طریقہ ہے۔) ......
''مشکوۃ المصابیح'' میں بخاری' مسلم کی حدیث ہے۔

حدیث عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بن العاص رضی اللہ عنہما' قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا عَبْدَ اللّٰهِ! لَا تَكُنْ مِثْلَ فُلَانٍ' كَانَ يَقُوْمُ اللَّيْلَ فَتَرَكَ قِيَامَ اللَّيْلِ۔ [1]

ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے عبداللہ! فلاں آدمی کی طرح نہ ہو جانا۔ وہ رات کو تہجد کے لیے اٹھا کرتا تھا' پھر اس نے یہ عمل چھوڑ دیا۔'' یعنی آدمی جو نیک کام شروع کرے پھر اسے جاری رکھے' ترک نہ کرے۔ یہ ایک فطری بات ہے' آدمی جب کبھی اپنی ہمت' طاقت اور سکت سے زیادہ بوجھ اٹھائے گا' اور اعتدال کا دامن چھوڑ دے گا تو وہ اپنے عمل میں ہمیشگی برقرار نہیں رکھ سکے گا۔ اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا یہی مطلب ہے۔ کہ عبادت جیسے عمل میں بھی میانہ روی رکھو تا کہ بعد میں کوتاہی اور کمی واقع نہ ہو۔

---

[1] صحیح البخاری' التھجد' باب ما یکرہ من ترك قیام اللیل لمن کان یقوم' حدیث: ۱۱۵۲' و صحیح مسلم' الصیام' باب النھی عن صوم الدھر لمن تضرر بہ ...... حدیث: ۱۱۵۹۔ واللفظ لہ''

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی بارگاہ میں

نذرانۂ عقیدت

تیری پاکیزگی پر نطق فطرت نے شہادت دی
تجھے عظمت عطا کی' عافیت بخشی' فضیلت دی
اگر تیری سحر پرور ادا پر داغ آجاتا
خدا کا انتخابی فیصلہ مخدوش کہلاتا
خدائے لم یزل کا بارہا تجھ پر سلام آیا
مبارک ہیں وہ لب جن پر ادب سے تیرا نام آیا
رسول اللہؐ نے رکھا ہے صدیقہؓ لقب تیرا
فقط فرشی نہیں' عرشی بھی کرتے ہیں ادب تیرا
شرف تیرے دوپٹے نے یہ جنگ بدر میں پایا
اسے پرچم بناکر مخبر صادقؐ نے لہرایا
تیرا حجرہ امین خاص ہے ذات رسالتؐ کا
بساط ارض پر ٹکڑا یہی ہے باغ جنت کا
اسی میں رحمۃ للعالمینؐ رہتے تھے رہتے ہیں
تیرا حجرہ ہے جس کو گنبد خضریٰ بھی کہتے ہیں
اسی سے حشر کے دن سرور کونینؐ اٹھیں گے
مگر تنہا نہیں اٹھیں گے مع شیخینؓ اٹھیں گے
شفاعت کی ترے رحمت کدہ سے ابتدا ہو گی
اسی پر امتوں کی مغفرت کی انتہا ہو گی

۸ کتابیات

کتابیات

عربی کتب

1. القرآن العظیم
2. البدایہ والنہایہ — حافظ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)
3. الادب المفرد — امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م ۲۵۶ھ)
4. الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب رضی اللہ عنہم — امام یوسف بن عبدالبر قرطبی (م ۴۶۳ھ)
5. الاصابہ فی تمییز الصحابہ رضی اللہ عنہم — حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ)
6. العبقریات الاسلامیہ — علامہ عباس محمود مصری
7. تاریخ الخلفاء — امام جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ)
8. تاریخ طبری — امام محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)
9. جامع الترمذی — امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م ۲۷۹ھ)
10. حجۃ اللہ البالغہ — امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ)
11. زرقانی — امام محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (م ۱۱۲۲ھ)
12. سنن ابی داؤد — امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی (م ۲۷۵ھ)
13. سنن دارمی — امام عبداللہ بن عبدالرحمان دارمی (م ۲۵۵ھ)
14. سنن نسائی — امام ابوعبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی (م ۳۰۱ھ)

کتاب	مصنف
۱۵ سبل السلام	السید محمد بن اسمٰعیل بن صلاح الامیر (م۱۱۸۲ھ)
۱۶ صحیح بخاری	امام محمد بن اسمٰعیل بخاری (م۲۵۶ھ)
۱۷ صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج قشیری (م۲۶۱ھ)
۱۸ طبقات ابن سعد	محمد بن سعد واقدی (م۲۳۰ھ)
۱۹ تہذیب الاسماء رضی اللہ عنہا واللغات	امام محی الدین یحیٰ بن شرف نووی (م۶۷۶ھ)
۲۰ فجر الاسلام	علامہ احمد امین مصری
۲۱ کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال	شیخ علی متقی جونپوری (م۹۷۵ھ)
۲۲ مدارج السالکین	امام ابن القیم الجوزیہ (م۷۵۱ھ)
۲۳ مسند احمد بن حنبل	امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل (م۲۴۱ھ)
۲۴ مستدرک حاکم	امام ابوعبداللہ حاکم (م۴۰۵ھ)
۲۵ مؤطا امام مالک	امام ابوعبداللہ مالک بن انس (م۱۷۹ھ)
۲۶ الملل والنحل	امام ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم (م ۴۵۶ھ)
۲۷ سیرت النبویہ	ابن ہشام
۲۸ ابن کثیر	امام ابن کثیر
۲۹ عین الاصابہ	امام جلال الدین سیوطی
۳۰ اعلام الموقعین	امام ابن قیم
۳۱ تہذیب التہذیب	امام ابن حجر
۳۲ تذکرۃ الحفاظ	امام ذہبی
۳۳ المعجم الکبیر	امام طبرانی

نوٹ:

مندرجہ بالا کتب کے علاوہ ان عربی کتب میں بھی عفیفۂ کائنات ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ﷞ کے حالات زندگی مل سکتے ہیں:

سیر اعلام النبلاء ۲/ ۱۸۰	مصنف عبدالرزاق
حلیۃ الاولیاء ۲/ ۴۵	۱۰/ ۴۶۵، ۴۶۶
فتح الباری ۷/ ۲۲۶	المعجم الکبیر للطبرانی ۲۳/ ۱۸۳
شرح السنۃ للبغوی ۹/ ۱۶۵	مسند ابو یعلی ۴/ ۲۹۴
السنن الکبریٰ ۷/ ۱۲۹	مسند امام احمد ۶/ ۱۰۷
صفوۃ الصفوۃ ۲/ ۱۵	مجمع الزوائد للھیثمی ۹/ ۲۲۸
زاد المعاد ۱/ ۱۰۶	مسند للحمیدی ۲۳۲

اردو کتب

۲۶	الفاروق ﷛	علامہ شبلی نعمانی (م ۱۹۱۴ء)
۲۷	المرتضی ﷛	مولانا سید ابو الحسن علی ندوی (م ۱۹۹۹ء)
۲۸	امیر المومنین معاویہ ﷛ بن ابی سفیان	حکیم عبدالرحمان خلیق (م ۱۹۹۷ء)
۲۹	انسانیت موت کے دروازے پر	مولانا ابو الکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء)
۳۰	بنات الاسلام اور ان کی دینی و علمی خدمات	مولانا قاضی اطہر مبارکپوری (م ۱۹۹۸ء)
۳۱	تاریخ الاحکام	مولانا مفتی عزیز الرحمان بجنوری
۳۲	ترجمان القرآن	مولانا ابو الکلام آزاد (م ۱۹۵۸ء)
۳۳	تفسیر احسن البیان	مولانا حافظ صلاح الدین یوسف

۳۴	تفہیم القرآن	مولانا سید مودودی (م۱۹۷۹ء)
۳۵	خطبات مدراس	علامہ سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء)
۳۶	خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم	مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی (م۱۹۷۴ء)
۳۷	سیرۃ عائشہ رضی اللہ عنہا	علامہ سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء)
۳۸	سیرۃ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	مولانا عبدالمجید سوہدروی (م۱۹۵۹ء)
۳۹	سیرۃ خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا طالب الہاشمی
۴۰	سیرۃ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا سید مودودی (م۱۹۷۹ء)
۴۱	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علامہ شبلی (م۱۹۱۴ء) سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء)
۴۲	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر پر کی تحقیقی نظر	سید سلیمان ندوی (م۱۹۵۳ء)
۴۳	عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ	مولانا سعید احمد اکبر آبادی (م۱۹۸۵ء)
۴۴	عمر فاروق رضی اللہ عنہ	علامہ شیخ طنطاوی (م۱۹۹۹ء)
۴۵	عورت اسلامی معاشرہ میں	مولانا جلال الدین عمری (م۱۹۹۸ء)
۴۶	نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا ابوالحسن علی ندوی (م۱۹۹۹ء)
۴۷	النبی الخاتم صلی اللہ علیہ وسلم	مولانا سید مناظر احسن گیلانی (م۱۹۵۶ء)
۴۸	اشرف الحواشی	مولانا عبدہٗ الفلاح
۴۹	امہات المومنین رضی اللہ عنہن	امیر بخش عاربی

أُرِيتُكِ فِي الْمَنَامِ مَرَّتَيْنِ (بخاری: ۳۸۹۵)

"(اے عائشہ!) مجھے تم (نکاح سے قبل) خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئی ہو۔"

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا وہ مایۂ ناز ہستی ہیں جنھیں خود اللہ رب العزت کی نظر انتخاب نے چنا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفیقۂ حیات بنا دیا۔ ان کے علم و بصیرت کی گواہی سے تاریخ کا گنبد گونج رہا ہے اور ان کی سیرت کی رعنائی و پارسائی قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے اوراق میں چمک رہی ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہی تھیں جن کے دم سے امتِ مسلمہ میں علمِ دین کی روشنی دور تک پھیلتی چلی گئی......ممتاز عالم مولانا محمد ادریس فاروقی نے امت مسلمہ کی اس مادرِ مہربان کی زندگی کے حالات ایک مؤرخ کی نظر، ایک عالم کے اسلوب، ایک مبلغ کے خلوص، ایک مومن کی عقیدت اور ایک ادیب کے شگفتہ لہجے میں لکھے ہیں۔ پھر ایک طبیبِ نجیب کی دردمندی سے خواتین کو دنیا اور آخرت میں عزت اور کامیابی کا نسخہ بتایا ہے۔ اعلیٰ سیرت سازی کی یہ کتاب ہماری محترم ماؤں، بہنوں، بیٹیوں اور بہوؤں کو پوری توجہ سے پڑھنی چاہیے۔ زندگی کی تاریک راہوں میں یہ کتاب ہمیشہ مشعل کا کام دے گی۔

احمد کامران

دارالسلام۔ لاہور